



سلسلہ کتب کرامت علیہ السلام

# طبقات کبیر جزو اول

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

تصنیف

محمد بن سعد کاتب الواقفی المتوفی ۲۴۰ھ

ترجمہ

مولانا عید اللہ العادوی صاحب

(سابق رکن سررشتہ تالیف ترجمہ جامعہ عثمانیہ)

۱۳۶۳ھ ۱۳۵۳ھ ۱۹۲۷ء

دارالافتاء دارالحدیث دارالعلوم دارالکتاب دارالمنار دارالهدی دارالرشاد دارالانوار دارالمنیر دارالمنیر دارالمنیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ  
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربنہ  
محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

### تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے  
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی  
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے  
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ [KitaboSunnat@gmail.com](mailto:KitaboSunnat@gmail.com)

🌐 [www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)





220.9  
ابن ط



# فہرست مضامین

## طبقات ابن سعد جزو اول

| صفحہ | مضمون                      | صفحہ | مضمون                              |
|------|----------------------------|------|------------------------------------|
| ۲۲   | عبد الحارث                 |      | تلمیحات                            |
| ۲۴   | بنائے بیت اللہ (خانہ کعبہ) | ۱    | سلسلہ روایت                        |
| ۲۵   | حضرت آدمؑ کی وفات          | ۴    | مصنف اور تصنیف                     |
| ۲۵   | بنی آدمؑ                   |      | انتساب جناب سالک آج                |
| ۲۶   | حضرت حوا علیہا السلام      | ۶    | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کن کن |
| ۲۷   | ۲۴ حضرت ادریس علیہ السلام  |      | پہنچنے والوں کی اولاد میں تھے      |
| ۲۷   | ۳۱ حضرت نوح علیہ السلام    | ۱    | (۱) آدمؑ                           |
| ۲۸   | طوفان نوحؑ                 |      | مفصل واقعات                        |
| ۳۰   | مابعد طوفان                | ۷    | ہابیل و قابیل (قائمن)              |
| ۳۱   | اولاد نوح علیہ السلام      |      | حضرت شیثؑ                          |
| ۳۲   | سلسلہ انتساب               | ۱۷   |                                    |
| ۳۳   | اختلاف زبان                | ۱۹   |                                    |
| ۳۴   | منازل نبی سام              | ۲۲   |                                    |

| صفحہ | مضمون                               | صفحہ | مضمون                              |
|------|-------------------------------------|------|------------------------------------|
|      | فواطم و عواتاک                      | ۳۴   | منازل بنی حام                      |
|      | سلسلہ مادری جناب نبوی کی            | ۳۵   | منازل بنی یافث                     |
|      | وہ بیبیاں جن کے نام فاطمہ اور       | ۳۵   | منازل عرب                          |
| ۵۸   | عاتکہ تھیں                          | ۳۷   | قوم سبا                            |
|      | اقربات آباد ابنی صلی اللہ علیہ وسلم | ۳۸   | ۴) اخیلیل الرحمن حضرت ابراہیم      |
|      | آنحضرت کے آباد اجداد کا سلسلہ       | ۴۰   | علیٰ نبینا و علیہ السلام           |
| ۶۲   | مادری                               | ۴۱   | ۵) حضرت اسماعیل علیٰ               |
| ۶۴   | قصی بن کلاب                         | ۴۲   | نبینا و علیہ السلام                |
| ۶۶   | مراجعت مکہ مشرفہ                    |      | مابین آدم و محمد علیہما السلام     |
| ۶۹   | تولیت بیت اللہ                      |      | حضرت آدم علیہ السلام اور رسول اللہ |
| ۷۰   | اخراج بکر و خراغہ                   | ۴۷   | صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان       |
| ۷۱   | سر آغاز قریش                        | ۴۹   | کتبی سندیاں گزریں                  |
| ۷۲   | ابتدائے بت پرستی                    |      | انبیا علیہم السلام کے نام و نسب    |
| ۷۳   | اولاد قصی بن کلاب                   |      | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا    |
|      | دار الندوہ                          |      | سلسلہ نسب                          |
| ۷۴   | مجلس شورائے قریش                    | ۵۱   | اسمائے آبائے حضرت نبویؐ            |
| ۷۵   | قصی بن کلاب کے اختیارات             |      | تا آدم علیہ السلام                 |
| ۷۵   | دار الندوہ کا سبب تسمیہ             |      | اہمات جناب نبویؐ                   |
| ۷۶   | آبادی مکہ                           | ۵۶   | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا    |
|      |                                     |      | سلسلہ مادری                        |



| صفحہ | مضمون                           | صفحہ | مضمون                            |
|------|---------------------------------|------|----------------------------------|
|      | دارالاندوہ، دارالامارہ کی       |      | مجمع                             |
| ۹۲   | جینیت میں                       |      |                                  |
| ۹۲   | ہاشم کی تولیت                   | ۷۶   | قصی کا خطاب                      |
| ۹۴   | تجارتی معاہدات                  | ۷۸   | صفت اجتماع                       |
| ۹۴   | عقد نکاح                        |      | تحمس                             |
| ۹۵   | وفات اور وصیت                   |      |                                  |
| ۹۶   | اولاد                           | ۷۸   | شرع ابراہیمی پر زیادتیاں -       |
| ۹۷   | ہاشم کا مرثیہ                   | ۸۰   | مزدلفہ کی روشنی                  |
| ۱۰۰  | عبدالمطلب                       | ۸۰   | حاجیوں کی آسائش                  |
| ۱۰۳  | شیبہ کا نام عبدالمطلب کیوں پڑا؟ | ۸۱   | عبدالدار                         |
| ۱۰۴  | آبائی میراث اعزازی              | ۸۲   | قصی کی وفات                      |
| ۱۰۴  | چشمہ زمزم                       | ۸۲   | عبدمنان                          |
| ۱۰۶  | تحکم                            | ۸۲   | توحید کی دعوت                    |
| ۱۰۷  | قدرتی فیصلہ                     | ۸۲   | اقرار توحید کے نتائج             |
| ۱۰۸  | دوسری روایت                     | ۸۵   | اولاد عبدمنان                    |
| ۱۰۸  | دفعینہ و تدیمہ                  | ۸۶   | ہاشم                             |
| ۱۰۹  | محالفہ                          | ۸۷   | خطاب ہاشمیت                      |
| ۱۱۱  | نبوت اور حکومت کی پیشگوئی       |      | نبی ہاشم و نبی امیہ میں عداوت کی |
| ۱۱۲  | خضاب                            | ۸۸   | ابتدا                            |
| ۱۱۳  | منافرہ                          | ۸۹   | طلب حکومت                        |
| ۱۱۵  | طائف میں کامیابی                | ۹۰   | مطہین                            |
|      | عبدالمطلب کی منت                | ۹۱   | احلاف                            |
|      |                                 | ۹۱   | مسائمت                           |

| صفحہ | مضمون  | صفحہ | مضمون  |
|------|--|------|--|
| ۱۴۹  | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت                         | ۱۱۶  | بیٹے کی قربانی   |
|      |  | ۱۱۸  | استسقا   |
|      | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت کا جنھیں شرف حاصل ہوا۔ | ۱۱۹  | نبی موعود کی بشارت   |
|      |  | ۱۲۰  | آنحضرتؐ اجتماع استسقا میں  |
|      |  | ۱۲۰  | دُعائے باران رحمت  |
|      |  | ۱۲۱  | واقعتہ ابرہہ   |
|      |  | ۱۲۲  | کعبہ میں   |
| ۱۵۱  | آنحضرتؐ کے رضاعی بھائی بہن                                   | ۱۲۳  | بیت اللہ کا انتقام   |
| ۱۵۴  | حلیمہ سعدیہ  | ۱۲۳  | حرم پر لشکر کشی  |
| ۱۵۸  | شق صدر   | ۱۲۴  | خدا اپنے گھر کا آپ محافظ ہے  |
| ۱۶۰  | واقعتہ یهود  | ۱۲۵  | طیر ابابیل   |
| ۱۶۲  | پاس رضاعت  | ۱۲۶  | اصحاب فیل  |
| ۱۶۳  | وفد ہوازن  | ۱۲۶  | اولاد عید المطلب   |
| ۱۶۴  | وفات آمنہ ام النبی صلی اللہ علیہ وسلم                        |      | عبداللہ کا نکاح آمنہ سے  |
|      | بعد وفات والدہ جناب نبویؐ                                    | ۱۳۰  | ام النبی صلی اللہ علیہ وسلم جس عورت نے عبداللہؐ پر اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔ |
|      | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید المطلب کے آغوش رافت میں     | ۱۳۱  | حمل آمنہ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم                                   |
| ۱۶۸  | عبداللہ کی وفات  | ۱۳۶  | عبداللہ کی وفات  |
|      | ابوطالب سے آنحضرتؐ کے لیے وصیت۔                              | ۱۳۸  | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت                                      |
| ۱۶۰  | ابوطالب  | ۱۴۲  | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام  |
| ۱۶۲  |  | ۱۴۶  |  |

| صفحہ | مضمون                                   | صفحہ | مضمون                          |
|------|---|------|--------------------------------|
| ۱۹۳  | نسطور راہب                              |      | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم   |
| ۱۹۴  | بچوں سے نفرت                            |      | ابوطالب کے اغوش رافت           |
| ۱۹۴  | قافلے کی مراجعت                         |      | میں -                          |
| ۱۹۵  | خدیجہؓ سے آنحضرتؐ کی تزویج              | ۱۶۳  | شام کا پہلا سفر                |
| ۱۹۶  | دو چھوٹی روایتیں                        | ۱۶۴  | ہجرت راہب                      |
|      | آنحضرتؐ کی اولاد اور ان کے              | ۱۶۵  | الآمین                         |
| ۱۹۹  | نام                                     | ۱۶۶  | ابوطالب کی اولاد               |
| ۲۰۱  | ابراہیم بن ابی سلمیٰ صلی اللہ علیہ وسلم | ۱۶۷  | ابوطالب کا خاتمہ اور عرض اسلام |
| ۲۰۲  | ماریہ قبطیہ                             | ۱۸۰  | اموات مشرکین کے لیے استغفار    |
| ۲۰۲  | پینغیر زادہ اسلام                       | ۱۸۱  | تجہیز و تکفین                  |
| ۲۰۴  | شیر خوارگی                              | ۱۸۱  | مترکت بعد الموت                |
| ۲۰۴  | آنحضرتؐ اپنے عمیال کے ساتھ              | ۱۸۲  | وفات خدیجہؓ الکبریٰؓ           |
|      | ابراہیمؓ کی وفات                        |      | مکہ میں آنحضرتؐ مشغول شبانی    |
| ۲۰۴  | آنحضرتؐ بوقت وفات ابراہیمؓ              |      | راعی حلق بحیثیت راعی غنم       |
| ۲۱۳  | کسوف بوقت وفات ابراہیمؓ                 | ۱۸۳  | آنحضرتؐ حרב الفجار میں         |
|      | سخت ترین حادثے میں بھی                  | ۱۸۵  | احابیش                         |
| ۲۱۴  | ہدایت و اصلاح جاری رہی                  | ۱۸۶  | سرداران قریش                   |
|      | انہدام و تعمیر خانہ کعبہ                | ۱۸۷  | سرداران قیس                    |
|      | تعمیر میں قریش کے ساتھ                  | ۱۸۸  | مقابلہ فریقین                  |
| ۲۱۷  | آنحضرتؐ کی شرکت                         | ۱۸۹  | جنگ میں آنحضرتؐ کی شرکت        |
|      | آنحضرتؐ بیت اللہ کی                     | ۱۹۰  | آنحضرتؐ حلف الفضول میں         |
| ۲۱۸  | عمارت گری میں -                         | ۱۹۲  | آنحضرتؐ کا دوسرا سفر شام       |



| صفحہ | مضمون                        | صفحہ | مضمون                         |
|------|------------------------------|------|-------------------------------|
| ۲۱۵  | آنحضرت کی نسبت ایک سلاوی     | ۲۱۹  | اخلاق جاہلیت                  |
| ۲۱۶  | پیشوا کی پیشگوئی             | ۲۲۰  | وضع حجرِ اسود                 |
| ۲۱۷  | کتمان ذکر جناب نبوی          | ۲۲۰  | قرعہ فال بنام حبیبیت ذوالجلال |
|      | امید نبوتِ محمدی             | ۲۲۱  | آنحضرت کا فیصلہ               |
|      | عہد جاہلیت میں جن کے نام     | ۲۲۳  | نقص بنیان                     |
| ۲۲۱  | محمد رکھے گئے                | ۲۲۲  | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  |
|      | زمانہ بعثت و مقصد بعثت       | ۲۲۶  | کی نبوت                       |
| ۲۹۰  | نبوتی                        | ۲۲۹  | علامات نبوت قیل و حی          |
| ۲۹۳  | یوم بعثت                     | ۲۳۰  | عزاف ہندیل                    |
| ۲۹۴  | نزول وحی                     | ۲۳۳  | آسمانی تعلق                   |
| ۲۹۶  | نزول قرآن                    |      | آثارِ پیغمبری                 |
| ۲۹۷  | شدت وحی                      | ۲۳۴  | نبوت کی نشانیاں عہد طفلی      |
| ۲۹۹  | دعوتِ اسلام                  |      | میں                           |
| ۳۰۳  | قریش کا ابوطالب کے پاس       | ۲۳۶  | بقول کا واسطہ اور خدا کا      |
|      | جانا                         | ۲۳۷  | سہارا                         |
| ۳۰۶  | ہجرت حبشہ اولیٰ              | ۲۳۹  | یہودیوں سے احتیاط             |
|      | حبشہ سے اصحاب کی واپسی       | ۲۴۲  | آنحضرت کی برکت                |
| ۳۰۸  | کا سبب                       | ۲۴۳  | بعض آثارِ نبوت                |
| ۳۱۱  | ہجرت حبشہ ثانی               |      | عید بوانہ                     |
|      | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | ۲۴۴  | پیلے میں شریک ہونے کا         |
|      | اور نبی ہاشم کی محموری شیب   | ۲۴۵  | نتیجہ                         |
| ۳۱۳  | میں                          |      | بادشاہ تبع مدینہ میں          |

| صفحہ | مضمون                        | صفحہ | مضمون                      |
|------|------------------------------|------|----------------------------|
| ۳۲۹  | سے بیعت کی                   | ۳۱۶  | طائف کا سفر                |
|      | نبوت سے ہجرت تک              | ۳۱۹  | معراج نبوی                 |
|      | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | ۳۲۰  | شب معراج                   |
| ۳۳۳  | کا قیام مکہ                  |      | زمانہ حج میں قبائل عرب کو  |
|      | مسلمانوں کو ہجرت دینے        | ۳۲۳  | دعوت اسلام                 |
|      | کی اجازت                     | ۳۲۴  | اول و خراج کو دعوت اسلام   |
| ۳۳۵  | آغاز ہجرت                    | ۳۲۸  | عقبہ اولیٰ کے بارہ اشخاص   |
| ۳۳۷  |                              |      | عقبہ ثانیہ                 |
|      |                              |      | شتر اشخاص جنہوں نے آنحضرتؐ |





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# تلمیحات

www.KitaboSunnat.com

اس ترجمے میں حسب ذیل امور کا التزام ہے جن کی جانب اشارہ ضروری ہے۔  
 (۱) ہر ایک قوم، ہر ایک زمانہ اور ہر ایک زبان کی بعض بعض خصوصیتیں  
 ہوتی ہیں جو دوسری قوم، دوسرے زمانے اور دوسری زبان میں مشکل نظر آسکتی ہیں،  
 عرب جاہلیت اور ان کی عربیت اپنی نمایاں خصوصیت کے لیے آج تک  
 ممتاز ہے۔

عام ترجموں میں تمام خصوصیتیں نظر انداز کر دی جاتی ہیں اور وہی مترجم  
 کا سیب مانا جاتا ہے جو اپنی قوم اور اپنی زبان اور اپنے زمانے کے مخصوص محاورات  
 میں اس کتاب کا ترجمہ کرے جو ایک اجنبی قوم نے اپنی خاص زبان میں صدیوں  
 پیشتر تصنیف یا تالیف کی تھی۔

ترجمہ طبقات کو آپ اس حیثیت سے نہایت ناکام پائیں گے کیونکہ اس کا  
 پر دازیہ ہے کہ عہد جاہلیت میں عربوں کی جو خصوصیتیں تھیں۔ اور ادائے مطالب  
 کے لیے ان دنوں ان کی زبان خاص خاص حالتوں میں جیسے جیسے محاورات  
 رکھتی تھی، اُردو ترجمے میں وہ سب آجائیں اور پھر طرز بیان غریب و نامانوس بھی  
 نہ ہو اور جہاں ناگزیر غرابت پیش آئے اس کی طبعہ تشریح کر دی جائے۔

(۲) اُردو میں خطاب کے لئے کئی لفظ ہیں، آپ تم، تو جو یہ اختلاف  
 دراج استعمال کئے جاتے ہیں، عربوں میں یہ تفریق نہ تھی، لہذا بحسب  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بقیہ سب کے لئے ترجمے میں دہری طرز خطاب

اختیار کیا گیا جو ان دنوں مستعمل تھا،

اسی طرح کے اور بھی بہت سے مراتب ہیں جو اردو میں ہیں اور عربی میں نہیں، یا ہیں تو کسی دوسرے انداز میں ہیں ترجمے میں عربیت کا لزوم بہر حال مد نظر رکھا گیا، کہ اہل بصیرت یہ بھی اندازہ کر سکیں کہ عربی زبان اور عربوں کی قوم کیا کیا خاص اطوار رکھتی تھی اور اردو میں کہاں تک اس سے ابتلاف یا اختلاف کی صلاحیت تھی۔

(۳) زبانیں بیرونی تفریق کے علاوہ ایک اندرونی تفریق بھی رکھتی ہیں، مثلاً عربی زبان ہی کو لیجئے، مراثیت کی زبان جدا ہے، خطابت کی زبان جدا ہے، ادب و انشائیہ کی زبان جدا ہے، فلسفہ و حکمت کی زبان جدا ہے، تفسیر و حدیث کی زبان جدا ہے، فقہ و اصول کی زبان جدا ہے، اور تاریخ و جغرافیہ کی زبان جدا ہے،

کتاب الروستین فی اخبار الدولین یا الفتح القسبی فی الفتح القدسی یا تلامذ العقیان یا یمینہ الدہر یا عجائب المقدر و تاریخ کی کتابیں تھیں مگر ان میں زبان جو اختیار کی گئی وہ تاریخ کی زبان نہ تھی، لہذا انہیں وہ حسن قبول حاصل نہ ہوا جو انہیں کی زبان اختیار کرنے سے پہلانی و حریری کی کتابوں کو حاصل ہوا تھا، کیونکہ پہلانی و حریری نے جس فن میں کتابیں لکھیں اسی فن کی زبان بھی اختیار کی اور ان حضرات نے تاریخ تو لکھی مگر زبان ادب و انشائیہ رکھی،

اس ترجمے میں اسی زبان کا اتباع کیا گیا ہے جو علم رجال کی خاص زبان ہے، ساتھ ہی یہ التزام ہے کہ عبارت ششمہ تغلفتہ اور نسیں ہو کسی قسم کا اطلاق و تصقید و تصنع و اضطراب نہ آنے پائے، اور یہ ترجمہ اصل کتاب کے روشن ترین ادبی اختیار کا اعمیہ دار ہو سکے۔

(۴) بہت سے محاورات ایسے ہیں جو اس کتاب میں غریب نظر آئیں گے، مثلاً:

اکاذو ایعد سرون کے عام معنی یہی سمجھے جائیں گے کہ وہ لوگ غدر کرتے تھے، یا معذرت کرتے تھے، یا یہاں نہ کرتے تھے، حال آں کہ مفہوم غنہ کرنے کا ہے، من شر ما مر علی الجبال میں "جبال" کے معنی پہاڑوں کے قباہر ہونگے

حال اُن کہ اصل میں جلیبتیں اور طبعیتیں مراد ہیں۔  
 کانت لتشرب الوفهم قبل شفاہم میں لب سے پہلے ناک کے  
 ترہونے کا گمان ہوگا، حال اُن کہ خصائص جاہلیت کے جاننے والے جانتے ہیں کہ  
 ایسے محاورات سے قوم کی اِنْفِت، اِبائے ضعیف، عرَبۃ نفس اور خود داری کا اظہار  
 مقصود ہوتا تھا۔

الغیر ذلک مما یحذو حذوہ، اصل سے تطبیق دیتے وقت اگر  
 ترجمے میں کوئی ایسا اشتباہ محسوس ہو تو اس نکتے کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی  
 تحقیق کرنی چاہئے، وما ابڑئی نفسی، ان النفس لا مسارۃ بالسوء، الا ما  
 سر حررتی، ان ربی لغفور رحیم۔

(۵) مضامین و مطالب کے عنوانات مترجم نے خود قائم کئے ہیں اور  
 شمارہ ترتیبی کا مسؤل بھی وہی ہے جس سے محض توضیح مطلوب تھی۔

(۶) ہر قوم اپنی فعالیت کے سادہ و بے تکلف عصر عمل میں بہت سے  
 تعظیمی الفاظ کی خوگر نہیں ہوا کرتی، دل سے تو ایسے بزرگوں کی انتہائی تعظیم کرتی  
 ہے مگر ظاہری القاب عظمت سے اُن کے نام کو گراں بار نہیں بنایا کرتی، عرب  
 اس ادائے خاص کے لئے آج تک شہرہ آفاق ہیں اور اس خصوصیت سے  
 روشناس کرنے کے لئے ترجمے میں بھی یہی رعایت رکھی گئی ہے۔

آخر میں مترجم اپنی بے بضاعتی کا اعتراف کرتے ہوئے محض جناب  
 الہی سے افادہ عموم و حسن قبول کا طلب گار ہے، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ  
 أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ رَبِّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ  
 صَادِقٍ فِي الْآخِرِينَ، وَلَا تَخْزِنِي يَوْمَ يُصْعَثُونَ، يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ،  
 اَلَا مَن اتَى اللّٰهَ بقلب سليم،

وَأَخْرَجُوا نَا ان الحمد لله رب العالمين.





## سلسلہ روایت

اسلام کے ابتدائی عہد مدینہ میں کسی واقعے کے موثق ماننے کے جو طریقے تھے ان میں ایک سبیل خاص یہ بھی تھی کہ سلسلہ روایت آخر تک مسلسل ہو فرض کیجئے آج آپ ایک واقعے کا تذکرہ کر رہے ہیں جو آج سے ایک سو برس قبل گزرا تھا اس کی واقعیت کی راوی تحقیق میں آپ کا پہلا قدم راویوں کی جانب بڑھے گا کہ جس سے آپ نے یہ داستان سنی ہے اس نے فلاں سے اور فلاں نے فلاں سے سنی تھی تا آنکہ آخری راوی وہ شخص تھا جو واقعے میں بذات خود شریک تھا اور اس کے سامنے یہ باتیں پیش آئیں۔

یہ ایک ممتاز خصوصیت تھی جس کا علم برادر دنیا بھر میں اکیلا ایک اسلامی تمدن ہی گزرا ہے اور وہی اپنے سلسلہ روایت سے اہل نظر کے لئے ایک وسیع ذخیرہ انتقاد فراہم کرتا ہے کہ جس واقعے کی خواہ وہ کسی زمانے کا ہو جب آپ چاہیں تبدیل یا تخریج کر سکتے ہیں اس کے راوی ثقہ صحیح القول سلیم العقل توفی الحفظ مسند الوقت وغیرہ وغیرہ تھے یا نہیں اور روایت کا تسلسل قابل اطمینان صورت میں آخر تک پہنچتا ہے یا بیچ میں کہیں منقطع تو نہیں ہو جاتا۔

علم حدیث و فن تاریخ ہی اس طفرے اقبیاز سے مزین نہ تھے بلکہ ہر حکم ہی تفہیم تھی حتیٰ کہ موسیقی کے متعلق جن لوگوں نے کتابیں لکھیں یہ خصوصیت ان کے بھی پیش نظر رہی۔

دارہ جتنا وسیع ہوتا گیا اسی تناسب سے پہنائیاں بھی بڑھتی گئیں اس زمانے میں تو ایک بڑی حد تک چھاپے نے تصنیف و تالیف اقدارے کی اشاعت اپنے ذمے لے رکھی ہے جس نے ہر ظلم کش کو صلائے عام و سدی ہے کہ مصنف بے مولف ہے

مترجم ہے، جو چاہے ہے؛

کہ بیچ کس نشا سدہاے رازخاد

قلم کشی یا وراقی سے وہ زمانہ بھی خالی نہ تھا، مگر ان دنوں دستور یہ تھا کہ اہل علم جو کتاب مدون کرتے ایک عام حلقے میں اس کا درس بھی دیتے جہاں اس کے عیار کا اندازہ ہو جاتا کہ ناقص ہے یا کامل ہے، یا کیا ہے، اس نقد و اعتبار میں اگر کتاب کامل العیار اترتی تو صاحب کتاب سے ارباب کمال اس کی روایت کرتے اور انہیں کی روایت سے وہ مشہور ہوتی، ابن سعد کی طبقات کبیر بھی اسی سلسلہ روایت سے شہرہ آفاق ہوئی جس کا تسلسل یوں ہے:

ابن سعد کا پورا نام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن فہیم تھا۔ طبقات کی روایت

ان سے ابو محمد الحارث بن محمد بن ابی اسامہ الکتمی نے روایت کی، ابو محمد سے ابو الحسن احمد بن معروف بن بشر بن موسیٰ الحنابل نے، ابو الحسن سے ابو عمر محمد بن العباس بن محمد بن زکریا بن یحییٰ بن معاذ بن حیوہ الخزاز نے، ابو عمر سے ابو عبد اللہ محمد بن علی بن محمد بن اسحاق بن عبد اللہ الجوهری نے، ابو محمد سے قاضی ابو بکر بن محمد الباقی بن محمد ابن عبد اللہ الانصاری نے، قاضی ابو بکر سے ابو محمد عبد اللہ بن دہبل بن علی ابن کارہ نے، ابو محمد سے شمس الدین ابو الحجاج یوسف بن خلیل بن عبد اللہ الدمشقی نے جو ملک شام کے مند الوقت محدث تھے، شمس الدین ابو الحجاج سے شرف الدین ابو محمد عبد المؤمن بن خلف بن ابی الحسن الدمیاطی نے، روایت کی اور انہیں کی روایت سے دنیا بھر میں یہ کتاب پھیلی، جو محدث بھی تھے، عالم بھی تھے، حافظ بھی تھے، بہت سے فنون میں بھی دستگاہ رکھتے تھے، اور علم انساب و تاریخ کے تو مرد میدان تھے،

مختلف عنوانات کے ذیل میں مصنف نے جن جن راویوں سے روایتیں کی ہیں

ان سب کے سلاسل اسناد و ہائنتال اور مجلس معارف ترک کر دینے پڑے، تاہم آخری راوی کا نام کہ واقعے کا راوی اول وہی ہوتا ہے، ہر روایت میں آپ کو نظر آئے گا، اور اگر فن رجال پر آپ کو عبور ہے تو صرف اس ایک راوی کی منزلت شناسی بھی روایت کی حقیقت واضح کر دے گی، واللہ المسعان و بہ الا عظام

# مصنف اور تصنیف

اس کتاب کے مصنف حافظ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن سعد البربعی ہیں جن کو قبیلہ بنی ربیع سے خاندانی انتساب تھا بصرے میں یہ خاندان مقیم تھا اور وہیں ابن سعد پیدا ہوئے۔

ان کی ابتدائی زندگی سادات بنی ہاشم کی غلامی میں گزری، بہت دنوں تک محمد بن عمر الواقدی کی کتابت بھی کرتے رہے، حتیٰ کہ "کاتب و اقدی" ہی کے نام سے مشہور بھی ہوئے۔

اسی زمانے میں مشاہیر ائمہ سے استفادہ کرتے رہے، اور جب آزاد ہوئے تو تمام زندگی نشر علم کے لئے وقف کر دی۔

بعد ازیں ان کے مقیم ہوئے جو علم و حکمت کا مرکز تھا، بڑے بڑے نامور محدثین، مثلاً، شمیم، سفیان بن عیینہ، ابن علیہ و ولید بن سلم سے حدیثیں روایت کیں، اولاً اس طرح اسلام نے اپنے غلام کی وہ تربیت کی کہ آزادگان روزگار اس کے حلقہ گجوش ہو گئے۔

اس باب میں اتنا شغف تھا کہ جو بزرگ نیچے طبقے کے تھے مگر جلالیت شان میں سابقین پر فوق لے گئے تھے، ابن سعد ان سے بھی روایت کرتے ہیں، اور یہی باعث ہے کہ شیخ الاسلام فی الحدیث یحییٰ بن معین سے انھوں نے اکثر روایت کی ہے۔

قریب قریب جتنے اساطین علم حدیث گزرے ہیں سب کے سب انہیں ثقہ و ثبت و صدوق و حجة مانے ہیں، چنانچہ علم الرجال کے بزرگ ترین نقابواہوا حاتم



نے بھی ان کی توثیق کی ہے، نہایت اعلیٰ یہ کے مشایخ محدثین کو ان کی شاگردی کا فخر ہے، ابن ابی الدنیا جیسے یکتائے روزگار ان کے حلقہٴ درس میں بیٹھے ہیں اور ان کی سند سے حدیثیں روایت کرتے ہیں، امام احمد بن حنبل کہ علوم منزلت کے لئے شہرہٴ آفاق ہیں، ان کے مجموعہٴ احادیث کے اجزائے گنگا کے استفادہ کیا کرتے تھے۔

ابن سعد مخالف علوم اسلام کے جامع تھے جن کی جامع و مختصر تقسیم یوں ہو سکتی ہے:-

(۱) حدیث: بجمع اصناف  
(۲) غریب القرآن و غریب الحدیث، یہ بھی قسم اول ہی کا ایک شعبہ ہے  
گر ابن سعد کے تبحر و تفہیم نے اس میں ایک مستقل حیثیت پیدا کر لی تھی۔

(۳) فقہ

(۴) تاریخ

(۵) ادب

(۶) سیرۃ نبوی و اخبار صحابہ۔  
قدائے مصنفین ان تمام علوم میں ان کو سرآمد زمانہ تسلیم کرتے آئے ہیں۔  
تین مبسوط و مستقل کتابیں انھوں نے یادگار چھوڑیں۔

(۱) طبقات کبیر

(۲) طبقات صغیر

(۳) تاریخ اسلام

ان میں دو آخری کتابیں دنیا سے ناپدید ہو چکی ہیں، اول الذکر بھی ناپید تھی، مگر مستشرقین المانی کی کوششوں نے اس گم شدہ گوہر شب چراغ کو ڈھونڈ نکالا اور علامت حضرت یادشاہ اسلام ظل اللہ فی الارضین رحمہ اللہ و الحکمۃ و الحق والدین، عمدۃ الملوک و السلاطین نظام الملک اصف جاہ سابع تاجدار دکن ایدہ اللہ و ایدہ و لتہ و رفع شانہ و شہیدہ شوکتہ کی بدیع المثال معارف نوازی و معالم افزامی کے طفیل میں آج اس کا اردو ترجمہ ہدیۃ اہل نظر ہے۔



اس فن میں جس قدر معروف مصنفات ہیں یہ کتاب تقریباً ان سب کی  
ماخذ ہے اور سب ہی نے اسے مستند مانا ہے اس میں ایسے ایسے سبق آموز واقعات  
ملتے ہیں جو کسی دوسری تاریخ میں مل ہی نہیں سکتے، بائیں ہمہ دو خاص باتیں  
نظر انداز نہیں ہو سکتیں:

(۱) انبیاء سے سابقین علیہم السلام کے حالات میں کتاب اللہ و احادیث  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو باتیں زیادہ مذکور ہیں وہ عموماً عہد جاہلیت یا اس  
کے قریبی زمانے کے یہودیوں اور عیسائیوں سے ماخوذ ہیں جنہیں اہل کتاب  
کہتے تھے اور جن کے پاس تورات و تلمود و شروح و حواشی اور ایک سو کے قریب  
متناقض المطالب و متخالف المعانی انجیلوں کا ایک بڑا طومار تھا،

جو واقعات اہل کتاب روایت کرتے تھے علماء عرب انھیں کی زبردستی  
پران کو نقل کر دیتے تھے اور ان کی تحقیق کے متعلق یہ اصل الاصول قرار دے رکھا  
تھا کہ لا تضل قہا ولا تلکذ بھا (ہم ان کہانیوں کی نہ تصدیق کرتے ہیں نہ تکذیب)  
اہل عرب کی شان تحقیق اصل میں وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں سے  
تاریخ اسلام کا آغاز ہے اور اسی کی تغذیل و تحمیل ان کا منشا ہے حقیقی بھی ہے۔

(۲) اس کتاب میں معجزات کی اکثر روایتیں موجود ہیں اور یہی وہ  
خارجے جو ہمارے زمانے کی مادی آنکھوں میں کھٹکتا ہے یہ بزرگ سمجھتے ہیں کہ  
قانون قدرت کے تمام دفعات پر گویا وہ حاوی ہو چکے ہیں اور ان کی رائے میں  
کسی خارق عادت کا صدور گویا ناموس قدرت کے مناقض ہے یہی باعث ہے کہ  
اس کتاب سے بھی وہ بدگمان ہو رہے ہیں لیکن اس کو کیا کریں گے کہ اسلام  
ہی نہیں دنیا کے ہر ایک مذہب کا بڑا سرمایہ معجزات سے معمور ہے اور جو علم و حکمت  
سبھی اصلاً اس کے منافی نہیں۔

عقل را نسبت سرعہ بدہ این جا با نقل

پنہ را اشتی این جا بہ شر را قناد است

یہ مقام اس سبب کی توضیح کا نہیں ہے اہل نظر کو خاص اسی مسئلے کی  
علمی تحقیق کے لئے ایک مستقل کتاب کا ایشطار کرنا چاہئے جو سرمد دیدہ اولی الابصار

ہوگی انشاء اللہ و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب  
ایک مبسوط ناقدانہ مقدمے کی بھی اس ترجمے کے ساتھ ضرورت تھی اور  
خاص خاص روایتوں پر ازروئے اصول تخریج و تصدیق مخصوص  
تعلیق بھی کرنی تھی، لیکن انیسویس ہے کہ اس کا موقع نہیں ملا  
تاہم اس ناصر العلوم الدینیہ والحضارۃ العربیہ  
والمدنیۃ الاسلامیہ شہریارہ علم پرورد معید حکمت و سیر متعنا اللہ بدم  
حیاتہ و قوام آیاتہ، بالخط الاولی و القسط الاولی ہی کابین اقبال ہے کہ  
جامعہ عثمانیہ میں اتنا بڑا وسیع کام ہوا اور ہو رہا ہے:

برکرا باخط سبزش سرسودا باشد پائے ازین دائرہ بیرون نہ ہند تا باشد  
ابن سعد کا سنہ ولادت ۱۶۸ھ اور سال وفات ۲۳۰ھ ہے،  
۶۲ برس کی عمر تھی جب واصل بخئی ہوئے اور دارالسلام بغداد میں دفن کئے گئے۔  
امام ذہبی کہ سرگروہ محدثین ہیں طبقات ابن سعد کو بڑے فخر سے روایت  
کرتے ہیں اس تفاخر کی جو سند انھیں حاصل تھی تقریباً اصل کتاب کی سند  
روایت بھی وہی ہے اور انھیں صفحات میں علیحدہ ثبت ہو چکی ہے۔  
اللہ اکبر! ایک وہ زمانہ تھا کہ اسلام کے غلام اتنے بڑے امام ہوتے  
تھے ایسے سرگروہ امام ہوتے تھے اور اب ایک یہ وقت ہے کہ جو نام ہنسار  
آزاد ہیں جہالت کے ہاتھوں وہ بھی اسیرانہ طور پر ذلیل من گڑھے  
چول از گشتی ہمہ چیز از تو گشت چول از گشتی ہمہ چیز از تو گشت





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

www.KitaboSunnat.com

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ  
وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ  
مُبِينٍ وَالْآخِرِينَ مِنْهُمْ مَا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

رَبَّنَا اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ  
غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ

## انتساب جناب سالت کتاب

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سردار  
فرزدان آدمی ہوں۔

۲ واثم بن اسحاق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ  
نے فرزدان ابراہیمؑ میں اسماعیلؑ کو اولاد اسماعیلؑ میں نبی کنانہ کو، نبی کنانہ میں  
قریش کو، قریش میں بنی ہاشم کو، بنی ہاشم میں سے مجھ کو برگزیدہ فرمایا ہے۔



علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کے دو برابر برابر حصے کئے، جو بہترین حصہ تھا۔ مجھے اسی میں رکھا، اس حصے کی سبھی زمینیں تھائیاں کیں، جو بہترین تھائی تھی مجھے اسی میں رکھا، یہ تخفیف کر لی تو اقوام انسانی میں سے قوم عرب کو پسند فرمایا، عرب میں قریش کو، قریش میں بنی ہاشم کو، بنی ہاشم میں اولاد عبدالمطلب کو اور ان میں سے مجھ کو۔ محمد بن علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اللہ تعالیٰ نے عربوں کو پسندیدہ ٹھہرایا، ان میں سے کنانہ۔ یا نضر بن کنانہ کو ان میں قریش کو، قریشیوں میں بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں مجھ کو اپنی پسندیدگی کا شرف بخشا ہے (راوی کو شک ہے کہ آنحضرت نے کنانہ کا نام لیا تھا یا نضر بن کنانہ ارشاد ہوا تھا)۔

عبداللہ بن عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اللہ تعالیٰ کی نظر پسندیدگی عربوں کی جانب معطوف ہوئی، عربوں میں سے بنی کنانہ، کنانیوں میں قریش، قریشیوں میں بنی ہاشم اور ہاشمیوں میں سے میرے ساتھ یہ پسندیدگی مخصوص ہو گئی۔ حسن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

میں سابق العرب ہوں۔  
عبداللہ بن عباس سے آیت رسول من انفسکم دایک پیغمبر جو تم ہی میں سے ہے، کی تفسیر میں روایت ہے کہ وہ کہتے تھے: اے اہل عرب! وہ پیغمبر تمہاری ہی اولاد تو ہے (یعنی جو نسبی سلسلہ تمہارا ہے وہی اس کا بھی ہے)۔

مجاہد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں شب کو باد یہ توردنٹھے، نہایت بین ایک شخص بدرقہ کا کام دے رہا تھا، ناگاہ ایک جدی سہرا کی آواز سنائی دی جس کے آگے کچھ اور لوگ بھی تھے، آنحضرت نے اپنے زمین سفر سے فرمایا: کیا اچھا ہے کہ ان لوگوں کے جدی سہرا سے ہم بھی جا لیں۔ یہ اشارہ پاتے ہی ہم نے قدم بڑھائے، نزدیک ہوئے، تا آنکہ جا لے۔ آنحضرت نے

دریافت کیا: **مَنْ الْقَوْمُ؟** (تم لوگ کون ہو؟) انھوں نے جواب دیا: **مَضْرِي** آپ نے فرمایا: میں بھی مضر ہی ہوں، ورنہ حادینا فسمنا حادیکہ فاتینا کمر ہمارا حدی خواں کچھ ست ہو گیا، ہم نے تمہارے حدی سر کی آواز سنی تو پاس آ گئے۔  
یحییٰ ابن جعدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگوں سے ملے جو سوار تھے پوچھا **مَنْ الْقَوْمُ؟** (تم لوگ کس قبیلے سے ہو؟) انھوں نے جواب دیا: **مَضْرِي** آنحضرتؐ نے فرمایا: **وَأَنَا مِنْ مَضْرٍ** (میں بھی مضر ہی ہوں) انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم ایک ایک جا نوریری کئی سوار ہیں اور بجز دو اسوروں کے ہمارے پاس کوئی توشہ سفر بھی نہیں، آنحضرتؐ نے جواب دیا: **وَمِنْ دَرَاكٍ مَا لَنَا زَادٌ إِلَّا السُّودَانُ التَّمْرُ وَالْمَاءُ** (ہم بھی اسی حال میں ہیں ہمارے پاس بھی بجز دونوں اسود یعنی چھوڑے اور پانی کے اور کوئی توشہ نہیں)

طاؤس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے کہ ایک حدی سر کی آواز سنائی دی، آپ اسی آواز کی سمت ہوئے اور ان لوگوں کے پاس آ گئے، قریب پہنچ کے فرمایا: ہمارا حدی سر اسنت ہو گیا تھا، ہم نے تمہارے حدی سر کی آواز سنی یہی سننے کے لئے ہم یہاں آئے ہیں۔ پھر کچھ وقفے کے بعد پوچھا: تم لوگ کون ہو؟ جواب ملا: **مَضْرِي** فرمایا: میں بھی مضر ہی ہوں، ان لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! پہلے پہل جس نے حدی سر کی آواز سنی اس کا واقعہ یوں ہے کہ ایک فرد مسافر نے حالت سفر میں اپنے غلام کے ہاتھ پر اس زور سے ڈنڈا مارا کہ اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا، غلام اس حالت میں اونٹ کو چلا رہا تھا اور کہتا جاتا تھا: **وَأَيْدَانِي وَأَيْدَانِي هَيْبَا هَيْبَا**، اس آواز سے اونٹ چلنے لگے۔

۱۔ عربی محاورے میں چھوڑے اور پانی کو **السُّودَانُ** کہتے ہیں، یعنی دونوں اسو وہاں اسود کے معنی سیاہ کے نہیں ہیں بلکہ عظیم و جلیل کے ہیں، کہ حیات انسانی کے لئے اہل عرب اب وخرما کو اعظم ایشیا سمجھتے تھے، لطیف پانی کو اسی بنا پر (سُود) بھی کہتے تھے۔  
۲۔ **وَأَيْدَاهُ وَأَيْدَاهُ** کے معنی ہیں: ہائے ہاتھ ہائے ہاتھ۔ اور **هَيْبَا هَيْبَا** اونٹ چلانے کے لئے کہتے ہیں یعنی: چل چل۔

یحییٰ بن جابر بن بعض صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف تالیفیت حاصل تھا، کہتے ہیں کہ قبیلہ بنی فہیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کے کہا کہ: یا حضرت آپ تو ہم میں سے ہیں۔ آپ نے فرمایا: (حضرت) جبرئیل مجھے خبر دیتے ہیں کہ میں قبیلہ مضر کا ایک فرد ہوں۔

حذیفہؓ نے باتوں باتوں میں قبیلہ مضر کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا:

سرورِ فرزندانِ آدمؑ تو تم ہی میں سے ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ زہری کا بیان ہے کہ قبیلہ کندہ کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا جس کے ارکان و اعضاء میں کی نقش چادروں کے بنے ہوئے جیسے پہنے تھے ارکان کی جلیوں اور استیوں کے جانیے دیا کے تھے۔

آنحضرتؐ نے استفسار فرمایا: کیا تم لوگ مسلمان نہیں ہو و فدے کہا: بے شک ہم مسلمان ہیں۔ فرمایا: تو پھر اسے (ریشیں جانیے کو) نکال ڈالو۔ ان لوگوں نے جیسے آمارو پیے باتوں باتوں میں عرض کی، آپ لوگ کہ فرزندانِ عبد مناف ہیں اسکل الصداق (بادشاہ) کی اولاد ہیں حضرتؐ نے فرمایا: حلسہ نسب کے متعلق جہاں ابو سفیان سے گفتگو کرو انہوں نے کہا: ہم تو بجز آپ کے اور کسی سے یہ باتیں کرنے کے نہیں، آنحضرتؐ نے جواب دیا: تو ہم فرزندانِ نضر بن کنانہ بھی نہ اپنی ماں کو چھوڑنے والے ہیں اور نہ کسی خیر کو اپنا باپ بنانے والے ہیں۔

ابن شہابؓ کا بیان ہے کہ قبیلہ کندہ کا وفد جب مدینہ میں حاضر ہوا تو اعضاء و فداں زخم میں تھے کہ بنی ہاشم انہیں کے سلسلہ نسب میں منگوا لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ ہم فرزندانِ نضر بن کنانہ اپنی ماں کو ہرگز چھوڑتے نہیں، اور کسی خیر کو ہرگز اپنا باپ بناتے نہیں۔

ابو ذؤبیبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں عرض کیا گیا کہ یہاں قبیلہ کندہ کے کچھ لوگ ہیں جن کو گمان ہے کہ حضرتؐ انہیں کے

سے تمہارے جلیوں اور استیوں پر دیا جو ایک قسم کار میں کپڑا ہے، لینے ہوئے تھے۔



سلسلے میں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واقعہ یہ ہے کہ عباس بن عبدالمطلب اور ابوسفیان مین میں یہ اس لئے کہتے تھے کہ وہاں شہر سے محفوظ رہیں، ورنہ پناہ سجدہ کہ ہم اپنی ماں کو زانیہ قرار دیں یا اپنے باپ کو چھوڑ دیں، ہم فرزندانِ نضر ابن کنانہ ہیں جس نے اس کے خلاف کہا وہ جھوٹ بولا۔

اشعث بن نہیں سے روایت ہے کہ قبیلہ کندہ کے وفد میں میں بھی جناب نبویؐ میں حاضر ہوا تھا، فدکیہ رائے نہ تھی کہ میں ان سب میں افضل ہوں (تاہم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے عرض کی: یا حضرت! ہم سب کو گمان ہے کہ آپ ہم میں سے ہیں! آنحضرتؐ نے فرمایا: ہم لوگ نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں، ہم نہ اپنی ماں کو چھوڑ سکتے ہیں نہ اپنے باپ سے بے تعلق ہو سکتے ہیں، اشعث نے اس سے یہ سن کے عرض کی: اگر کسی کو میں نے سنا کہ قریش کو نضر بن کنانہ کے سلسلے سے الگ کرتا ہے تو میں اس کو تازیانے لگاؤں گا (حد ماروں گا)۔

عمر بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں محمد بن عبد اللہ ہوں یہ کہنے نضر بن کنانہ تک اپنے سلسلہ نسب کی تشریح فرمائی اور پھر ارشاد ہوا: اب جس نے اس کے خلاف کہا وہ جھوٹ بولا۔

قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور آیا زبردگیر ہوا تھا کہ لڑنے کا حضرت نے فرمایا: ہذون علیک (ظہیمان رکھ گھبرائیں) خافی لست بملک (میں کوئی فرشتہ نہیں ہوں) انما آنا ابن امراؤ من قریش کانت تامل القادیل (میں تو اصل میں ایک ایسی قریشی کا بیٹا ہوں جو قدید سوکھا گوشت کھاتی تھی)۔

ابو مالک سے روایت ہے کہ قریش بھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واسط النبیؐ تھے قریش کے جتنے خالواد سے تھے (دور و نزدیک) سب کے ساتھ یکجہدی ہونے کا ارادہ تھا، اللہ تعالیٰ نے (بطور اتمامِ حجت) فرمایا: قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة في القربى

یعنی یہ اعتبار سلسلہ نبویؐ پر ایک قبیلے کے ساتھ کچھ نہ کچھ آپ کا قرابتی تعلق تھا۔ ہم عرب میں باوصف اس کے کہ رشتہ داریوں کا نہایت پاس و لحاظ رہی تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسٹائی ایزادیتے تھے۔



یعنی اسے پیغمبر! ان سے کہہ کہ جو پیغام الہی میں تمہیں سننا تاہوں اور جس دین کی دعوت دیتا ہوں اس پر کسی اجر و منت کا خواست نہ کرنا، میں تو صرف اتنا چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ (بھی) پاس قرابت طحطا رکھو اور مجھے محفوظا رہنے دو شعبی کہتے ہیں، آیت قل لا اسألكم عليه اجرا الا المودة فی القربی کی تفسیر میں ہم لوگوں سے بہترے سوالات و اعتراضات کئے گئے، آخر تحریراً حضرت عبداللہ ابن عباس سے رجوع کیا گیا جنہوں نے جواب میں لکھا کہ قریش بھرمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واسطہ النسب تھے قریش کا کوئی خانوادہ ایسا نہ تھا جو آنحضرت سے یکجہدی کا رشتہ نہ رکھتا ہو، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان سے کہہ کہ میں توجہ کی جو دعوت تمہیں دے رہا ہوں اس پر کسی اجر اور صلے کا طلبکار نہیں، میں تو اتنی سی بات کا طلبکار ہوں کہ یہ لحاظ رشتہ داری میرے ساتھ بھی الفت و مودت سے پیش آؤ اور اس بات میں میرا خیال رکھو۔

عزرو بن ابی زائدہ کہتے ہیں کہ میں نے قل لا اسألكم عليه اجرا الا المودة فی القربی کی تفسیر میں عکرمہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ قریش میں کم کوئی خاندان ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آبائی و اجدادی رشتہ نہ رکھتا ہو، اسی لئے فرمایا کہ جو دین صلیف لے کے میں آیا ہوں اگر اس کا خیال نہیں کرتے تو میری قرابت ہی کا خیال کرو۔

سعید بن جبیر نے قل لا اسألكم عليه اجرا الا المودة فی القربی کا مطلب بیان کیا کہ: یہ لحاظ اس قرابت کے جو میرے اور تمہارے درمیان ہے صلہ رحم کا برتاؤ کرو۔

ابو اسحاق براء بن عازب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے غزوہ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا،  
 اَنَا النَّبِيُّ لَا يَحْدِثُ

(میں پیغمبر ہوں اس میں کچھ جھوٹ نہیں)

اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

(میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ پوتا ہوں)

ابن عباس سے آیت و تقلبات فی الساجدین (اے پیغمبر تجھے سجدہ گزاروں میں پلٹے رہے) کی تفسیر میں روایت ہے کہ ایک پیغمبر سے دوسرے پیغمبر اور دوسرے پیغمبر سے تیسرے پیغمبر کی پشت میں خدا تجھ کو منتقل کرتا رہا۔ تا آنکہ خود تجھے پیغمبری عطا فرمائے مبعوث کیا۔

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبی آدم پر قرناً بعد قرن جو زمانے گزرے ہیں میری بعثت ان سب میں بہترین قرن میں ہوتی رہی تا آنکہ اس قرن میں مبعوث ہوا جس میں ہوں۔

قتادہ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کوئی پیغمبر مبعوث کرنا چاہتا ہے تو اس قبیلے میں سے انتخاب کرتا ہے جو بہترین اہل زمین ہو پھر اس میں جو سب سے اچھا شخص ہوتا ہے اسی کو پیغمبر بنا کے بھیجتا ہے۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کن کن پیغمبروں کی اولاد میں تھے

### (۱) حضرت آدم

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ آدم کی اولاد میں اور آدم نبی سے پیدا ہوئے۔  
سعید بن جبیر کہتے ہیں: آدم ایک ایسی زمین سے پیدا ہوئے جسے وحار کہتے ہیں۔

لے۔ وحار۔ فرازم تفع ادنچی زمین۔

ابو حصین سے سعید بن جبیر نے استفسار کیا، تم جانتے ہو کہ آدم کا نام آدم کیوں پڑا؟۔ آدم کا نام آدم یوں پڑا کہ وہ ادم ارض (روئے زمین، سطح زمین) سے پیدا ہوئے تھے۔

ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدم کو ایک مشت خاک سے پیدا کیا تھا جو تمام زمین سے لی تھی، یہی باعث ہے کہ فرزدان آدم میں اسی خاک کا اندازہ تقابم رہا کہ ان میں سرخ بھی، سفید بھی ہیں، سیاہ بھی ہیں، درمیانی رنگ کے بھی ہیں، سبیل بھی ہیں، حزن بھی یہاں، خبیث بھی اور لطیف بھی۔

ابو قتادہ کہتے ہیں، آدم ہر قسم کی ادم زمین سے پیدا ہوئے، سیاہ مٹی سے بھی، سرخ سے بھی، سفید سے بھی، حزن سے بھی، اور سبیل سے بھی، حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔ آدم کا بالائی جثہ ایک ایسی خاک سے پیدا ہوا تھا جس کی سطح مستوی تھی۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں، آدم کا نام آدم اس لئے پڑا کہ وہ ادم زمین سے پیدا ہوئے تھے، اور انسان اس لئے نامزد ہوئے کہ ان پر نیان عارض ہوا۔

عبداللہ بن سعود کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو بھیجا جس نے ادم زمین کے ہر جزو شیرین و شور سے مٹی لی، اللہ تعالیٰ نے اسی مٹی سے آدم کو پیدا کیا، جس کو زمین شیریں (عمدہ مٹی) سے پیدا کیا ہے وہ بہشت میں جانے والا ہے، چاہے کافر ہی کی اولاد کیوں نہ ہو، اور جسے زمین شور (کھاری یا رتیلی مٹی) سے پیدا کیا ہے وہ دوزخ میں جانے والا ہے، خواہ پارسا زادہ ہی کیوں نہ ہو، اسی باعث ابلیس نے کہا تھا، کیا میں اس کا سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے؟ کیوں کہ ابلیس ہی تو یہ مٹی لایا تھا، آدم کا نام آدم اس لئے پڑا کہ وہ ادم زمین سے پیدا ہوئے تھے۔

انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لہ۔ حزن، وہ زمین جو غلیظ ہو، اور سبیل جو ایسی نہ ہو، اور انسانوں میں حزن غلیظ الطبع کو اور سبیل لطیف المزاج کو کہیں گے۔



اللہ تعالیٰ نے جب آدمؑ کی صورت گہری کی تو جب تک چاہا اس کا لبد کو پڑا رہنے دیا،  
ابلیس اس کے ارد گرد پھیرا کرتا تھا جب دیکھا کہ اس کے اندر جو ف ہے تو جان لیا کہ  
یہ مخلوق مستقیم نہ رہے گی۔

سلمان فارسی یا ابن مسعود کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ چالیس رات یا چالیس دن  
تک آدمؑ کی مٹی کا خمیر اٹھاتا رہا، پھر اس پر اپنا ہاتھ مارا تو پاک و طیب مٹی دلیخے ہاتھ  
میں آگئی اور ناپاک و خبیث دوسرے ہاتھ میں پھر دونوں کو خلط ملط کر دیا یہی بات  
ہے زندہ کو مردے سے نکالتا ہے اور مردے کو زندے سے۔

عبداللہ بن الحارث سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔

دہب بن مندبہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جیسا چاہا اور جس سے چاہا  
بنی آدمؑ کو پیدا کیا، اسی کی تخلیق کے مطابق بنی آدمؑ کی تکوین ہوئی وہ کتنا اچھا  
بارکلت بہترین خالق ہے اس نے مٹی اور پانی سے بنی آدمؑ کو بنایا، اسی سے گوشت  
خون بال ہڈیاں اور جسم سب کچھ بنا، یہی فرزند آدمؑ کی ابتدائی آفرینش ہے  
جس سے وہ پیدا ہوا، بعدہ اس میں سانس پھونکی جس کی بدولت وہ اٹھتا ہے  
بیٹھتا ہے، سنا ہے، دیکھتا ہے، چار پائے جو کچھ جانتے ہیں اور جس سے بچتے  
ہیں وہ بھی سب کچھ جانتا اور ان سب سے بچتا ہے، پھر اس میں جان ڈالی کہ اسی  
کے باعث حق و باطل و ہدایت و گمراہی میں وہ امتیاز کر سکا، اسی کے طفیل میں بچتا ہے  
اگے بڑھتا ہے، ترقی کرتا ہے، چھپتا ہے، لیکھتا ہے، تعلیم حاصل کرتا ہے، اور جتنے امور  
ہیں سب کی تدبیر و تنظیم میں منہمک ہوتا ہے۔

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
اللہ تعالیٰ نے جب آدمؑ کو پیدا کیا تو ان کی نیت پر ہاتھ پھیرا جس سے تمام متنفس  
کہ قیامت تک خدا انہیں پیدا کرتا رہے گا، گرے اور نکلے ان میں جو انسان تھے  
پہر ایک کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور کی ایک چمک پیدا کر دی، اور پھر  
ان کو آدمؑ پر پیش کیا۔

آدمؑ نے پوچھا: یارب! یہ کون لوگ ہیں؟



جواب ملا: یہ میری اولاد و ذریعہ ہیں۔

ان میں سے ایک شخص کی دونوں آنکھوں کے درمیان جو نور تھا آدم کو  
بھلا معلوم ہوا، پوچھا:

یارب! یہ کون ہے؟

جواب ملا: یہ بھی میری اولاد ہے، آخر میں جو قومیں ہوں گی انہیں میں یہ  
ہوگا اور اس کو داؤد کہیں گے۔

آدم نے پھر پوچھا: یارب! اس کی عمر کتنی ہے؟

فرمایا: ساٹھ برس

آدم نے کہا: میری عمر میں سے چالیس برس لے کے اس کی عمر بڑھا دے  
فرمایا: اس صورت میں یہ بات لکھ جائے گی کہ ہر جو جائے گی اور اس میں تغیر نہ ہوگا۔  
جب آدم کی عمر پوری ہوگئی تو فرشتہ موت روح قبض کرنے آیا، آدم  
نے تعجب کیا کہ ہائیں ابھی تو میری زندگی میں چالیس برس باقی ہیں۔

فرشتہ موت نے کہا: کیا یہ عمر آپ نے اپنے فرزند داؤد کو، نہیں  
دے دی تھی؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: آدم نے انکار کیا تو ان کی اولاد نے بھی  
انکار کیا، آدم بھولے تو ان کی اولاد بھی بھولی، آدم نے غلطی کی تو ان کی اولاد  
بھی غلط کار ہوئی۔

ابن عباس کہتے ہیں: جب قرض کی آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ پہلے پہل آدم علیہ السلام ہی عکسے تھے۔  
اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کی لہنت پر ہاتھ پھیر کے نل آدم  
ظاہر فرمائی اور آدم پر ان سب کو پیش کیا، انہیں میں آدم کو ایک و منیٰ اخلقتہ  
و روشن آدمی نظر پڑا، پوچھا:

یارب! میری اولاد میں یہ کون ہے۔

فرمایا: یہ تیرا بیٹا داؤد ہے۔

پھر پوچھا: اس کی عمر کتنی ہے؟

فرمایا، ساٹھ برس۔  
 عرض کی: یارب اس کی عمر زیادہ کر،  
 فرمایا: نہیں، البتہ اگر تو چاہے تو اپنی عمر میں سے دے کے اس کی زندگی  
 بڑھا سکتا ہے۔  
 آدمؑ کی زندگی ایک ہزار سال مقدر تھی، عرض کی:  
 یارب میری ہی مدت حیات میں سے لے کے اس کی زندگی بڑھا دے،  
 اللہ تعالیٰ نے واؤدؑ کی عمر میں چالیس برس بڑھا دیے۔ آدمؑ پر تمام حجت  
 کے لئے ایک وثیقہ بھی موشق کر لیا جس پر فرشتوں سے گواہیاں کرائیں، جب  
 آدمؑ کا آخری وقت آیا، نزع روح کے لئے، فرشتے پہنچے تو آدمؑ نے کہا:  
 ابھی تو میری زندگی کے چالیس برس باقی ہیں،  
 فرشتوں نے بتایا کہ تو نے یہ مدت اپنے فرزند واؤدؑ کو دے دی تھی، آدمؑ  
 نے جناب الہی میں عرض کی:

یارب میں نے تو ایسا نہیں کیا تھا،  
 اس نکر نے یر خدا نے وہ وثیقہ آدمؑ کے پاس بھیج کے حجت قائم کی، مگر  
 خود ہی پھر آدمؑ کے ہزار برس پورے کر دیے اور واؤدؑ کو بھی پورے سو برس دیے۔  
 سعید بن جبیر جو ابوالعلاء عبداللہ بن عباسؓ آیت واذا اخذنا دہلیک من نبی  
 آدمؑ من ظہورہم ذمنا یا تمہم وانشہم احد علی انفسہم صم الست  
 بریکم؟ قالوا بلی، شہدنا (وہ واقعہ یاد کر جب تیرے پروردگار نے نبی آدمؑ  
 کی پشتوں سے ان کی نسلیں نکالیں اور خود ان پر انھیں گوشا بدٹھیرایا، کہ آیا میں  
 تمہارا پروردگار نہیں؟ سب نے کہا: بے شبہہ تو ہی ہمارا پروردگار ہے اور ہم  
 اس کے شاہد ہیں) کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی پشت چھوئی  
 تھی جس سے وہ تمام تنفس برآمد ہوئے تھے کہ تاروز قیامت خدا انھیں پیدا  
 کرتا رہے گا، یہ واقعہ اسی مقام نعان میں پیش آیا تھا جو کہ عرفات کے  
 ادرہ ہے، خدا نے الست بریکم؟ کہ کے سب سے عہد و پیمانہ لیتے، سب نے  
 جواب میں بلی شہدنا کہا۔

ابن عباسؓ دوسری روایت میں کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اسی مقام  
نعان میں آدمؑ کی پشت پر ہاتھ پھیر کے وہ تمام متنفس نکالے تھے جنھیں روز قیامت  
تک پیدا کرتا رہے گا پھر ان سب سے عہد لیا تھا۔ اتنا کہ ابن عباسؓ نے یہ آیت  
پڑھی: **وَإِذَا خَلَا بِرَبِّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ**  
**اللَّهُمَّ عَلِيَّ انْفُسِهِمُ: السُّتُ بَرَكْتُمْ؟** قالوا: بلى شہدنا، ان  
تقولوا يوم القيامة انالنا عن هذا غافلين او تقولوا انما اشرك  
اباؤنا من قبل اوہ واقعہ یاد کر جب تیرے پروردگار نے بنی آدم کی پشتوں سے  
ان کی نسیں نکالیں اور خود انھیں کو ان پر شاہد ٹھہرا کے پوچھا تھا: کیا میں تمہارا  
پروردگار نہیں؟ سب نے جواب دیا تھا، بے شبہہ تو ہمارا پروردگار ہے ہم اس پر  
شاہد ہیں۔ یہ اس لئے ہوا کہ قیامت کے دن تم لوگ یہ نہ کہہ سکو کہ ہم تو اس سے  
غافل تھے، یا یہ کہو کہ پہلے تو ہمارے بزرگ ہی شرک میں مبتلا ہوئے تھے۔

ابن عباسؓ سے تیسری روایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو ایک اونچے  
پیشے پر پیدا کر کے ان کی پیٹھ چھوئی تو وہ تمام متنفس نکال لئے جنھیں قیامت تک  
پیدا کرتا رہے گا۔ سب سے خطاب کیا: آیا میں تمہارا پروردگار نہیں؟ سب نے عرض کی:  
بے شبہہ تو ہمارا پروردگار ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی کے متعلق فرماتا ہے: ہم نے یہ بات  
مشاہدہ کر لی کہ ایسا نہ ہو تم قیامت کے دن یہ کہو کہ ہم تو اس سے غافل تھے۔ سعید  
ابن جبیر کہتے ہیں: اہل علم کی ماٹے یہ ہے کہ بنی آدمؑ سے اسی دن تیناق بیا گیا تھا۔

ابولہبؓ بن عبدالمنفذ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا: جسے کا دن تمام دنوں کا سردار اور خدا کے نزدیک سب سے بڑا دن ہے،  
اللہ تعالیٰ نے اسی دن آدمؑ کو پیدا کیا، اسی دن پر اتارا، اور اسی دن آدمؑ

کو وفات دی۔  
عبداللہ بن سلام کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو بیٹے کے آخری وقتوں  
میں پیدا کیا تھا۔

سلمان فارسی کہتے ہیں: پہلے پہل آدمؑ کا سر پیدا ہوا، پھر جبہ پیدا ہونے لگا  
جسے پیدا ہونے آدمؑ خود دیکھ رہے تھے، عصر کے وقت تک دونوں پاؤں باقی رہے تھے



یہ دیکھ کے آدمؑ نے کہا: اے رات کے پروردگار: جلدی کر، کیونکہ رات اُٹی جاتی ہے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وخلق الانسان سَجُوداً (انسان جلد باز پیدا ہوا)۔  
 قتادہؒ آیت من طین کی تفسیر میں کہتے ہیں: آدمؑ مٹی سے نکالے گئے۔  
 آیت انشأناہ خلقاً اخر (ہم نے اُس کو دوسری خلقت کر کے نشوونما دی) کی تفسیر میں قتادہؒ کہتے ہیں کہ بغیر اہل علم تو اس کا مطلب بال اکت بتاتے ہیں یعنی سیرۃ خطا اور بعض اس سے نفع روح مراد لیتے ہیں۔

عبدالرحمن بن قتادہ التلمی کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں معدود ہیں کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کر کے مخلوقات کو ان کی پشت سے نکالا، پھر کہا: یہ بہشت میں جائیں گے اور مجھے کچھ پروا نہیں اور یہ دوزخ میں جائیں گے اور مجھے کچھ پروا نہیں۔ حاضرین میں ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یہی بات ہے تو پھر ہم عمل کس بنا پر کریں؟ فرمایا، مواقع تقدیر کی بنا پر عمل کرو۔

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: پہلے پہل آدمؑ کی آنکھ اور ناک کے نتھنوں میں جان پڑی جب سارے جسم میں روح پھیل گئی تو آدمؑ کو چھینک آئی، اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد کرنے کی تلقین کی تو آدمؑ نے خدا کی حمد کی اور جواب میں خدا نے کہا:  
 رَحِمْتُكَ وَتَلَبَّثْتُ بِرَبِّكَ (تجھ پر میرے پروردگار کی رحمت) پھر فرمایا: یہ لوگ (ارواح) جو سامنے ہیں انھیں پاس جا کے کہ: سَلَامٌ عَلَيْكُمْ دیکھو تو وہ کیا جواب دیتے ہیں آدمؑ سلام کر کے جناب الہی میں داخل ہوئے تو باد صفا اس کے کہ خدا خوب واقف تھا اگر اُس نے پوچھا: انھوں نے تجھے کیا جواب دیا؟ آدمؑ نے عرض کی: انھوں نے مجھے یہ جواب دیا: وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ الرَّشَادُ سَواء: یہ تیرا اور تیری ذریعات کا سلام ہے۔

عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں: آدمؑ کے جسم میں روح پھونکی گئی تو انھیں چھینک آئی، اس حالت میں انھوں نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: بِرَحِمَتِكَ وَتَلَبَّثْتُ بِرَبِّكَ (تجھ پر خدا کی رحمت نازل ہو) یہ بیان کر کے ابن عباسؓ نے کہا: خدا کی رحمت اُس کے غضب سے بڑھ گئی۔



عبداللہ بن عباس دوسری روایت میں کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جب آدم کو پیدا کیا تو ان کا سر آسمان کو چھو رہا تھا، آخر اللہ تعالیٰ نے بالاستقلال ان کو زمین پر ثبات عنایت فرمائی، تا آن کہ ان کا قد گھٹ کے ساتھ ہاتھ رہ گیا اور عرض میں سات ہاتھ رہا۔

ابی بن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدم اتنے بلند بالا انسان تھے کہ گویا ایک طویل درخت خرما پوسہ میں بال بہت تھے، جب اخطا کی تو وہ چیز دکھائی جو چھپانے کے قابل تھی، پہلے یہ آدم کو نظر نہ آئی تھی یہ واقعہ بہشت کا ہے جہاں اسے دیکھتے ہی آدم بھاگ چلے تھے کہ ایک درخت نے الجھا لیا، آدم نے کہا: مجھے چھوڑو، درخت نے جواب دیا: میں تو چھوڑنے کا نہیں پروردگار نے ندا دی: آدم! کیا تو مجھ سے بھاگتا ہے؟ عرض کی: یارب تجھ سے مجھے شرم آئی۔ ابی بن کعب سے ایک دوسری غیر مرفوع روایت بھی انہیں معنوں

میں ہے۔ ابی بن کعب سے ایک تیسری روایت یہ ہے کہ آدم دراز قد گندم گوں جھنڈے بالوں کے تھے، جیسے ایک بڑا درخت خرما ہو۔

سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہشت میں اہل جنت اس حالت میں داخل ہوں گے کہ رہنہ آہرہ (بے ریش و برت) گھونگر والے سرگین چشم، ۳۳ برس کی عمر کے ہوں گے، جیسے آدم تھے جسم ساتھ ہاتھ لانا اور سات ہاتھ چوڑا ہوگا۔

حسن بصری کہتے ہیں: آدم تین سو برس تک بہشت کے لئے روتے رہے۔ ابو ذر غفاری کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امتفسا کر کیا: سب سے پہلے نبی کون تھے؟ فرمایا: آدم؛ میں نے کہا: کیا وہ نبی تھے؟ فرمایا: ہاں، وہ نبی تھے، خدا ان سے کلام کرتا تھا۔ میں نے پوچھا: تو رسول کہتے ہیں؟ فرمایا: سو پندارہ ایک بڑی جامعیت ہے۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ ابن عباس بیان کرتے ہیں: آدم کے چار اولاد تھے ایک بطن سے ایک لڑکا ایک لڑکی، دوسرے بطن سے دوسرا لڑکا اور دوسری لڑکی، یہ سب

تو ام پیدا ہوئے تھے، ایک لڑکا کا کاشتکار تھا اور دوسرے کے پاس بھیڑ بکریاں  
تھیں، کاشتکار کی بہن خوشرو اور چرواہے کی بد شکل تھی، کاشتکار کہتا تھا: میری  
خوشرو بہن میرے ہی لئے بنایا ہے، اور چرواہا کہتا تھا: میں اس کا سختی ہوں۔  
گفتگو بڑھی، چرواہے نے کہا: جیسا کہ تو اس کی خوشروئی کے باعث اپنے  
ہی لئے اسے مخصوص کرنا چاہتا ہے، اچھا، میں اور تو دونوں قربانی کریں  
(بھینٹ چڑھائیں) تیری قربانی قبول ہو تو اس کا سختی تو ہے اور میری قبول ہو تو  
میں چرواہا ایک بڑی آنکھوں والا بڑے مضبوط سینگوں کا مینڈھا لایا اور کاشتکار  
کھانے کی چیزیں مینڈھا مقبول ہوا اور کاشتکار کی قربانی یوں ہی رہ گئی،  
اللہ تعالیٰ نے اس مینڈھے کو چالیس برس تک بہشت میں رکھا اور یہ وہی مینڈھا  
ہے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (اپنے فرزند حضرت اسماعیل کے بدلے)  
ذبح کیا تھا، کاشتکار نے بات بنتی نہ دیکھی تو بچہ کے چرواہے سے کہا:  
لَا قَتَلْتَنِي (میں تجھ کو قتل کر ڈالوں گا) چرواہے نے جواب دیا: لَنْ يَسْطُرَ  
إِلَيْكَ يَدَاكَ لَتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِسَلِيْدِي إِلَيْكَ لَا قَتَلْتُكَ (تو نے اگر مجھے  
قتل کرنے کے لئے دست درازی کی تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہ بڑھاؤں گا)  
یہ آیت کلام اللہ میں موجود ہے اور اس کا آخری منقطع ہے وذلك جزاء  
الظالمين۔ بہر حال کاشتکار نے اپنے بھائی کو قتل کر ڈالا۔ آدم کی تمام کافر  
اولاد اسی کافر ہے۔

۱۱ | ابن عباس کہتے تھے: آدم اپنی اولاد میں اس بلن کے لڑکے کو اس بلن کی لڑکی سے  
اور اس بلن کے لڑکے کو اس بلن کی لڑکی سے منسوب کرتے تھے (یہاں بتے تھے)۔

ابن بن کعب کا بیان ہے: جب آدم کے احتضار کا وقت آیا تو لڑکوں سے کہا: میرے لیے  
بہشتی میوے تلاش کرو، میرا جی چاہتا ہے، لڑکے اسی حالت بیماری میں بہشتی میوے تلاش کرنے نکلے،  
ناگاہ فرشتگان جناب الہی سے آمنا سامنا ہوا جنہوں نے دریافت کیا: فرزند آدم! کس کی  
جستجو میں ہو؟ جواب دیا: بہشتی میوے کو والد کا جی چاہتا ہے، ہم اس کی تلاش میں ہیں۔  
فرشتوں نے کہا: واپس جاؤ کہ جو ہوتا تھا ہو گیا۔ یہاں پہنچے آدم کی جان اکل چکی تھی، فرشتوں  
نے انہیں لے کے غسل دیا، خوشبو لگائی، کفن پہنایا، قبر کھودی، الحمد للہ،

ایک فرشتے نے بڑھ کے امامت کی، نماز جنازہ پڑھائی، باقی فرشتے مقتدی بنے، بنی آدم کی صف ان سب کے پیچھے تھی قبر میں لاش دفن کر دی مٹی برابر کی، اور کہا، اسے فرزدان آدم، یہی تمہاری راہ ہے اور یہی تمہارا طریقہ۔

ابی بن کعب ایک دوسری روایت میں کہتے ہیں، آدم کے سکرات کا وقت آیا تو اپنے لڑکوں سے کہا: جاؤ اور میرے لئے بہشتی میوے جن لاؤ، لڑکے نکلے تھے کہ فرشتے ملے، پوچھا: کہاں چلے؟ لڑکوں نے کہا: والد نے بھیجا ہے کہ ہم ان کے لئے بہشتی میوے توڑ لائیں فرشتوں نے سمجھایا کہ واپس جاؤ، کام پورا ہو گا، لڑکے فرشتوں کے ساتھ ساتھ واپس چلے تا آنکہ آدم کے پاس پہنچے، جو انے جو فرشتوں کو دیکھا تو ڈر گئیں، کھسک کے آدم سے جا لگیں۔ آدم نے کہا: ہٹ جا، تیرے ہی جانب سے مجھ پر ابتلا پیش آیا، مجھ میں اور میرے پیروں و رکنوں کے فرشتوں میں جگہ کر دے، آخر فرشتوں نے آدم کی روح قبض کر کے انہیں غسل دیا، تکھنن کی خوشبو لگائی، نماز جنازہ پڑھی، قبر کھودی، دفن کیا اور پھر کہا: فرزدان آدم! مردوں کے متعلق یہی تمہارا طریقہ ہے (یا ہونا چاہئے)۔ ابو ذر کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ آدم تین قسم کی مٹی سے پیدا ہوئے، ایک قسم کی مٹی تو سیاہ تھی، ایک سفید رنگ، اور ایک وہ جسے حضرت کہتے ہیں (یعنی ایسی زمین جو زرع درویدگی و نشوونمو قبول مدینیت کی صلاحیت رکھتی ہو)۔

خالد الحداد جن کی کنیت ابو منازل تھی، کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نخل کے حلقہ، اہل علم میں آیا تو ان لوگوں کو کہتے ہوئے سنا کہ (آدم کے متعلق) حجت یہ کہتے ہیں۔ میں حسن سے ط اور نل کے کہا: ابو سعید! یہ تو کہئے، آدم، آسمان کے لئے پیدا ہوئے تھے یا زمین کے لیے؟ جواب دیا: ابو منازل! یہ کیا سوال ہے؟ ظاہر ہے کہ آدم زمین کے لیے پیدا ہوئے تھے۔ میں نے کہا: آپ کی رائے میں اگر وہ ضبط کرتے اور درخت کا پھل نہ کھاتے تو؟ جواب دیا: تو بھی پیدا تو وہ زمین کے لئے ہوئے تھے کیونکہ کھاتے،

۱۔ کنیت ابو سعید اور نام حسن بن ابی الحسن النہری۔



چارہ کیا تھا۔

۱۲

جدہ بن ہبیرہ کہتے ہیں: وہ درخت جس نے آدم کو مبتلائے فتنہ کیا آزمائش میں ڈالا، انکوڑ کا درخت تھا جو بنی آدم کے لئے بھی موجب فتنہ ہے۔

زیاد سے جو مصعب کے آزا غلام تھے اور جعفر بن ربیعہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا آدم پیغمبر تھے یا فرشتہ؟ فرمایا پیغمبر تھے، خدا ان سے کلام کیا کرتا تھا۔

عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان جتنے ہیں آدم و حوا کی اولاد ہیں جیسے تولنے میں ڈنڈی مارنے سے اتنا بجا لیا کہ نہیں کہ پورے وزن کی تو فرکے ٹیکس ویسے ہی یاں بھی نیسی اضافات سے آتس مساوات میں فرق نہیں آسکتا جو ایک ماں باپ کی اولاد ہونے کے باعث تمام نوع انسان پر مثال ہے (کطف الصاع لن یصلوا) قیامت کے دن خدا تمہارے حسب و نسب کو نہ پوچھے گا، خدا کے نزدیک تو سب میں شریف و بزرگ وہی ہے جو تم سب میں زیادہ مستحق و پارسا ہو۔

## مفضل وقت

ابن عباس کہتے ہیں: آدم نماز ظہر و عصر کے ماہین بہشت سے زمین پر اتارے گئے، بہشت میں ان کا زمانہ قیام نصف دن تھا، اس دن کا حساب آخرت کے دنوں میں ہے، نصف دن کے پانچ سو برس ہوئے، پھر دن بارہ گھنٹے کا، اہل دنیا کے حساب سے ایک دن کے ایک ہزار برس ہوتے ہیں۔

آدم ہندوستان کے ایک پہاڑ پر اتارے گئے جس کو نود کہتے تھے اور حوا جد میں آریں آدم اترے تو ان کے ساتھ بہشتی ہوا بھی تھی جس کے درختوں اور وادیوں میں لگنے سے تمام خوشبو ہی خوشبو بھر گئی یہ آدم علیہ السلام ہی کی ہوا تھی جس سے خوشبو پھیلی اور جس کے باعث ہندوستان خوشبو کا مستقر ہے کہ وہیں سے



خوشبو لاتے ہیں۔

کہتے ہیں: بہشت سے آدم کے ساتھ درخت اُترا، حجر اسود بھی اُترا جو برف سے زیادہ سفید تھا، عصائے موسیٰ بھی اُترا جو بڑھی درخت اُس کی لکڑی کا تھا، یہ دس ہاتھ کا لانا تھا جتنے خود حضرت موسیٰ علیہ السلام لائے تھے، مُرّ و لوبان (لبان) بھی بہشت ہی سے حضرت آدم کے ساتھ اتارے گئے، بعد کو سندان (علاۃ) ہتھوڑا (مِطْرَقَة) سنسٹی (کلبتان) یہ سب بھی ان کے پاس بھیجے گئے۔ کوہ نوذرب آدم کا ہبوط ہوا تو پہاڑ پر لوہے کی ایک شاخ دیکھی، دیکھتے ہی کہنے لگے یہ اُس ہے درخت جو پرانے ہو کر سوکھ گئے تھے ان کی لکڑیاں ہتھوڑے مار مار کے توڑتے تھے، لکڑیاں جلا کے لوہے کی سلاح پگھلائی جس سے چھری بنائی اور یہ پہلی چیز تھی جو لوہے کی بنی، آدم اسے کام میں لایا کرتے تھے، پھر تنور بنایا جو نوح کو وراثت میں ملا، یہ وہی تنور تھا جس سے ہندوستان میں عذاب الہی نے جوش مارا تھا (یعنی طوفان آیا تھا)۔

آدم نے حج کیا تو حجر اسود کو کوہ ابوقیس پر نصب کر دیا، یہ اندھیری راتوں میں روشن رہتا تھا، جیسے چاند روشن رہتا جو اہل مکہ اس کی روشنی سے فائدہ اٹھاتے تھے (جاہلیت پھیلی تو یہ وتیرہ ہو گیا کہ) حائض عورتیں اور عس زن و مرد پہاڑ پر چڑھ چڑھ کے اسے چھوتے تھے (جو متے تھے) جس کے باعث یہ سیاہ پڑ گیا، اسلام سے چار برس پیشتر کا واقعہ ہے کہ قریش نے اس کو ابوقیس کی چوٹی سے اتار لیا اور خانہ کعبہ میں نصب کر دیا جہاں اب بھی منسوب ہے، آدم نے ہندوستان سے مکہ تک پیدل چالیں حج کئے تھے۔

جب آدم کا ہبوط ہوا ہے تو وہ اتنے دراز قامت تھے کہ ان کا سر آسمان کو لگتا تھا، یہی باعث ہے کہ ان کی پیشانی کے بال گر گئے اور یہ مرض ان کی اولاد میں بھی بطور وراثت منتقل ہوا، روئے زمین کے چار پائے ان کی دراز قامتی سے بھاگ بھاگ گئے اور اسی دن سے انسانوں سے وحشت کرنے لگے، آدم اُس پہاڑ پر گھڑے گھڑے فرشتوں کی آوازیں سنا کرتے اور بہشت کی ہوا کھایا کرتے، آخر ان کا قد گھٹ کے ساتھ گزرہ گیا اور تا برگ ہی قد با۔ آدم جیسا حین و خوشرو

ان کی اولاد میں یوسفؑ کے علاوہ اور کوئی نہ ہوا۔

انخطاط قامت کے بعد آدمؑ نے جناب الہی میں عرض کی:

یارب! میں تیرے جوار میں تھا، تیرے دیار میں تھا، بچہ تیرے نہ کوئی دوسرا  
میرا پروردگار تھا، نہ رقیب و نہ گمان کار تھا، میں بہشت میں مزے سے کھاتا تھا  
تھا اور جہاں جی چاہتا تھا رہتا تھا، آخر تو نے اس مقدس پہاڑ پر مجھے اتارا تو  
یہاں بھی میں فرشتوں کی آوازیں سنتا تھا، تیرے عرش کے ارد گرد جو گھیرے ہوئے ہیں  
ان کی کیفیت دیکھتا تھا، مجھے بہشت کی ہوا ملتی تھی اور میں اس کی خوشبو  
سوگھتا تھا، بعد کو تو نے مجھے پہاڑ پر سے زمین پر اتار دیا اور میرے قدم قامت  
کو گھسا کر ساٹھ ہاتھ کر دیا، اب وہ آواز بھی مجھ سے منقطع ہو گئی وہ منظر (نوش گزر)  
بھی نہ رہی وہ منظر بھی رخصت ہو گیا، وہ ہوائے بہشت بھی جاتی رہی۔

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا، آدمؑ! میں نے تیرے ساتھ یہ جو کچھ کیا تیری ہی  
معصیت و نافرمانی کے باعث کیا۔

اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کے ساتھ بہشت سے بھیڑ بکریوں کے اٹھ جوڑے  
بھی زمین پر اتارے تھے، جب آدمؑ و حواؑ کی برہنگی دیکھی تو ان میں سے ایک کو ذبح  
کرنے کا حکم دیا، آدمؑ نے اس کو ذبح کر کے اس کی اون لے لی، حواؑ نے اسے  
کاتا، اور دونوں مل کے اسے بننے لگے، اپنے لئے تو آدمؑ نے ایک چبہ تیار کیا  
اور حواؑ کے لئے ایک کرت اور ایک اور صنی، یہی کپڑے تھے جو دونوں نے پہنے  
آدمؑ و حواؑ کا اجتماع یوم جمع میں ہوا تھا، اسی لئے اس کا نام جمع پڑا، اور عزرات  
پر دونوں میں تعارف ہوا تھا، یہی سبب ہے کہ یہ پہاڑی عرفات کے نام سے منسوب ہوئی

## بَابِلُ وَقَابِلُ (قَائِنُ)

آدمؑ و حواؑ ثلاثی مافات میں دو سو برس تک روتے رہے چالیس دن تک

لئے، یوم جمع، ایام حج کا وہ خاص دن جس دن کہ مزدلفہ میں اجتماع ہوتا ہے۔ جمع: مزدلفہ یاد  
رکھو اس معنی میں اس لفظ پر الف و لام نہیں آتا۔

نہ کھایا نہ پیا، کھانے پینے کی نوبت ایک چلے کے بعد اُئی، اب تک کوہ نوزہی پر تھے جس پر آدم کا مہبوط ہوا تھا، سو برس تک آدمؑ حواء سے الگ تھلگ رہے سو برس کے بعد قریب گئے، تو استقرار محل ہونے پر قابیل اور اس کی بہن لہودہ کے اسی کی توأم (جڑواں) تھی پہلے بطن سے پیدا ہوئی، دوسرے بطن سے ہابیل اور ان کی بہن اقلیمہ کہ ہابیل کی توأم تھی پیدا ہوئے، بالغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ بطن اول کی تزدیج بطن ثانی سے اور بطن ثانی کی بطن اول سے کی جائے یعنی ہر بطن کے بھائی بہنوں کا آپس میں نکاح نہ ہو دوسرے بطن کے بھائی بہنوں سے ہو، قابیل کی بہن سین اور ہابیل کی بہن بدشکل تھی، آدمؑ کو جو حکم ملا تھا حواء سے بیان کر دیا، حواء نے دونوں بیٹیوں سے تذکرہ کیا، ہابیل تو راضی ہو گئے مگر قابیل نے ناخوش ہو کے کہا:

ہیں واللہ یہ بات نہیں خدائے کبھی یہ حکم نہیں دیا، یہ تو اے آدمؑ خود تیرا

حکم ہے۔

آدمؑ نے کہا: یہی بات ہے تو تم دونوں قربانی کرو اللہ تعالیٰ آسمان سے آگ نازل کرے گا، اس لڑکی کا جو مستحق ہوگا آگ اس کی قربانی کھالیگی۔

اس فیصلے پر دونوں رضامند ہوئے، ہابیل کے پاس مواشی تھے، وہ اپنی بھیڑ بکریوں میں سے قربانی کے لئے کھانے کے قابل بہترین لاس کو لے آئے اور مکھن اور دودھ بھی ساتھ لائے، قابیل زراعت پیشہ تھا اس نے اپنی زراعت کی بدترین پیداوار میں سے ایک بوجھ لیا، دونوں کوہ نوزہ پر چڑھ گئے، ساتھ ساتھ آدمؑ بھی تھے، وہاں قربانی رکھی (چڑھائی) جس کے متعلق آدمؑ نے جناب الہی میں دعا کی، قابیل نے اپنے جی میں کہا، قربانی قبول ہو یا نہ ہو مجھے یرد نہیں بہر حال میری بہن کے ساتھ ہابیل کبھی نکاح نہیں کر سکتا۔ آگ اترتی اور اس نے ہابیل کی قربانی کھائی، قابیل کی قربانی سے صاف بیج کر نکل گئی کیونکہ اس کا دل صاف نہ تھا۔ ہابیل اپنی بھیڑ بکریوں میں چلے تو قابیل نے گلے میں آ کے یہ وعید سنائی کہ میں تجھ کو مار ڈالوں گا۔

ہابیل نے پوچھا: کس لئے؟



جواب دیا: اس لئے کہ تیری قربانی قبول ہوئی، میری قربانی قبول نہ ہوئی  
مسترد ہو گئی، میری حسین و جمیل بہن تیرے تصرف میں آئی اور مجھے تیری بدر و بہن ملی،  
آج کے بعد لوگ ہی کہیں گے کہ تو مجھ سے بہتر تھا۔ ہابیل نے کہا:

۱۴

لَنْ يَبْسُطَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِسَلْطَيْدِي الْعَالَمِ  
لَقَدْ كُنْتُ أَتَى أَخَافُ اللَّهَ دَبَّ الْعَالَمِينَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ وَذَلِكَ جِزَاءُ الظَّالِمِينَ (تو نے اگر  
مجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں تجھے قتل کرنے کو اپنا ہاتھ بڑھانے  
والا نہیں کیوں کہ میں خدا کے رب العالمین سے ڈرتا ہوں، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ  
میرا گناہ بھی تجھ ہی پر پڑے اور تیرا گناہ بھی تیرے ہی سر ہو کہ تو دوزخوں میں  
شمار ہونے لگے اور ظالموں کا یہی کیفر کر دار (پاداش) ہے۔)

ہابیل کے اس قول کا کہ ”میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا گناہ بھی تجھ ہی پر پڑے“  
(اِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ) مطلب یہ ہے کہ میرا قتل گناہ ہے، میرے قتل  
کرنے سے پہلے تو جتنا گناہ گار تھا مجھے قتل کر کے اس سے بھی زیادہ گناہ گار ہو جائیگا  
لہذا میری خواہش ہے کہ یہ بوجھ بھی تیرے ہی سر پڑے۔

قابیل نے ہابیل کو قتل تو کر ڈالا مگر پھر نادم بھی ہوا، لاش میں چھوڑ دی  
دفن نہ کی، خدا نے ایک کو اسیجا جو زمین پر بیٹھی کریدنے لگا کیونکہ قابیل کو دکھانا  
مقصود تھا کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیا کرے، کیسے توپ دے، ہابیل کو اس نے  
عشا کے وقت قتل کیا تھا، دوسرے دن دیکھنے آیا تو ایک کوٹے کو دیکھا جو دوسرے  
مردہ کوٹے کو توپنے کے لئے مٹی کرید رہا ہے یہ دیکھ کے اس نے کہا: افسوس کیا میں  
اتنے سے بھی عاجز ہوں کہ اس کوٹے جیسا ہو سکوں کہ جس طرح یہ کوٹے  
کامروہ چھپا رہا ہے میں بھی اپنے بھائی کی لاش چھپا سکوں۔ آخر ہائے وائے کرنے لگا  
اور نادم ہوا۔ اب لاش کی جانب توجہ کی، بھائی کا ہاتھ پکڑا اور کوہ نوذیر سے  
نیچے اتر آیا۔

آدم نے قابیل سے کہا: جا، تو ہمیشہ مروج رہے گا، جسے دیکھے گا اسی سے  
خوف کھائے گا۔ اس دعائے بد کے بعد قابیل کی یہ حالت ہو گئی کہ خود اس کی اولاد

میں سے کوئی اس کے پاس گزرتا تو کچھ نہ کچھ اُس پر پھینک مارتا، ایک مرتبہ قابیل کا ایک اندھا بیٹا اپنے لڑکے کے ساتھ قابیل کے پاس آیا، لڑکے نے (کہ قابیل کا پوتا تھا) اپنے اندھے باپ سے کہا، یہ سامنے تیرا باپ قابیل ہے، اندھے نے قابیل کو پتھر پھینک مارا اور وہ قتل ہو گیا، اندھے کے لڑکے نے باپ سے کہا: ہاں میں تو نے اپنے باپ کو مار ڈالا۔ اندھے نے ہاتھ اٹھا کے بیٹے کو ایک ایسا تپا سچا (ملاچہ) لگایا کہ وہ بھی مر گیا، پھر خود ہی افسوس کرنے لگا کہ مجھ پر حیف ہے کہ آپ ہی اپنے باپ کی پتھر سے اور بیٹے کی پتھر سے جان لی۔

## حضرت شیثؑ

حواء جب پھر حاملہ ہوئیں تو اس بلن سے شیثؑ اور ان کی بہن عوا ورا پیدا ہوئیں، شیثؑ کا نام بہتہ اللہ پڑا جو ہابیل کے نام سے نکلا تھا کیونکہ ان کی پیدائش کے وقت جبیل نے حوا سے کہا تھا کہ ہابیل کے بدلے یہ تیرے لئے بہتہ اللہ (خدا کی دین) ہے۔ شیثؑ کو عربی میں (شث) سریانی میں 'ثثات' اور عبرانی میں 'سیت' کہتے ہیں، حضرت آدم علیہ السلام نے انھیں کو (مرتے وقت) وصیت کی تھی، جب وہ پیدا ہوئے ہیں تو آدم کی عمر اُس وقت ایک سو تیس (۱۳۰) برس تھی۔

## عبدالحارث

آدمؑ نے پھر مقاربت کی حوا، پھر حاملہ ہوئیں حل کچھ گراں نہ تھا شیطان جیسے بدل کے آیا اور کہنے لگا:  
حواء یہ تیرے شکم میں کیا ہے؟

جواب دیا: میں نہیں جانتی۔  
 اس نے کہا: عجب نہیں انھیں جانوروں میں سے کوئی جانور ہو۔  
 جواب دیا: میں نہیں جانتی۔  
 شیطان منہ پھیر کے چلا گیا، تا آنکہ جب گرانی پدیدار ہوئی تو پھیر آیا اور  
 دریافت کیا: حواء! تو اپنے آپ کو کیسا پاتی ہے؟  
 جواب دیا: میں ڈرتی ہوں کہ کہیں وہی نہ ہو جس کا تو نے مجھے خوف  
 دلایا تھا، میں اٹھنا چاہتی ہوں تو اٹھ نہیں سکتی۔  
 شیطان نے کہا: تیری کیا رائے ہے کہ میں اگر خدا سے دعا کروں کہ وہ اس  
 جنین کو تجھ سا اور آدم جیسا انسان بنا دے تو کیا تو میرے نام پر اس کا نام رکھے گی؟  
 حواء نے کہا: ہاں۔  
 شیطان تو یہ سن کے چلا گیا گرا ب حواء نے آدم کو اطلاع دی کہ ایک  
 شخص نے اے کے مجھے خبر دی ہے کہ تیرے شکم کا جنین چار پاؤں میں سے  
 کوئی چار پایا بنے میں بھی اس کی گرانی محسوس کر رہی ہوں اور ڈرتی ہوں کہ  
 جو اس نے کہا ہے کہیں وہی نہ ہو اب آدم و حواء کو بجز اس کے اور کوئی انارشہ  
 نہ تھا، اسی فکر میں مبتلا رہتے تھے؛ تا آنکہ لڑکا پیدا ہوا، اللہ تعالیٰ نے اسی کے  
 متعلق فرمایا ہے: **دَعْوَا اللّٰهِ رَبِّهِمَا لَئِنْ اهْبَتَا صَالِحًا لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ**  
 (دونوں نے خدا سے کہ ان کا پروردگار ہے، دعا کی کہ اگر ہمیں فرزند صالح عنایت  
 کرے تو ہم اس کے شکر گزار ہوں گے) آدم و حواء نے یہ دعا لڑکا پیدا ہونے سے  
 پہلے کی تھی،  
 جب اچھا خاصہ بھلا، چمکا لڑکا پیدا ہو لیا تو شیطان نے حواء کے پاس اے  
 پھر کہا، وعدے کے مطابق تو نے اس بچے کا نام کیوں نہ رکھا؟  
 حواء نے پوچھا: تیرا کیا نام ہے؟  
 شیطان کا نام تو عزرا لئ تھا مگر یہ نام لیتا تو حواء پہچان لیتیں اس لئے  
 کہا: میرا نام حارث ہے۔  
 حواء نے اس بچے کا نام عبدالحارث رکھا مگر وہ مگیا اللہ تعالیٰ لکھتا ہے،



فلما اتاهما صا حجاج جعل لهما شركاء فيما اتاهما فتعالى الله عما يشركون (جب اللہ نے ان دونوں کو فرزند صالح عطا فرمایا تو اللہ کی اس دین میں انھوں نے دوسروں کو اللہ کا شریک بنایا، یہ لوگ جو شرک کرتے ہیں اللہ اس سے برتر ہے۔)

## بنائے بیت اللہ (خانہ کعبہ)

اللہ تعالیٰ نے آدمؑ پر وحی نازل کی کہ میرے عرش کے بالمقابل (روئے زمین پر) ایک حرم ہے، جاؤ وہاں میرے لئے تو ایک گھر بنا کے اس میں عبادت کرو جس طرح تو دیکھ چکا ہے کہ میرے فرشتے میرے عرش سے لگے رہتے ہیں تیری اور تیری اولاد میں سے جو فرمانبردار ہوں گے وہاں میں ان سب کی دعا میں قبول کروں گا۔ آدمؑ نے عرض کی: یا رب! یہ مجھ سے کیونکر ہوگا میں اس پر کہاں قادر ہوں اور اس کا پتا کیسے لگا سکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک فرشتہ متعین کر دیا جس کے ساتھ وہ مکے کو چلے، دوران سفر میں جب آدمؑ کسی باغ یا ایسی جگہ سے گزرتے جو انھیں خوش آتی تو فرشتے سے کہتے: یہاں ٹھہر جا۔ وہ کہتا: منزل مقصود کو پہنچانے۔ اسی طرح چلتے چلتے مکے پہنچے راستے میں جن جن مقامات پر ٹھہرے وہ آباد ہوئے اور جہاں جہاں سے گزرتے گئے وہ غیر آباد صحرا و دشت و بیابان رہے۔

آدمؑ علیہ السلام نے پانچ پہاڑیوں (کے مصالح سے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی (۱) طور سینا (۲) طور تیون (۳) لبنان (۴) جو دی (۵) حراء جس سے کعبہ کی بنیادیں استوار کیں، جب تعمیر سے فارغ ہوئے تو فرشتہ انہیں کوہ عرفات پر لے کے چلا اور وہاں وہ تمام مناسک دکھائے (بتائے) جن پر لوگ آج بھی عمل کرتے ہیں اس سے بھی فراغت ہو گئی تو فرشتہ انہیں ساتھ لے کے مکہ آیا جہاں وہ ایک ہفتہ تک بیت اللہ کا طواف کرتے رہے۔

## حضرت آدمؑ کی وفات

خانہ کعبہ کی تعمیر ہو چکی تو آدمؑ ہندوستان میں واپس آئے اور یہاں آگے کوہِ نوذیر پر انتقال کر گئے، تثلیث نے جبریلؑ سے آدمؑ کی نماز (جنازہ) پڑھنے کو کہا مگر جبریلؑ نے جواب دیا: تو ہی آگے بڑھ، اپنے باپ کی نماز جنازہ پڑھ، اور اس نماز کو تیس تکبیروں سے ادا کر، پانچ تکبیریں تو نماز پچھگانہ کی اور پچیس تکبیریں بر بنائے فضیلتِ آدمؑ (علیہ الصلاۃ والسلام)۔

## بنی آدم

آدمؑ اُس وقت تک زندہ رہے کہ اُن کی اولاد اور اولاد کی اولاد کوہِ نوذیر چالیس ہزار تک پہنچ گئی، آدمؑ نے دیکھا کہ اُن میں زنا کاری و شراب خواری و فتنہ و فساد پھیل گیا ہے، وصیت کی کہ اولادِ تثلیث کی مناکحت اولادِ قابیل کے سلسلے میں نہ ہونے پائے۔ اولادِ تثلیث نے آدمؑ کو ایک غار میں دفن کیا اور ایک پاسیان مقرر کر دیا کہ اولادِ قابیل میں سے کوئی بھی اس کے نزدیک نہ آنے پائے، وہاں جو آتے تھے فرزندانِ تثلیث ہی آتے تھے اور وہی آدمؑ کے لئے استغفار کرتے تھے، آدمؑ کی عمر نو سو چھتیس (۹۳۶) برس تھی۔

ایک سو فرزندانِ تثلیث نے کہ نوشرو بھی تھے انتقالِ آدمؑ کے بعد صلاح کی کہ دیکھیں تو ہمارے عمر ادھیانی، یعنی اولادِ قابیل کیا کرتے ہیں اس مشورے کے مطابق وہ سو کے سو آدمی پہاڑ سے نیچے اتر کے اولادِ قابیل کی عورتوں کے پاس پہنچے جو بد شکل تھیں، عورتوں نے ان سب کو روک لیا، آخر جب تک خدانے چاہا وہیں رہے جب ایک مدت گزر گئی تو دوسرے سو آدمیوں نے مشورہ

کیا کہ دیکھنا چاہئے ہمارے بھائیوں نے کیا کیا، وہ بھی پہاڑ سے نیچے اترے اور انہیں  
بھرا عورتوں نے روک لیا یہ واقعہ پیش آچکا تو پھر فرزند ان شیت پہاڑ سے نیچے اتر گئے  
جس کے باعث ان میں مصیبت پھیلی، باہمی مناکحت ہونے لگی، مخلط ہو گئے اور بنی تہیل  
اتنے بڑھے، اتنے بڑھے کہ زمین بھر گئی، یہی وہ وہ لوگ ہیں جو نوح کے زمانے میں نوح  
ہوئے تھے۔

شیت بن آدم کے انوش اور بہت سے لڑکے ہوئے مگر شیت کے وہی انوش  
ہی تھے۔ انوش کے قینان اور بہت سے لڑکے ہوئے مگر وہی قینان ہی تھے، قینان کے  
ہبلایل اور دوسرے بھی لڑکے ہوئے مگر وہی ہبلایل ہی تھے، ہبلایل کے یر ذ اور  
دوسرے بھی لڑکے ہوئے مگر وہی یر ذ ہی تھے، یر ذ کو الیاذ بھی کہتے ہیں انہیں کے  
زمانے میں بت بنے اور جن کو پھر ناتھا اسلام سے پھر گئے یر ذ کے خونخ اور دوسرے  
لڑکے ہوئے، خونخ ہی ادریس پیغمبر ہیں (علیہ الصلوٰۃ والسلام)۔

## حضرت حوا علیہا السلام

آیت وخلق منماز وجہا (اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا) کی تفسیر میں مجاہد  
کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حوا کو حضرت آدم کے قصیر می سے پیدا کیا، قصیر می سب سے  
چھوٹی سیلی کو کہتے ہیں، آدم اس وقت سو رہے تھے، بیدار ہوئے تو دیکھ گئے کہ کیا،  
اٹا۔ یہ نبطی زبان کا لفظ ہے، اس کے معنی عورت کے ہیں۔

عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں: حوا کا نام حوا، اس لئے پڑا کہ وہ ہر ایک  
ذی حیات (انسان) کی ماں ہیں۔

ابن عباس ایک دوسری روایت میں کہتے ہیں: آدم علیہ السلام کا سہو ط  
(بہشت سے) ہندوستان میں ہوا اور حوا، کا جد سے بن آدم ان کی تلاش میں چلے تو  
چلتے چلتے مقام جمع ناک پہنچے، یہاں حوا ان سے فرزولف ہوئیں، اس لئے اس کا نام  
فرزولف پڑا اور جمع میں دو نول جمع ہوئے اسی لئے وہ جمع کے نام سے موسوم ہوا  
لہ۔ ازولوف، اقربا، نزدیک ہونا، جمع، فصل، ناطق، حج، مقام حج۔



## (۲) حضرت ادریس علیہ السلام

ابن عباسؓ کہتے ہیں: آدمؑ کے بعد روئے زمین پر پہلے پیغمبر جو مبعوث ہوئے وہ ادریسؑ تھے کہ وہی خنوخ بن یزید اور یزیدی کا نام الیاذ بھی ہے ایک ایک دن میں ان کے اتنے اعمال (حسنہ جناب الہی میں) صعود کرتے تھے کہ ایک پہلنے میں اتنے اعمال نبی آدمؑ کے صعود نہیں کرتے، ابلیس نے ان پر حسد کیا اور قوم نے بھی ان کی نافرمانی کی، تو خدا نے جیسا کہ فرمایا بھی ہے انھیں اپنے ہاں ایک برتر جگہ میں اٹھایا (ورفعناہ مکانا علیا) ادریسؑ کو خدا نے بہشت میں داخل کیا اور فرمایا کہ میں اس کو یہاں سے نکالنے والا ہی نہیں یہ ادریس علیہ السلام کے ایک بڑے قصے کا اختصار ہے۔

خنوخ یعنی ادریسؑ کے متوخلج اور دوسرے لڑکے ہوئے مگر وہی متوخلج ہی تھے متوخلج کے لڑکے ہوئے مگر وہی لڑکے ہی تھے، ملک کے حضرت نوح پیدا ہوئے، صلوات اللہ وسلامہ علی نبینا وعلیہ۔

## (۳) حضرت نوح علیہ السلام

ابن عباسؓ کہتے ہیں، ملک کے صلب سے جب نوح پیدا ہوئے ہیں تو اس وقت ملک کی عمر یاسی (۸۲) برس تھی، یہ وہ زمانہ تھا کہ انسانوں کو اس وقت برائیوں سے روکنے والا کوئی نہ تھا، آخر اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا اور ان لوگوں کے پاس پیغمبر بنا کے بھیجا، نوحؑ کی عمر اس وقت چار سو اسی (۴۵۰) برس تھی وہ ایک سو بیس (۱۲۰) برس تک قوم کو نبوت کی

دعوت دیتے رہے (جب اس دعوت الی اللہ کسی نے کان نہ دہرا اور راہ راست پر نہ آئے تو) اللہ تعالیٰ نے انھیں کشتی بنانے کا حکم دیا جو انھوں نے بنالی اور اس پر سوار ہو گئے اس وقت وہ چھ سو برس (۶۰۰) کے تھے جنھیں (اس طوفان میں) غرق ہونا تھا وہ سب غرق ہو گئے، واقعہ کشتی (طوفان) کے بعد وہ ساڑھے تین سو (۳۵۰) برس تک زندہ رہے، ان کے فرزند سام پیدا ہوئے جن کی اولاد کے رنگ میں سفیدی و گندم گوئی ہے، حام پیدا ہوئے جن کی اولاد میں سیاہی اور کچھ سفیدی ہے، یافت پیدا ہوئے جن کی اولاد میں سرخی مائل سیاہی ہے، کنعان پیدا ہوا جو (طوفان میں) غرق ہو گیا، عرب اس کو یام کے نام سے موسوم کرتے ہیں، عربوں کا قول ہے۔ اناھاہم عمدنا یام، ان سب کی ماں ایک ہی تھیں۔

## طوفان نوح

نوح نے کوہ نوذیر کشتی گرامی (بنائی) اور وہیں سے طوفان بھی شروع ہوا، نوح خود کشتی میں سوار ہوئے ساتھ میں ان کے وہی مذکور ال اسم بیٹے اور بہوں بیٹیوں کی بیویاں تھیں، اور بہتر (۳)، متنفس اولاد نوحیت میں سے تھے جو ان پر ایمان لائے تھے کشتی میں ان سب کی مجموعی تعداد (۸۰) تھی، نوح نے (حیوانات کے سبھی) دو دو جوڑے کشتی پر لے لیے تھے۔

یہ کشتی تین سو ہاتھ لابی پچاس ہاتھ چوڑی اور میں ہاتھ اونچی تھی، ہاتھ کا پیمانہ نوح کے پرداوا کے ہاتھ کے مطابق تھا، پانی سے یہ چھ ہاتھ باہر نکلی ہوئی تھی، نوح تھی، نوح نے اس میں تین دروازے بھی نکالے تھے جن میں بعض اوپر اور بعض نیچے تھے، اللہ تعالیٰ نے چالیس شبانہ روز تک مینہ برساتا رہا۔ وحشی جانور چار پائے چڑیاں یہ سب مینہ سے اثر پذیر ہو کے نوح کے پاس آگئے اور سب کے سب ان کے مطلق ہو گئے، انھوں نے حسب حکم جناب باری تمام حیوانات کے دو دو جوڑے کشتی پر لے لیے، آدم کا جتہ بھی ساتھ لے لیا اور اسے ایسی طرح رکھا کہ عورتوں اور مردوں کے

درمیان حاصل و واجب رہے، جب کی دس شہین گزری تھیں کہ کشتی میں سوار ہوئے  
(۱۱۔ رجب) اور عاشوراء (۱۰۔ محرم) کو پھر خشکی پر آئے یہی باعث ہے کہ روزہ  
رکھنے والوں نے عاشوراء کا روزہ رکھا۔

پانی نکلا تو نصف نصف کر کے نکلا (یعنی طوفان کا نصف باعث تو زمین کا  
سیلاب تھا اور نصف موجب مینہ کی طغیانی) اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے، ففتحنا  
ابواب السماء بما یعم منہم، وفتحنا الارض عینونا فاللغی الماء علی  
امر قد قلنا (ہم نے لگاتار پانی کی جھڑپی سے آسمان کے دروازے کھول دیے  
اور زمین کے سوتے (خیمے) جاری کر دیے تو پانی ایک حکم پر جس کا اندازہ ہو چکا  
تھا پہنچ کے مل گیا) آیت میں ماء منہم سے مراد ماء منضبت (بتنا ہوا پانی)  
ہے اور فتحنا الارض کا مطلب ہے شققنا الارض (ہم نے زمین کو ٹکڑے ٹکڑے  
کر ڈالا اور اس میں تنگاف کر ڈیے) فاللغی الماء علی امر قد قلنا (پانی ایک  
حکم پر جس کا اندازہ ہو چکا تھا پہنچ کے مل گیا) کے معنی یہ ہیں کہ پانی کے دو حصے  
ہو گئے، نصف پانی آسمان کا اور نصف زمین کا زمین کے بلند ترین پہاڑ پر بھی  
پنڈرہ ہاتھ پانی چڑھ گیا،

کشتی نے، مع اپنے راکبوں کے چھ مہینے میں تمام زمین کا دورہ پورا کر لیا  
اور کہیں نہ ٹھہری سوائے حرم (مکہ) تک پہنچی مگر اس کے اندر نہ گئی اور ایک ہفتے تک  
حرم کے گرد پھرتی رہی (طواف کرتی رہی) وہ گھر (خانہ خدا) جو آدم نے بنا یا تھا  
اٹھایا گیا غرق نہ ہونے پایا، یہی گھر بیت المعمور ہے، حجر اسود بھی اٹھایا گیا  
اور وہ کوہ ابو مہیس پر رہا،

کشتی جب حرم کے گرد پھر چکی تو راکبوں کو لئے ہوئے جو آدمی پر  
پہنچی جو علاقہ موصل کی ایک پہاڑی ہے کہ دو قلعوں کے پاس واقع ہے، چھ ماہ  
کا سفر ختم کر کے سال پورا کرنے کے لیے جو آدمی پر اُکے ٹھہر گئی تو اسی شہر ہی  
کے بعد ارشاد ہوا: بعد اللقوم الطالمین (طالموں کے لیے دور یا ش)۔

کوہ جو آدمی پر جب کشتی ٹھہر چکی تو حکم ہوا: یا ارض ابلعی ماء ل  
و یا سماء اقلعی (اے زمین اپنے پانی کو نگل لے اور اے آسمان رگ جا) آسمان



کے رکنے کا یہ مطلب ہے کہ اے آسمان اپنے پانی کو یعنی بارش کو روک لے،  
وَبِغِيضِ الْمَاءِ (پانی خشک ہو گیا) زمین نے اسے جذب کر لیا، آسمان سے جو  
بارش ہوئی تھی اسی کی یادگار یہ سمندر اور دریا ہیں جو زمین پر نظر آتے ہیں۔ طوفان  
کا آخری بقیہ وہ پانی تھا جو سرزمین شامی میں پچاس برس بعد تک رہ کے جا رہا۔

## مابعد طوفان



طوفان سے نجات ملی تو نوح (مع اہل کشتی کے) نیچے اترے اور وہاں  
پہنچنے نے اپنے لیے ایک ایک گھر بنایا، اس سببی کا نام اسی لیے سوق الثمانین  
پڑا (یعنی اسی آدمیوں کا بازار) نوح کے جتنے آبا و اجداد گزرے تھے، سب کا نام آدم  
سب کا دین اسلام تھا۔ نوح نے شہر کو بدو و عادی کہ اس پر بخار چڑھا رہے،  
کیونکہ حق میں مانوس ہونے کی و عادی اور کوئے کو کہا کہ یہ معاش کی جانب  
سے تنگی میں مبتلا رہے گا۔

عکرمہ کہتے ہیں: آدم و نوح کے درمیان دس نسلیں گزریں جن سب کا  
دین اسلام تھا۔

(یہ ایک استطرادی روایت تھی، اب آگے پھر وہی روایت چلتی ہے جو  
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور جس کے جزئیات ابتدائے  
مذکورہ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کے حضرت عکرمہ کی روایت سے قبل  
تک مذکور ہو چکے ہیں)۔

ابن عباس کہتے ہیں: نوح نے نسل قبیل کی ایک عورت سے نکاح کر لیا، اس سے ایک لڑکا  
پیدا ہوا جس کا نام یونان رکھا، لڑکا یروشلم کے ایک شہر میں پیدا ہوا تھا جس کا نام مملوئوس تھا،

یہ جسے بادئ عرب کے ایک علاقہ کا نام تھا جس میں اونچی اونچی پہاڑیاں واقع تھیں، نابذ ذبیانی  
کے کلام میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔

سوق ثمانین کی وسعت آبادی جب کافی نہ ہوئی تو لوگ وہاں سے نکل کے اُس مقام پر پہنچے جہاں شہر بابل آباد ہوا، بابل کی تعمیر انھیں لوگوں نے کی جو دریائے فرات اور مقام صراۃ کے درمیان واقع تھا، طول و عرض میں یہ شہر دو اڑدہ فرسنگ در دو اڑدہ فرسنگ تھا، اس کا دروازہ اُس جگہ تھا جہاں آج (مصنف کے زمانے میں) وہ مکانات ہیں کہ آبادی میں سے گزرتو بائیں جانب گونے کے پل کے اوپر بھی عمارتیں ملتی ہیں۔ بابل کی آبادی بہت بڑھی، لوگ بہت چوگے و مہیا، کچھ ایک لاکھ تک شمار پہنچ گیا، یہ سب لوگ، دین اسلام پر قائم تھے۔ نوح جب کشتی سے نکلے تو آدم کا جثہ تبت المقدس میں دفن کر دیا اور (ایک زمانے کے بعد خود بھی) انتقال کر گئے، **صلی اللہ علی نبینا وعلیہ وبارک وسلم**۔

## اولاد نوح علیہ السلام



سمرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (فرزدان نوح علیہ السلام میں) عربوں کے ابوالآباء، سام بن جثیوں کے حام ہیں، اور رومیوں (رومانیوں) کے یافت ہیں۔  
سعید بن المسیب کہتے ہیں: نوح کے تین لڑکے تھے، سام و حام، و یافت، سام سے اقوام عرب و فارس و روم پیدا ہوئے کہ ان سب میں خیر و فلاح ہے۔ حام سے اقوام سوڈان و بربر و قبط پیدا ہوئے، اور یافت سے ترک و صفالہ و یاجوج و ماجوج کی قومیں پیدا ہوئیں۔  
ابن عباس کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسیٰ، تو اور تیری قوم اہل جزیرہ اور اہل العال (یعنی بالائی عراق کے باشندے) سام بن نوح کی اولاد ہیں۔  
ابن عباس کہتے ہیں کہ عرب، ایرانی، ہندی و ستانی، سندی (سندی)

اور ہندی بھی سام بن نوح کی اولاد ہیں۔  
 محمد بن النساب کہتے ہیں: ہندوستانی و ہندی و ہندی یوفرن یقطن بن عابر  
 ابن شالح بن ارغشتہ بن سام بن نوح کی اولاد ہیں ہند کے بیٹے کا نام کلوزن تھا۔

## سلسلہ انساب

قوم جریم، جریم بن عامر بن سبا بن یقطن بن عابر بن شالح بن ارغشتہ بن سام بن نوح  
 ر علیہ السلام، جریم کا نام ہڈم تھا۔  
 حضرت موت، حضرت موت بن یقطن بن عابر بن شالح بن ارغشتہ بن سام بن نوح، یہ ان  
 راویوں کا قول ہے جو قوم حضرت موت کو بنی اسماعیل میں منسوب نہیں کرتے یقطن ہی کا نام قحطان بھی تھا۔  
 ابن عابر بن شالح بن ارغشتہ بن سام بن نوح، یہ ان کا قول ہے جو آل قحطان کو  
 حضرت اسماعیل کی اولاد نہیں مانتے۔

19

فارسی (پارسی۔ ایرانی) فارس بن بہرس بن یاسور بن سام بن نوح۔  
 مبطلی: مبطی بن ماش بن ارم بن سام بن نوح۔  
 اہل جزیرہ و اہل العال: اولاد ماش بن ارم بن سام بن نوح۔  
 عالقہ: عمیلیق بن لوذ بن سام بن نوح، عمیلیق ہی کا نام عرب بھی تھا،  
 قوم عالقہ کا ابو الابدی ہی ہے، بربری بھی عالقہ ہی کی شاخ ہیں جن کا سلسلہ یوں ہے:  
 بربری بن تیلان مازب بن فاران بن عمرو بن عمیلیق بن لوذ بن سام بن نوح، باستان سے  
 قبائل صنہا جہ و کتا مہ کہ یہ بھی اگرچہ بربری ہیں مگر عالقہ کی اولاد نہیں ہیں بلکہ فریقیوں میں  
 ابن صیغی بن سبا بن قحطان بن عابر بن شالح بن ارغشتہ بن سام بن نوح کی اولاد  
 ہیں، کہا جاتا ہے کہ بابل سے نکلے ہوئے عمیلیق ہی نے پہلے پہل عربی زبان میں بآیں کیں  
 عرب انصار یہ انھیں عالقہ و جریم کو کہتے ہیں۔  
 کسشم و ارمیم: اولاد لوذ بن سام بن نوح۔

لے ہند بھی اہل سند سے ملتی جلتی ایک قدیم قوم تھی۔



شمو و جدیس: اولاد جاش بن ارم بن سام بن نوح۔  
 عاد و عییل: اولاد عوص بن ارم بن سام بن نوح۔  
 روم: اولاد نبطی بن یونان بن یافت بن نوح۔  
 مَرَوَدُ (مَرَوَدُ): ابن کوش بن کنعان بن حام بن نوح، مَسْرُودِی  
 فرماں روا کے بابل تھا اور اسی کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام و علی  
 نبینا الصلوة والسلام کا واقعہ پیش آیا تھا۔

## اختلاف زبان

قوم عاد کو ان کے زمانے میں عادِ ارم کہتے تھے، جب یہ قوم  
 تباہ ہو گئی تو قوم شمو کو شمو دِ ارم کہنے لگے۔ جب یہ قوم بھی برباد ہو گئی تو  
 تمام اولادِ ارم کو ارم کہنے لگے کہ وہی نبطی (عربی) ہے۔ ان سب کا دین اسلام تھا اور بابل ان سب کا مقام  
 تھا۔ ایسا آج بھی مَرَوَدُ بن کوش بن کنعان بن حام بن نوح فرماں روا ہوا جس نے  
 بت پرستی کی دعوت کی اور سب نے مان لی (بت پرست ہو گئے) آخر یہ واقعہ پیش آیا  
 کہ شام تو اس حالت میں بسر کی تھی کہ سریانی زبان میں بائیں کرتے تھے اور شام  
 ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے زبانیں بدل دیں اور ایسی بدل دیں کہ ایک کی ایک  
 نہ سمجھتا تھا۔

اولاد سام کی اٹھارہ (۱۸) زبانیں ہو گئیں۔

اولاد حام کی بھی اٹھارہ (۱۸) زبانیں ہو گئیں۔

اولاد یافت کی چھتیس (۳۶) زبانیں ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے (۱) قوم عاد (۲) عییل (۳) شمو (۴) جدیس (۵) عیلق

(۶) طسم (۷) اسیم (۸) اور اولاد یقطن بن عابر بن صالح بن ارفخشذ بن سام بن نوح

کو عربی زبان کی تعلیم کی (یعنی ان قوموں کی زبان عربی ہو گئی) یونان بن نوح نے

عہد ارم بن سام بن نوح

بابل میں انھیں اقوام کے لئے جھنڈے قائم کیے تھے۔

## منازل بنی سام

بابل سے نکل کے اولاد سام نے زمین مجدل میں قیام کیا کہ ناف زمین ہی ہے، یہ وہ سرزمین ہے جو ایک طرف تو علاقہ سائیدما سے سمند زنگ اور دوسری جانب بین سے شام تک بیچوں بیچ واقع ہے، یہی قوم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پیغمبری و نبوت کا کتاب و شریعت حسن و جمال کندم گونی اور گورازنگ عنایت فرمایا۔

## منازل بنی حام

بنی حام اُس علاقے میں فروکش ہوئے جہاں باد جنوب اور مغربی ہوا میں چلتی ہیں، اس گوشہ زمین کو داروم کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان میں کچھ کندم گونی اور بقدر قلیل گورازنگ رکھا ہے، ان کے علاقے آباد و موسم شاداب اطاعون و فروع و مدفوع، ادران کی زمین میں اشجار ازل و اراک و خشن و غاف و نخل پیدا کیے، ان کے علاقوں کی فضا سے آسمانی مین اُفتاب و ماہتاب دونوں روال ہیں (یعنی روشن رہتے ہیں)

۱۔ اہل درخت طرنا۔ اراک، پیلو، عَشْر، چار جیا ایک عربی درخت جس کی لکڑیاں زیادہ تر چھماق کا کام دیتی ہیں۔ غاف، عربوں کے مذاق کا ایک خاص درخت جس کے میوے بہت ہی شیریں ہوتے ہیں، نخل کجور، درخت خرما۔

## منازل بنی یاقث

اولاد یاقث نے دیار صقون میں اقامت کی جہاں شمالی و مشرقی ہوائیں چلتی ہیں ان میں سرخی مائل سیاہی کا رنگ غالب ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے علاقے الگ کر دیئے ہیں پھر وجہ ہے کہ وہاں سخت سردی پڑتی ہے ان کی فنائے آسمانی بھی الگ مٹھاگ رکھی ہے جس کے باعث کو اکب سبعہ میں سے کسی کے یہ زیر حرکت نہیں، اور ہوں تو کیسے ہوں؟ یہ لوگ تو نسات النفس جدی قرقدین کے نیچے واقع ہیں (یعنی ان اقوام کے ممالک انھیں کروں یا ستاروں کے بالمقابل ہیں) یہ طاعون میں مبتلا ہو کرتے ہیں۔

## منازل عرب

کچھ زمانے کے بعد قوم عاد مقام شحر میں آ کے مقیم ہو گئی اور اسی مقام پر ایک وادی میں ہلاک و تباہی ہوئی جس کو وادی مغیث کہتے ہیں قوم عاد جب فنا ہو گئی تو شحر میں اُس کی جانشین قوم حمرہ ہوئی۔  
قوم عیث وہاں جا رہی جہاں یشرب (میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) آباد ہوا۔  
عالمقہ صنعاؤ جا پہنچے، لیکن یہ اُس وقت کی بات ہے جب صنعا کا نام بھی صنعا نہیں پڑا تھا، مَر و زمانہ کے بعد ان میں سے کچھ لوگوں نے یشرب جا کے وہاں سے قوم عیث کو نکال دیا اور خود مقام ححفہ میں اقامت اختیار کی، بعد کو ایک سیلاب آیا جو ان سب کو بہا لے گیا، جب ہی سے اس کا نام ححفہ پڑا۔  
لے جھٹ لے جانا، ححفہ نکال لینے کے بعد جو پانی ححفہ پر آیا، رہا، وہ مقام ححفہ سیلاب آنے سے پتھرین ظلم کا نام ہے۔



قوم ثمود و منقار حجر اور اس کے مضافات میں آباد ہوئی اور وہیں برباد بھی گئی۔  
 اتواظم کم و جدیں نے یمامہ میں رہنا شروع کیا اور وہیں ہلاک بھی ہوئے، یمامہ  
 انہیں میں سے ایک عورت کا نام تھا جس کے نام پر یہ منقار بھی یمامہ مشہور ہوا۔  
 قوم ایمم سزین ابار میں جالبسی اور وہیں منقرض بھی ہوئی، یہ منقار علاقہ یمامہ و شحر کے  
 درمیان واقع ہے، مگر اب اس زمانے میں وہاں تک کسی کی رسائی نہیں کیونکہ اس پر جن غالب  
 آپکے میں اس علاقے کا نام ابار بن ایمم کے نام پر ابار پڑا تھا۔  
 یقظن بن عابر کی اولاد و یارین میں آباد ہوئی اور اسی وجہ سے اس کا نام میں پرا کیونکہ  
 اس قوم نے ہمیں تیا من کیا تھا، یعنی قبلہ رخ سے چل کے بجانب ہمیں (دوست راست کے رخ) آئے  
 تھے اور یہاں آباد ہوئے تھے۔

کنعان بن حام بن نوح کی اولاد کے کچھ لوگ ملک شام میں آباد ہوئے اور اسی  
 بنا پر اس کا نام شام پرا کیونکہ ان لوگوں نے شام کو کہا تھا یعنی قبلہ رخ سے بائیں جانب مڑ گئے تھے۔  
 شام کو اولاد کنعان کی سزین کہا کرتے تھے، آخر نبی اسرائیل نے آ کے کنعانیوں کو  
 قتل کر ڈالا اور دجو یچے انھیں جلائے وطن کر دیا، اب شام نبی اسرائیل کا ہو گیا مگر  
 ان پر بھی رومیوں نے حملہ کیا، ان کو قتل کر ڈالا اور جو یچے انھیں عراق میں جلائے وطن  
 کر دیا، شام میں بہت تھوڑے سے اسرائیلی رہ گئے، اس کے بعد عرب آئے  
 اور شام بھی عربوں ہی کے تحت تصرف آ گیا۔ اولاد نوح کے درمیان زمین کی تقسیم  
 فالخ نے کی جن کو فالخ بھی کہتے ہیں، ابن عابر بن شالح بن انشد بن لام بن نوح جیسا کہ

لہ یہ وہی عورت ہے جس کی دور بینی اس قدر مہانے سے بیان کی جاتی ہے کہ  
 تین دن کی مسافت کے طویل و عرض فاصلے سے وہ اپنی آبادی میں آنے والے  
 سواروں کو دیکھ لیا کرتی تھی۔

لہ یمن نا جیمین، وہ علاقہ جو قبلہ رخ سے داہنے جانب واقع ہو۔

لہ شام وہ علاقہ جو قبیلے کے بائیں طرف پڑے۔

لہ قلع، اقلق، تقسیم، جدا جدا کرنا، بانٹنا۔ فالخ یا فارق، قاسم تقسیم  
 کنندہ۔

ہم اس کتاب میں پہلے بیان کر چکے ہیں۔

## قوم سبا

ذوہ بن مسکب غلبینی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں حاضر ہونے کے عرض کی:

یا رسول اللہ! میری قوم کے جو لوگ سامنے آچکے ہیں، یعنی ایمان لائے ہیں، کیا میں انہیں لے کے قوم کے ان لوگوں سے نہ لڑوں جو پیچھے جا پڑے ہیں، یعنی منور ایمان نہیں لائے ہیں؟

آنحضرت نے فرمایا: کیوں نہیں۔

بعد کو مجھے دو سرا خیال آیا تو میں نے پھر گزارش کی: یا رسول اللہ! نہیں، وہ بات نہیں بلکہ اہل سبا (سے لڑنا چاہئے) کہ یہ لوگ بڑے غلبے والے اور نہایت طاقتور ہیں۔

آنحضرت نے مجھ ہی کو اس مہم کا امیر بنایا اور اہل سبا سے لڑنے کی اجازت عطا فرمائی، میں حضور سے باہر نکلا ہی تھا، اللہ تعالیٰ نے قوم سبا کے متعلق جو وحی بھیجی تھی، بھیجی، نزول وحی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا:

غلبینی نے کیا کیا؟

میرے ذوہ گاہ پر آدمی بھیجا، میں چل چکا تھا، قاصد نے مجھے وہاں نہ پایا، راستے میں آیا اور واپس لایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں جب میں حاضر ہوا تو آپ کو بیٹھا ہوا پایا، ارد گرد اصحاب بیٹھے تھے، آنحضرت نے فرمایا:

اِنَّ عِ الْقَوْمِ مَنْ اجابك منھم فاقبل ومن ابى فلا تقبل  
 علیہ حتی تخلف الی (قوم سبا کو اسلام کی دعوت دے ان میں سے جو اس دعوت کو مان لے اور مسلمان ہو جائے اس کو قبول کر، اور جو انکار کرے اس پر

جلدی ذکر، یعنی فی الفور منکرین اسلام کے خلاف کارروائی شروع نہ کر دے،  
تا آنکہ اس کا تذکرہ مجھ سے کر لے، یعنی انکار کرنے والوں کے متعلق مجھے اطلاع  
دے کے کچھ کرنا تو کرنا

حاضرین میں ایک شخص نے سوال کیا: یا رسول اللہ! سب کیا ہے؟  
یہ کوئی زمین ہے یا کسی عورت کا نام ہے؟

آنحضرت نے فرمایا: مذیہ زمین ہے نہ عورت یہ ایک شخص تھا جس سے  
عرب کے دس قبائل پیدا ہوئے، چھ تو یمن میں آباد ہوئے اور چار شام میں شام  
میں تو (۱) لخم (۲) و جذام (۳) و غسان (۴) و عاملہ آباد ہوئے، اور یمن والے  
(۱) آزد (۲) و کندہ (۳) و حمیر (۴) و اشعر (۵) و انمار (۶) و مذحج ہیں۔

ایک شخص نے پھر سوال کیا: یا رسول اللہ! انمار کیا ہے؟  
آنحضرت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے فرمایا: انمار وہی ہیں جن سے قبائل  
نخعم و بھلیہ نکلے۔

## (۴) خلیل الرحمن حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام

ابن السائب الکلبی کہتے ہیں: ابراہیم کا باپ شہر حران (عسراق)  
کا باشندہ تھا، ایک سال قحط پڑا تو تنگی معاش میں مبتلا ہو کے ہنرمند گرو چلا آیا  
(یہ شہر ایران میں واقع تھا) اس کے ساتھ اس کی بیوی یعنی ابراہیم کی ماں بھی تھیں  
جن کا نام نونا تھا، بنت کرنا بن کوٹا، جو ارغند بن سام بن نوح کی اولاد میں  
تھے۔

محمد بن عمر الاسلمی نے کئی اہل علم سے روایت کی ہے کہ ابراہیم کی ماں کا نام  
ایونا تھا اور وہ ابراہیم بن ارغون بن فالغ بن عابر بن ارغند بن سام بن نوح



کے سلسلہ نسب میں تھیں۔

محمد بن السائب کہتے ہیں: نہر کوئی کو کرنا، نے کھو دیا تھا جو ابراہیم کا  
جد مادری تھا، ابراہیم کا باپ بادشاہ نمرود کے بتوں پر مامور رہے تھے۔ ابراہیم  
ہرمزگرد میں پیدا ہوئے اور یہی ان کا نام تھا، بعد کو نقل مکان کر کے کوئی آگے  
جو بابل کے علاقے میں ہے، جب ابراہیم بالغ ہوئے، قوم کی مخالفت کی عبادت الہی  
کی جانب دعوت دی، بادشاہ نمرود تک خبر پہنچی، تو اس نے ابراہیم کو قید کر دیا،  
سات برس تک قید خانے میں رہے، آخر نمرود نے ایک خطرہ نما باغ (یا حاطہ)  
بنوایا، بڑی بڑی بھاری بھاری خشک لکڑیاں اس میں بھر دیا، ان میں آگ  
لگوا دی اور ابراہیم کو اسی میں ڈلوادیا، اس وقت آنھوں نے کہا: حسبی اللہ  
و نصر الوکیل (مجھے اللہ کافی ہے اور بہترین بھروسے کے قابل وہی ہے)  
وہ آگ سے صحیح و سلامت باہر نکل آئے، ان پر آج تک نہ آئی۔

ابن عباس کہتے ہیں: آگ سے صحیح و سلامت باہر نکلنے کے بعد ابراہیم  
کوئی سے چلے گئے۔ ان کی زبان اس وقت تک سُریانی تھی، جب حِران سے  
دریا سے فرات عبور کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے زبان بدل دی، فرات کو عبور کرنے  
کی حیثیت سے حِران کہہ گئے، نمرود نے ان کے پیچھے لوگ بھیجے اور حکم دے دیا کہ جو  
کوئی سُریانی زبان میں باتیں کرتا ہو اسے جانے نہ دینا، میرے پاس لانا، سراخ  
اٹکانے والے مامورین کی ابراہیم سے مُدبھیر ہوئی تو آنھوں نے عبرانی میں باتیں  
کیں، مامورین انھیں چھوڑ کے چلے آگے اور نہ جانا کہ یہ کیا زبان بول رہے ہیں۔

محمد بن السائب کہتے ہیں: واقعات مذکورہ کے بعد ابراہیم علیہ السلام  
ارض بابل سے شام میں ہجرت کر گئے، وہاں سارہ اُمیں اور آنھوں نے اپنے  
تین ابراہیم کو بخش دیا، ابراہیم نے ان سے نکاح کر لیا اور وہ انھیں کے ساتھ  
نقل کھڑی ہوئیں، ان دنوں ابراہیم کی عمر تیس (۳۷) برس تھی، حِران  
پہنچ کے کچھ روز تو وہاں مقیم رہے، پھر کچھ زمانے تک اُردن میں اقامت کی،  
پھر مصر جا کے کچھ مدت تک وہاں رہے، پھر شام واپس آئے اور یہاں  
سرزمین 'سبع' میں ٹھہرے جو ایلیمیا (بیت المقدس یا اُردن شام) اور فلسطین کے درمیان

واقع ہے یہاں ایک کنواں (بیرسبع) کھودا اور ایک مسجد بنائی، بعد کو بعض اہل شہر نے جب ان کو اذیت دی تو اس مقام کو بھی چھوڑ کے ایک دوسری جگہ فرکش ہوئے جو رط، اور ایلیا کے مابین واقع تھی، وہاں بھی ایک کنواں کھودا اور رہنے لگے۔ مال و متاع و خدام و حشم میں ان کو وسعت و فراخی حاصل تھی۔ وہ پہلے کہاں نواز پہلے خرید (ایک قسم کا کھانا جس میں روٹیاں شوربے میں توڑ کے اور اچھی طرح بھگو کے کھاتے ہیں) کھلانے والے اور پہلے شخص ہیں جنہوں نے پیرانہ سری دیکھی۔ عاصم کہتے ہیں: ابو عثمان نے غالباً سلمان فارسی سے روایت کی ہے کہ ابراہیم نے اپنے پروردگار سے خیر طلب کی صبح ہوئی تو سر کے دو تلت بال سفید تھے، عرض کی: یہ کیا ہے؟ کہا گیا: یہ دنیا میں عبرت اور آخرت میں نور ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں: خلیل الرحمن ابراہیم علیہ السلام کی کنیت ابو الاضیاف تھی (یعنی یہاں لوں کے باپ)

۲۲

ابو ہریرہ کہتے ہیں: ابراہیم نے مقام قدوم میں اپنا ختنہ کیا، اس وقت ان کی عمر ایک سو میں (۱۲۰) برس تھی، اس کے بعد وہ اسی (۸۰) برس اور زندہ رہے۔

ابن عباس کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو جب اپنا خلیل (دوست) بنایا اور نبوت عطا فرمائی تو اس وقت ان کے تین سو (۳۰۰) غلام تھے، ان سب کو آزاد کر دیا اور سب کے سب اسلام لائے، ان کے پاس عصا اور ڈنڈے ہوتے، یہ (دشمنان اسلام سے) ابراہیم کی معیت میں انھیں ڈنڈوں سے لڑتے (لٹھ چلاتے، ڈنڈے مارتے) پہلے آزاد و غلام وہی ہیں جو اپنے آقا کے شریک ہو کے لڑے ہیں۔ محمد بن السائب کہتے ہیں: ابراہیم علیہ السلام کے اسماعیل پیدا ہوئے کہ وہی خلف اکبر تھے، ان کی ماں ہاجرہ قبیلہ نسل کی تھیں۔ دوسرے لڑکے اسماعیل سارہ سے پیدا ہوئے، یہ بھارت سے معدور تھے۔ سارہ کا سلسلہ نسب یہ ہے: سارہ بنت ثویل بن ناحور بن ساروخ بن ارخوابن فالج بن عابر بن شالخ بن ارمخشد بن سام بن نوح۔ بقیہ لڑکے (۳) مدن (۴) و مدین (۵) و یفشان (۶) و زمران (۷) و اشبق (۸) و شوخ تھے، ان سب کی ماں قنطور بنت مفسور عرب عارہ کی نسل تھیں۔

یفتان کی اولاد کے میں جا رہی مدینہ نے سرزمین مدینہ میں اقامت کی تو انھیں کے نام سے یہ علاقہ موسوم ہوا، بقیدہ لڑکے دوسرے دوسرے شہروں میں چلے گئے۔ (ایک مرتبہ) سب لڑکوں نے ابراہیمؑ سے عرض کی:

اے ہمارے باپ، تو نے اسماعیلؑ و اسحاقؑ کو تو اپنے ساتھ رکھا اور ہمیں حکم دیا کہ دیار غربت و وحشت میں منزل گزریں ہوں۔

ابراہیمؑ نے جواب دیا: مجھے ایسا ہی حکم ملا ہے۔ پھر انھیں اللہ تعالیٰ کا ایک اسم سکھا دیا جس کی برکت سے وہ بیٹھ کے لئے دعا مانگتے اور نصرت طلب کرتے (تو جناب الہی میں یہ دعا پذیر ہو جاتی) بعض اولاد ابراہیمؑ نے خراسان میں نزول کیا، قوم خزران کے پاس آئی اور کہنے لگی: جس نے تمہیں ایسے اسم کی تعلیم دی وہ بہترین باشندگان روئے زمین ہونے کے شایان ہے یا زمین کا سب سے اچھا پادشاہ وہی ہو سکتا ہے۔ اسی بنا پر انھوں نے اپنے پادشاہوں کا نام (لقب) خاقان رکھا۔

محمد بن عمر الاسلمی کہتے ہیں: ابراہیمؑ نوے (۹۰) برس کے تھے کہ ان کے صلب سے اسماعیلؑ پیدا ہوئے، پھر تیس (۳۰) برس کے بعد اسحاقؑ پیدا ہوئے جب کہ ابراہیمؑ ایک سو بیس (۱۲۰) برس کے تھے۔ سارہ انتقال کر گئیں تو ابراہیمؑ نے ایک کنعان کی بیوی سے نکاح کر لیا جنہیں منظور کہتے تھے، ان سے چار لڑکے پیدا ہوئے: ماڈی، زمران، سرح، سبق۔ ایک دوسری بیوی سے بھی نکاح کیا جن کا نام جونی تھا، ان سے سات لڑکے ہوئے، ناص، مدین، کیشان، شروخ، امیم، لوط، یفتان۔ لہذا ابراہیمؑ کے کل تیرہ (۱۳) لڑکے ہوئے۔

محمد بن السائب کہتے ہیں، ابراہیمؑ تین مرتبہ مکے گئے، آخری مرتبہ لوگوں کو حج کی دعوت دی، یہ دعوت جس نے اور جس چیز نے بھی سنی مان لی اس کے پہلے ماننے والوں میں قوم جرہم تھی جس نے عالقہ سے بھی قبل دعوت حج بیت اللہ قبول کی، پھر یہ قوم مسلمان ہو گئی، اور ابراہیمؑ شہر شام میں واپس آئے، جہاں ان کے دو سو (۲۰۰) برس کی عمر میں انتقال کر گئے، (صلی اللہ علی نبینا وعلیہ وبارک وسلم)



## (۵) حضرت اسماعیل علی نبیہا علیہ السلام

۲۳

محدثین عمر الاسلمی نے کئی اہل علم سے روایت کی ہے جن سب کا قول یہ ہے: ہاجر (حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ماں) قوم کی قبلیہ تھیں، فسطاط مصر (قاہرہ) کے متصل مقام فرامی (فریا) کے آگے ایک گاؤں تھا، وہیں کی وہ رہنے والی تھیں، قبلیوں کے ایک جبار و سرکش ذعون کے پاس وہ تھیں اور وہی ذعون تھا جو ابراہیمؑ کی بیوی سارہ کے ساتھ پیش آیا تھا (یعنی ان کے ساتھ گستاخی کی تھی یا کرنی چاہی تھی) جس کے نتیجے میں مصر و ع ہو گیا تھا (یعنی ناکام و ذلیل ہو جا پڑا تھا)۔ یہ سبھی کہا جاتا ہے کہ وہ سارہ کا ہاتھ پکڑنے چلا تھا جس کا مال یہ ہوا کہ سینے تک اس کا ہاتھ خشک ہو گیا آخر سارہ سے التجا کی کہ خدا سے دعا کر کہ میری یہ مصیبت جاتی رہے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ تجھے ہیجان و جوش نہ دلاؤں گا (یعنی ناخوش و ناراض نہ کروں گا) سارہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس کا ہاتھ پھیل گیا، نکاسیت جاتی رہی، اور افاقہ ہو گیا، ذعون نے (بطور شکرگزاری) ہاجر کو طلب کیا جو اس کے تمام خدام میں سب سے زیادہ ایماندار تھیں اور سب سے زیادہ ایماندار مانی جاتی تھیں، انہیں ایک گسوت و لباس عنایت کیا اور سارہ کو بہہ کرہ یا بخش دیا بھی ہاجر کو سارہ کی ملکیت میں دے دیا) سارہ نے انہیں ابراہیمؑ کو بخش دیا جنہوں نے مقاربت کی تو اسماعیلؑ پیدا ہوئے کہ ان کے خلف اکبر وہی تھے، ان کا نام اسموٰیلؑ تھا، معترت ہو کے اسماعیلؑ ہو گیا۔

ابن عون کہتے ہیں: محمد (ابن السائب الکلبی) کہتے تھے کہ اسماعیلؑ کی ماں کا نام اجر (بہ الف محدودہ) ہے ہاجر (بہ ہائے جملہ) نہیں ہے۔  
ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: ابراہیمؑ اور سارہ ایک جبار کے پاس سے گزریں، اسے اطلاع ملی تو ابراہیمؑ کو بلا کے پوچھا:

یہ تیرے ساتھ کون ہے؟

جواب دیا: یہ میری بہن ہے۔

ابوہریرہ نے (یہ قصہ کہتے وقت) بیان کیا کہ ابراہیمؑ بحرِ مبین مرتبہ کے اور کبھی جھوٹ نہ بولے، دوسرے مرتبہ تو اللہ تعالیٰ کے متعلق اور ایک مرتبہ اپنی بیوی کے متعلق جھوٹ بولے تھے، اللہ تعالیٰ کے متعلق تو یہ جھوٹ تھا کہ ایک واقعے میں کہا: اِنِّی سَقِیْمٌ (میں بیمار ہوں) دوسرے واقعے میں کہا: اِنِّی فَحْلٌ کَبِیْرٌ (میں نے تو نہیں بلکہ ان کے بڑے نے یہ کام کیا ہے) اور بیوی کے متعلق یہ جھوٹ تھا کہ اس جبار سے کہا: یہ تو میری بہن ہیں۔

جبار کے ہاں سے نکل کے ابراہیمؑ جب سارہ کے پاس آئے تو ان سے کہا:

اس جبار نے مجھ سے تیری نسبت سوال کیا تھا، میں نے اسے بتایا ہے کہ تو میری بہن ہے، اور حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے رشتے سے تو میری بہن ہے، تجھ سے بھی اگر وہ پوچھے تو اپنے آپ کو میری بہن بتانا۔

جبار کے طلب کرنے پر سارہ جب اس کے پاس لائی گئیں تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اس کے شر سے انھیں محفوظ رکھے۔ ایوب (کہ اس روایت کے ایک راوی ہیں) کہتے ہیں کہ سارہ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ جبار کا ہاتھ (قدرتِ کاملہ کی دستگیری سے) بچوٹ لیا گیا اور بڑی سخت گرفت ہوئی، ناچار اس نے سارہ سے عہد کیا کہ یہ گرفت جاتی رہے تو پھر اس کے قریب نہ آئے گا (ہاتھ نہ بڑھائے گا) سارہ نے دعا کی، وہ گرفت جاتی رہی، اب پھر اس نے قصد کیا تو دوبارہ ایسی گرفت میں آیا جو پہلے سے بھی شدید تھی، مگر عہد کیا کہ اس بلا سے رہائی ملی تو قریب تک نہ آئے گا، سارہ نے پھر دعا کی اور پھر اسے نجات مل گئی تو تیسری مرتبہ بھی اس نے قصد کیا جس کی پاداش میں پہلی دوبارہ سے کہیں زیادہ شدت کے ساتھ گرفتار ہوا، اب کے پھر عہد کیا کہ جھوٹ جائے تو پاس نہ پھٹکے گا، سارہ نے اب کے بھی دعا کی اور وہ جھوٹ گیا۔ سارہ کو جو لایا تھا اسے رُلا کے کہا:

اُسے (یعنی سارہ کو) یہاں سے باہر نکال، تو یہ میرے پاس انسان کو نہیں لایا، شیطان کو لے کے آیا

(واپس بھینٹے ہوئے) سارہ کی خدمت کے لئے ہاجر کو بھی ساتھ کر دیا جب وہ ابراہیم صلی اللہ علیہ نبینا و علیہ وسلم کے پاس لوٹیں تو وہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے کہ سارہ نے کہا:

ابراہیم! تجھے بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا فرما جبر کا ہاتھ روک لیا اور ہاجر کو اس نے میری خدمت کے لئے دیا۔

اس واقعے کے بعد ہاجر ابراہیم صلی اللہ علیہ نبینا و علیہ وسلم کی ہو گئیں اور ان کے بطن سے اسماعیل پیدا ہوئے (صلوات اللہ و سلامہ علیہ)

ابو ہریرہ نے (یہ سب کچھ بیان کر کے) کہا: اے آسمانی پیغمبر کی اولاد! یہ تمہیں تمہاری ماں کی اسحاق کی ماں کی ایک لونڈی تھیں۔

ابن شہاب زہری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم قبیلوں پر غالب آؤ اور وہ تمہارے محکوم ہو جائیں تو ان کے ساتھ احسان کرنا کیوں کہ وہ عہد و ذمہ رکھتے ہیں اور ان سے قرابت ہے۔ آنحضرت کی مہر او اسماعیل کی ماں سے ہے کہ وہ اسی قوم کی تھیں۔

ابن عباس کہتے ہیں: عورتوں نے پہلے پہل بڑے بڑے لائے جوڑے دو پیٹے جو اوڑھنے شروع کئے تو وہ اس بنا پر تھے کہ حضرت اسماعیل علی نبینا و علیہ السلام کی ماں نے یہ لباس اختیار کیا تھا (تیچے دو پیٹے سے جو چلتے وقت

لے اہل میں ہے: یا بنی ماء السماء یعنی لے آسمانی میموں کی اولاد کیوں کہ ماء السماء آسمانی میمہ کو کہتے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ ماء السماء ایک عربیہ خاتون کا لقب تھا جو عراق کے ایک عرب بادشاہ منذر نجفی کی ماں تھی اس کا رنگ بہت ہی صاف کچھرا ہوا تھا اس لئے آسمانی میمہ سے تشبیہ دیتے تھے جو بالکل ہی خالص ہوتا ہے، یہ عہد جاہلیت کی بات ہے مگر اسلام میں بھی یہ خاندان بہت ہی شریف اور نہایت ہی نامور مانا جاتا تھا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسی خاندان کے لوگوں کو یہ قصہ سنار ہے تھے اور انھیں کا فخر شرافت بسی کہ کرنے کے لئے کہا تھا کہ تم جن کی نسل میں ہو وہ تو خود ایک لونڈی تھیں، بات یہ ہے کہ جس خاندان میں تقویٰ ہو وہ بہر حال شریف ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔



زمین کو جھاڑتا چلے گا) سارہ کو ان کا نشان اور کھوج نہ مل سکے گا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب انھیں اور ان کے فرزند (اسماعیلؑ) کو لے کے ابراہیمؑ کے چلے تھے۔ ابراہیم بن محمد یفہ بن غانم کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام پر وحی نازل کر کے حکم دیا کہ بلدا اللہ الحرام (مکہ، مبارکہ) چلے جائیں، مثال امر میں ابراہیم براق پر سوار ہوئے اسماعیلؑ کو کہ دو برس کے تھے اپنے آگے بٹھالیا اور باجر کو پیچھے ساتھ میں جبریلؑ تھے جو بیت اللہ کا راستہ بتاتے چل رہے تھے، اسی کیفیت سے کئے پہنچے تو وہاں اسماعیلؑ اور ان کی ماں کو بیت اللہ کے ایک گوشے میں اتارا اور خود شام واپس گئے۔

عقبہ بن بشیر نے محمد بن علیؑ سے پوچھا: عربی زبان میں پہلے پہل کس نے کلام کیا تھا؟

جواب دیا: اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام نے جب کہ وہ تیرہ برس کے تھے۔

(محمد بن علی کی کنیت ابو جعفر تھی عقبہ کہتے ہیں) میں نے پھر پوچھا: ابو جعفر! اس سے پہلے لوگوں کی زبان کیا تھی؟

کہا: عبرانی

میں نے مکر سوال کیا: اللہ تعالیٰ اس زمانے میں اپنے پیغمبروں اور بندوں پر کس زبان میں اپنا کلام نازل کرتا تھا؟

جواب دیا: عبرانی میں۔

محمد بن عمر الاسلمی کئی اہل علم سے روایت کرتے ہیں: اسماعیلؑ جب پیدا ہوئے اسی زمانے میں عربی زبان ان کو الہام ہوئی بخلاف ان کے تمام دوسرے فرزند ان ابراہیمؑ کی وہی زبان تھی جو ان کے باپ کی تھی (یعنی عبرانی یا عبرانی) محمد بن السائب کہتے ہیں: اسماعیلؑ نے عربی میں کلام نہیں کیا تھا اور

اپنے باپ کی مخالفت جائز نہیں رکھی تھی عربی میں تو ان کی اولاد میں سے پہلے پہل ان لوگوں نے کلام کیا ہے جو (مال کی جانب سے) رطلہ بنت شیبہ بن لعیب بن لوذان بن ہرم بن عامر بن سباین بن قطن بن عابر بن شالح بن ارحم بن اسام بن نوح کی اولاد تھے

یحییٰ بن عبد اللہ کہتے ہیں: یہ روایت مجھ تک پہنچی ہے کہ اسماعیل بن عمر بن علی بن ابی طالب نے اپنا  
ختنہ اُس وقت کیا جب وہ تیرہ برس کے تھے۔

علی بن ربیع نخعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام عرب  
اسماعیل بن ابراہیم کی اولاد ہیں، علیہا السلام۔

محمد بن اسحاق بن یسار اور محمد بن اسباب الکلبی دونوں صاحبوں کا بیان ہے: اسماعیل  
بن ابراہیم علیہما السلام کے بارہ لڑکے ہوئے:

(۱) نینا و ذکیر بنت اور نابت بھی انھیں کو کہتے ہیں اور خلف اکبر بھی وہی تھے۔

(۲) قیذر

(۳) آذبل

(۴) نسی کہ انھیں کا نام نسی بھی ہے۔

(۵) مسیح کہ متناع بھی انھیں کو کہتے ہیں۔

(۶) داکر دوما سے بھی وہی نوم میں اور انھیں کے نام سے دو قبائل منسوب ہے۔

(۷) ماشی

(۸) آذر

(۹) طیم

(۱۰) بطور

(۱۱) عیش

(۱۲) قیذا

ان سب کی ماں ربیعہ تھیں جو روایت محمد بن اسحاق ابن یسار و نضام بن عمرو جرہمی کی اور

برعایت محمد بن اسباب الکلبی، یسجب بن یعرب کی بیٹی تھیں، یسجب کا سلسلہ نسب محمد بن اسباب

کی پہلی روایت میں آچکا ہے محمد بن اسباب یہ بھی کہتے ہیں کہ ربیعہ جرہمیہ سے پہلے اسماعیل نے عاملتہ

میں بھی ایک عورت سے نکاح کیا تھا جس کے باپ کا نام عبدی تھا اور وہی عورت ہے کہ ابراہیم جب

اس کے پاس آئے تھے تو وہ سخت کلامی سے پیش آئی تھی اسماعیل نے اس کو چھوڑ دیا اور اس سے کوئی اولاد پیدا ہوئی

زید بن اسلم کہتے ہیں: اسماعیل جب بیس (۲۰) برس کے ہوئے تو ان کی ماں باجر فوتے

(۹۰) برس کی عمر میں انتقال کر گئیں اسماعیل نے انھیں تمام حجر میں دفن کیا۔

لے بھر وہ زمین جس پر عظیم کعبہ کریمہ جا رہی ہے۔

ابو جہم کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ پر وحی نازل کی کہ بیت اللہ (خانہ کعبہ) کی تعمیر کریں ابراہیمؑ اس وقت سو دو سو برس کے تھے اور اسماعیلؑ تیس (۳۰) برس کے دونوں پیغمبروں نے تل کے یہ عمارت بنائی ابراہیمؑ کے بعد اسماعیلؑ نے انتقال کیا تو اپنی ماں کے ساتھ کعبہ کے منتقل حجر کے اندر دفن ہوئے ان کی وفات پر نابت بن اسماعیلؑ خانہ کعبہ کے متولی ہوئے قوم جبرئیم کے لوگ جو ان کے مامو تھے وہ بھی اس تولیت میں شریک تھے۔

اسحاق بن عبد اللہ بن ابی فروہ کہتے ہیں: بحرین پیغمبروں کے اور کسی پیغمبر کی قبر معلوم نہیں۔ (۱) اسماعیلؑ کی قبر جو میناب کے تلے کن اود خانہ کعبہ کے درمیان ہے۔ (۲) ہجو کی قبر جو ریت کے ایک بہت بڑے ترچھی وضع کے ایک ٹیلے کے اندر میں کے ایک پہاڑ کے نیچے واقع ہے اس قبر پر تندئی کا درخت بھی ہے اور یہ بہت ہی گرم مقام ہے۔ (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے در حقیقت تینوں قبریں تھیں پیغمبروں کی قبریں ہیں و صلوات اللہ علیہم اجمعین)

## مابین آدم و محمد علیہما السلام

حضرت آدم علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کتنی صدیاں گزریں

عکرمہ کہتے ہیں: آدم و نوح کے درمیان دس قرن کا زمانہ حائل ہے یہ تمام نسلیں دین اسلام پر قائم تھیں۔ محمد بن عمر و بنی و انفا لاسلمی کئی اہل علم سے روایت کرتے ہیں جن سب کا قول یہ ہے: آدم و نوح کے درمیان دس قرن گزرے ہر قرن ایک سو (۱۰۰) برس نوح و ابراہیم کے درمیان دس قرن سو برس ابراہیم و موسیٰ بن عمران کے درمیان دس قرن سو برس۔



ابن عباس کہتے ہیں: موسیٰ بن عمران و عیسیٰ بن مریم کے درمیان ایک ہزار نو سو (۱۹۰۰) برس گزرے یہ درمیانی زمانہ عہدِ فرشتہ تھا ان دونوں پیغمبروں کے درمیانی عہد میں بنی اسرائیل میں ایک ہزار پیغمبر مبعوث ہوئے اور دوسری قوموں میں جو پیغمبر بھیجے گئے وہ ان کے علاوہ ہیں عیسیٰ کی ولادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان پانسو اہتر (۵۶۹) برس کا فاصلہ ہے جس کے ابتدائی زمانے میں آئین پیغمبر مبعوث ہوئے کلام اللہ میں اسی کے متعلق ہے:

ان ارسلنا اليهما اثنين فلذابوہما فعززنا بالتثابته (وہ واقعہ یاد کرو جب ہم نے ان کے پاس دو شخص بھیجے تو انہوں نے ان کی تکذیب کی آخر ہم نے تیسرے سے انہیں غلبہ دیا) وہ تیسرے پیغمبر شمعون تھے جن کی بدولت غلبہ حاصل ہوا یہ حواریوں میں سے تھے۔

عہدِ فرشتہ جس میں اللہ تعالیٰ نے کوئی رسول نہ بھیجا چار سو تیس برس (۴۳۳) رہا۔ عیسیٰ بن مریم کے بارہ حواری تھے ان کی پیروی تو بہتوں نے کی مگر ان سب میں حواری بارہ ہی تھے حواریوں میں دھوبی اور شکاری (صیاد) بھی تھے یہ سب لوگ پیشہ وروندکار تھے کہ اپنے ہاتھوں سے کام کرتے تھے یہی حواری اصفیاء (برگزیدہ) نکلے۔

عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام جب اٹھائے گئے ہیں تو تیس (۳۲) برس چھ (۶) مہینے کے تھے ان کی نبوت تیس (۳۰) مہینے رہی اللہ تعالیٰ نے انہیں حجِ جسم کے اٹھالیا، وہ اس وقت زندہ ہیں عن قریب دنیا میں واپس آئیں گے دنیا کے پادشاہ ہو جائیں گے پھر اسی طرح وفات پائیں گے جس طرح سب لوگوں کی وفات ہوا کرتی ہے۔

عیسیٰ کی لہجی کا نام ناصرہ تھا ان کے اصحاب کو ناصری کہتے تھے اور خود عیسیٰ ناصری کہے جاتے تھے نصاریٰ کا نام اسی لئے نصاریٰ پڑا۔

لہ عہدِ فرشتہ وہ زمانہ جس میں کوئی پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو۔  
لہ حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انصار رضی اللہ عنہم۔

## انبیاء علیہم السلام کے نام و نسب

ابو ذر کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا کہ پہلے بنی کون تھے؟

فرمایا: آدم میں نے گزارش کی: کیا وہ بنی تھے؟  
فرمایا: ہاں، وہ ایسے بنی تھے کہ اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا تھا۔

عرض کی: اچھا، تو رسول کتنے ہیں؟  
فرمایا: سو پندرہ (۳۱) کی ایک بڑی تعداد۔

۲۷ جعفر بن ربیعہ اور زیاد (مصعب کے آزاد غلام) کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آدم کے متعلق سوال کیا گیا کہ آیا وہ بنی تھے؟ فرمایا: کیوں نہیں وہ بنی تھے، اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا تھا۔

محمد بن السائب الکلبی کہتے ہیں: پہلے پہل جو بنی (بیغیر) مبعوث ہوئے۔ وہ ادریس تھے، خویش بن یارز بن ہبلیل بن قینان بن انوش بن شیش بن آدم وہی ہیں۔

(۲) نوح بن ملک بن متولخ بن خویش کہ ادریس وہی تھے،

(۳) ابراہیم بن تارح بن ناحور بن ساروغ بن ارغواہ بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارخشاد بن سام بن نوح۔

(۴) اسماعیل اور اسحاق فرزندان ابراہیم علیہم السلام۔

(۶) یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم۔

(۷) یوسف بن یعقوب بن اسحاق۔

(۸) لوط بن ہاران بن تارح بن ناحور بن ساروغ کہ خلیل الرحمن

ابراہیم کے بیٹے تھے۔

(۹) ہوز بن عبداللہ بن الخلود بن عاد بن عوض بن ارم بن سام بن نوح۔

(۱۰) صالح بن آسف بن کاشح بن ارم بن نوح بن جابر بن ارم

بن سام بن نوح۔

(۱۱) شعیب بن یوسف بن عیقا بن مدین بن ابراہیم خلیل الرحمن۔

(۱۲) موسیٰ (۱۳) و ہارون، فرزندان عمران بن قاہت بن لاوی

بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم۔

(۱۴) الیاس بن شیم بن العارز بن ہارون بن عمران بن قاہت

بن لاوی بن یعقوب۔

(۱۵) الیسع بن عیسیٰ بن نشولج بن افریم بن یوسف بن یعقوب

بن اسحاق

(۱۶) یونس بن مٹی کہ فرزندان یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کے

سلسلہ نسب میں تھے۔

(۱۷) ایوب بن زارح بن اموص بن لیفرن بن العیص بن اسحاق

بن ابراہیم۔

(۱۸) داؤد بن ایشا بن حوید بن باع بن سلون بن نختون بن عیناد

بن ارم بن خضرون بن فاص بن ہوز بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم۔

(۱۹) سلیمان بن داؤد

(۲۰) ذکریا بن بنتوی کہ ہوز بن یعقوب کی نسل میں تھے۔

(۲۱) یحییٰ بن ذکریا۔

(۲۲) علی بن مریم بنت عمران بن ماثان کہ ہوز بن یعقوب کی

اولاد میں تھے۔

(۲۳) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب

بن ہاشم۔



# رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب

## اسمائے آباء حضرت نبویؐ تا آدم علیہ السلام

۲۸

ہشام بن محمد بن السائب بن بشر الکلبی کہتے ہیں: میں منور لڑکا ہی تھا کہ میرے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب کی مجھے یوں تعلیم دی: محمد الطیب المبارک (صلی اللہ علیہ وسلم) ابن عبدمنان بن عبدالمطلب جن کا نام شیبۃ الحمد تھا، ابن ہاشم جن کا نام عمرو تھا، ابن عبدمنان جن کا نام مغیرہ تھا، ابن قصی جن کا نام زید تھا، ابن کلاب بن مرہ بن کعب بن مالک بن نضر، جامعہ قریشیت نضر ہی تک پہنچتا ہے جو نضر سے بافق گزرے ہیں انھیں قریشی (یا قریشی) نہیں کہتے کنانی کہتے ہیں، نضر کے والد مالک بن النضر سے نضر کا نام قیس تھا، ابن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن کا نام عمرو تھا، ابن ایاس بن مضر ابن نزار بن معد بن عدنان۔

کریمہ بنت مقداؤ بن الاسود البزازی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معد کے والد عدنان تھے، ابن اؤذ بن یرمی ابن اعراق الشریقی۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نسب کا تذکرہ فرماتے تو اپنے سلسلہ نسب کو معد بن عدنان بن اؤذ سے آگے نہ بڑھاتے بلکہ یہاں تک پہنچ کے رک جاتے اور ارشاد فرماتے: سلسلہ نسب لانے والے جھوٹے ہیں، اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: وقرونا بین ذلک کشیرا (اس پنج میں بہت سی نسلیں گزریں)۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس کو (یعنی عدنان بن اؤذ

سے آگے کے سلسلہ نسب کو) جانا چاہتے تو جان لیے ہوتے۔

عمر بن سیمون سے روایت ہے کہ عبد اللہ آیت دجاد اوثودا اُپر بڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ جو لوگ ان کے (یعنی عاود و ثود کے) بعد گزرے انہیں بجز خدا کے اور کوئی نہیں جانتا، سلسلہ نسب ملانے والے (نساب) چھوٹے ہیں۔

ہشام بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مہد و اسماعیل علی نبینا و علیہ السلام کے درمیان تیس (۳۰) سے کچھ اوپر پشتیں گزری ہیں، وہ (یعنی محمد بن النساب) ان پشتوں کے نام نہیں لیتے تھے اور نہ ان کے سلسلے ملاتے تھے، عجیب نہیں یہ اس لئے چھوڑ دیا ہو کہ ابو صالح کی حدیث پر روایت ابن عباس ان کے گوش گزار ہوئی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلسلہ نسب بیان کرنے میں معد بن عدنان تک پہنچتے تھے تو رک جاتے تھے۔

ہشام کہتے ہیں: ایک شخص نے میرے والد سے مجھے یہ روایت سنائی۔ مگر خود میں نے ان سے یہ روایت نہیں سنی تھی۔ وہ روایت یہ ہے کہ میرے والد معد بن عدنان کا سلسلہ نسب یوں بیان کرتے تھے:

معد بن عدنان بن اذون بن المثنیٰ بن سلمان بن عوص بن یوزن بن قموال بن ابی بن العوام بن ناشد بن خزائن بلداس بن تلاف بن طابخ بن جاحم بن تاحش بن ماخی بن عیفی بن عبقر بن عبید بن الوعان حدان بن سبزن بیزنی بن لخن بن لیح بن ارموی بن عیفی بن دیشان بن عیصر بن اقسا بن ابہام بن مقصی بن ناحث بن نازح بن شعی بن مزی بن عوام بن قیذر بن اسماعیل بن ابراہیم علیہا السلام۔

ہشام بن محمد کہتے ہیں: بدمر کے ایک شخص نے جس کی کنیت ابو یقوب تھی اور جو بنی اسرائیل کے مسکین میں سے تھا، اسرائیلیوں (یہودیوں) کی کتابیں سبھی پڑھی تھیں ان کے علوم سے سبھی باخبر تھا، اس نے بیان کیا کہ یہ نام عبرانی زبان سے ترجمہ ہوئے ہیں۔ بورخ ابن ناریا نے کہ ارمیا کے کاتب تھے معد بن عدنان کا سلسلہ نسب اپنے ہاں ثبت کیا ہے، اپنی کتابوں میں لکھا ہے اخبار اہل کتاب

و علمائے یہود میں مشہور ہے اور ان کی کتابوں میں مذکور ہے جو نام انہوں نے لکھے ہیں انہیں ناموں کے قریب قریب ہیں جو باہمی اختلاف ہے وہ زبان کی حریت سے ہے کیوں کہ۔

ہشام بن محمد کہتے ہیں: میں نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ سعد کلبی ابن مریم کے عہد میں تھے ان کا سلسلہ نسب یوں ہے:

سعد بن عدنان بن اود بن زید بن یقذر بن یقذر بن امین بن مخون مباح ابن اہمیع بن یثرب بن یعرب بن العوام بن نبت بن سلمان بن حل بن قیذر بن اسماعیل بن ابراہیم۔

ہشام کہتے ہیں کہ بعض علما نے سلسلہ انساب میں عوام کو ہشیخ پر مقدم رکھا ہے (یعنی پہلے ہشیخ کا زمانہ گزرا ہے پھر عوام ہوئے ہیں) ان راویوں نے عوام کو ہشیخ کی اولاد میں قرار دیا ہے۔

بارون بن ابو عیسیٰ شامی کہتے ہیں: محمد بن اسحاق اپنی بعض روایتوں میں سعد بن عدنان کا سلسلہ نسب دوسرے طریق پر بیان کرتے تھے وہ یوں کہتے تھے: سعد بن عدنان بن مقوم بن ناوہ بن تیرح بن یعرب بن یثرب بن نبت ابن اسماعیل۔

انہیں کی ایک دوسری روایت یہ بھی ہے:

سعد بن عدنان بن اود بن ایجب بن ایوب بن قیذر بن اسماعیل ابن ابراہیم۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: قصتی بن کلاب نے بعض اشعار میں اپنے آپ کو قیذر کے سلسلہ نسب میں ظاہر کیا ہے۔

محمد بن سعد (مصنف کتاب) مجھے ہشام بن محمد بن السائب الکلبی نے اپنے والد کی روایت سے قصی کا وہ شعر یوں پڑھ کے سنایا تھا:

فلمست لحاضن ان لہو تامل ✽ بھا اولاد قیذر و البنت

(یعنی قیذر و نبت کی اولاد نے از روئے شرف قدیم و سلسلہ کن اگر تربیت و داہگی

سے نبت نہیں رکھا ہے تو پھر میں بھی اس سے بری ہوں)۔



ابو عبد اللہ محمد بن سعد: محد کے قیصر بن اسماعیل کی اولاد میں ہونے کی نسبت مجھے  
 علمائے انساب میں کوئی اختلاف نظر نہ آیا، جو نسبتی اختلاف ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ  
 راویوں کو ان کا سلسلہ نسب یاد نہ تھا بلکہ یہ اہل کتاب سے ماخوذ ہے کہ انھیں سے عربی میں یہ  
 نام نقل ہوئے اور اسی بنا پر اختلاف بھی پیدا ہوا، یہ طریقہ اگر درست و صحیح ہوتا اور اس سلسلے  
 میں کوئی غلطی نہ ہوتی تو سب سے بڑھ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہونا چاہئے تھا،  
 ہمارے نزدیک تو امر حق یہ ہے کہ محد بن عدنان تک ہم اس سلسلے کا تسلسل متبرقح مانتے ہیں،  
 پھر اس کے اوپر عدنان سے لے کے اسماعیل بن ابراہیم تک خاموش رہتے ہیں۔  
 عروۃ بن الزبیر کہتے ہیں ہم نے کسی کو ایسا نہ پایا جو محد بن عدنان سے اوپر کے  
 سلسلہ نسب سے آگاہ ہوتا۔

ابوالاسود کہتے ہیں: میں نے ابوبکر بن سلیمان بن ابی حشمہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ محد  
 بن عدنان سے اوپر کے سلسلہ نسب کے متعلق ہم کو نہ تو کسی عالم کے علم میں کوئی ثابت و  
 مستحق بات ملی اور نہ کسی شاعر کے شعر میں۔

عبد اللہ بن خالد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاضر  
 کو براہ کھوڑ گا لیاں زو، وہ تو اسلام لایکے تھے (مسلمان ہو گئے تھے)۔  
 محمد بن السائب کہتے ہیں: بخت نصر (ہنو کہ نصر) نے جب میں کے قلعوں پر حملہ  
 کیا ہے تو محد بھی اس ہم میں بخت نصر ہی کے ساتھ تھے۔

محمد بن السائب کہتے ہیں: محد بن عدنان کی اولاد حسب ذیل ہے۔

(۱) نزار کہ نبوت و شرف و خلافت انھیں کی اولاد میں ہے۔

(۲) قحط

(۳) قناصہ

(۴) سنام

(۵) العرف

(۶) عوف

(۷) شک

(۸) حیدان

(۹) حیدہ

(۱۰) عبید اللہ

(۱۱) حقیقہ

(۱۲) جباوہ

(۱۳) النقم

(۱۴) ایاد

ان سب کی ماں مضافاً تھیں بنت جوشم بن جلمہ بن عمرو بن دؤدہ بن جرہم اور  
قضاء ان کی ماں کے بھائی (داموں) تھے مگر بعض نبی قنساء اور بعض علماء نے ان سب کہتے ہیں کہ  
قضاء محمد کے بیٹے تھے اور محمد کی کنیت انھیں کے نام پر تھی (یعنی ابو عمرو) والدہ اسلم  
قضاء کا نام عمرو تھا وہ قضاء اس لئے کہے گئے کہ اپنی قوم سے منقطع و مستطع ہو کے دوسرے  
لوگوں سے جا ملے انقطاع کی جگہ انقطاع کہنا یہ ان لوگوں کی زبان ہے۔

نزار کے علاوہ محمد بن عدنان کی اور جس قدر اولاد تھی سب کی سب دوسرے دوسرے  
قبائل میں جمل گئی جن میں بعض محمد ہی سے منسوب رہے نزار بن محمد کے صلب سے حضرت وایا پیدا  
ہوئے جن کی ماں سودہ بنت عکاک تھیں نزار کی کنیت ایاد ہی کے نام پر تھی (یعنی ابو ایاد) تیسرے  
فرزند ربیعہ تھے کہ ربیعہ الفرس وہی ہیں اور انھیں کو انقشع کہتے ہیں چونکہ نزار تھے ربیعہ و انما کی ماں  
بنت وعلان بن جوشم بن جلمہ بن عمرو بن جرہم تھیں یہ نزار کو مفسر الحمر آء ایاد کو ایاد و انما و ایاد  
البتا و ربیعہ کو ربیعہ الفرس اور انما کو انما الحمار کہتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جلمہ و جشم کے  
والد انما تھے و اللہ اعلم۔

ہشام بن محمد ایہ والد محمد بن السائب وغیرہ سے روایت کرتے ہیں: ابراہیم کا  
کا باپ آذر تھا، قرآن میں تو اسی طرح ہے مگر توراہ میں ابراہیم کو تاج کا بیٹا کہا ہے  
اور بعض یوں کہتے ہیں۔

آذر بن تاج بن ناوہ بن ساروخ کہ انھیں شروع بھی کہتے ہیں ابن ارجوا  
کہ انھیں ارجوا بھی کہتے ہیں ابن فالج کہ انھیں فالج بھی کہتے ہیں ابن عابر بن شلج کہ ان کو  
شلج بھی کہتے ہیں ابن ارفخشذ بن سام بن حضرت نوحؑ پیغمبر علیہ السلام ابن لکک  
بن متوشلج کہ انھیں موسلج بھی کہتے ہیں ابن خونج کہ وہی اور یس مغیرہ تھے علیہ السلام  
ابن بزد کہ ایاز بھی وہی ہیں اور انھیں کو ایاز بھی کہتے ہیں ابن مولاہیل بن قینان  
بن انوس بن شیرت کہ انھیں کو شیرت بھی کہتے ہیں اور وہی ہیبتہ اللہ بھی ہیں  
ابن آدم صلی اللہ علی نبینا وعلیہ وسلم تسلیم کا کنیت ہے۔

## آہیات جناب نبویؐ

### رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ ماوری

محمد بن السائب کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہؓ بنت ذہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ۔  
آمنہ کی والدہ برہہ تھیں، بنت عبدالعزی بن عثمان بن عبدالدار بن قصی بن کلاب۔

۳۱

برہہ کی والدہ ام حبیب تھیں، بنت اسد بن عبدالعزی بن قصی بن کلاب۔  
ام حبیب کی والدہ برہہ تھیں، بنت عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب بن لوی۔

برہہ کی والدہ قلابہ تھیں، بنت حارث بن مالک بن جہاش بن غنم بن لحيان بن عادیہ بن صعصعہ بن کعب بن ہند بن طابخہ بن لحيان بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔

قلابہ کی والدہ امیہہ تھیں، بنت مالک بن غنم بن لحيان بن عادیہ بن صعصعہ۔  
امیہہ کی والدہ دہب تھیں، بنت ثعلبہ بن الحارث بن تمیم بن سعد ابن ہذیل بن مدرکہ۔

دہب کی والدہ عاکہ تھیں، بنت غاصرہ بن خطیطہ بن حشم بن ثقیف،  
کہ انھیں کا نام قتی بھی تھا، ابن مہبہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ  
بن خصیفہ بن اقیس بن عیلان، کہ ان کا نام الیاس تھا، ابن مضر۔  
عاکہ کی والدہ یعلیٰ تھیں، بنت عوف بن قتی، کہ انھیں کو ثقیف بھی

کہتے ہیں۔



دہب بن عبد مناف بن زہرہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے ان کی والدہ قبیلہ تھیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہند بنت ابی قیلہ ان کی والدہ تھیں ابو قیلہ کا نام وجر تھا، ابن غالب بن الحارث بن عمرو بن ہکمان بن افضی بن حارثہ کہ قبیلہ خزاعہ کے تھے۔ قبیلہ یاسند بنت ابی قیلہ کی والدہ سلمیٰ بنت لوی بن غالب بن فہر ابن مالک بن النضر بن کنانہ۔

سلمیٰ کی والدہ ماویہ تھیں بنت کعب بن اظین جو قبیلہ تضاء کے تھے۔ وجر (ابو قیلہ) ابن غالب کی والدہ سلافہ تھیں بنت وہب بن البکیر ابن مجدہ بن عمرو کہ ازروئے خاندان بنی عمرو بن عوف اور ازروئے قبیلہ اوس کے سلسلے میں تھے۔

سلافہ کی والدہ قیس کی بیٹی تھیں اور قیس ربیعہ کے بیٹے اور بنی مازن میں تھے، یعنی مازن بن لوی بن ہکمان بن افضی جو اسلم بن افضی کے بھائی تھے۔

ان کی والدہ سجعہ تھیں بنت عبید بن الحارث کہ حارث بن الخزرج کے خاندان میں تھے۔

عبد مناف بن زہرہ کی والدہ جبل تھیں بنت مالک بن نعیبہ بن سعد ابن طبع بن عمرو کہ قبیلہ خزاعہ کے تھے۔ زہرہ بن کلاب کی والدہ ام قتی تھیں جن کا نام فاطمہ تھا، بنت سعد بن سبیل کہ انھیں کا نام شیر بھی ہے، ابن جلالہ بن عوف بن عامر الجادری کہ قبیلہ ازو کے تھے۔

محمد بن السائب کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ ماوری میں یا سورا (۵۰۰) ماؤں کے نام لکھے، ان میں کسی ایک کے متعلق میں نے زنا (یا ناجائز تعلق) اور کوئی ایسی بات نہ پائی جس کا علاقہ رسوم جاہلیت سے تھا۔

جعفر بن محمد اپنے والد محمد بن علی بن حسین (ابن علی بن ابی طالب)

سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واقعہ یہ ہے کہ میں فقط نکاح سے نکلا ہوں، سفاح سے نہیں نکلا ہوں (سفاح: زنا تعلق ناجائز) آدم سے لے کے اب تک (یہی عفاف و طہارت نسل میں چلی آئی) اہل جاہلیت کے سفاح کا مجھ پر کچھ بھی شائبہ نہ پڑا، میں نکلا ہوں تو صرف طہارت سے نکلا ہوں۔

عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آدم سے لے کے اب تک نکاح سے نکلا ہوں، سفاح سے نہیں نکلا ہوں۔

۳۲

(آئم المؤمنین) عائشہ (صدیقہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نکاح سے نکلا ہوں، سفاح سے نہیں نکلا ہوں (یعنی خود آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں بلکہ تمام آیاتی حضرت رسالتؐ تا نبیہ آدم علیہ السلام کی تولید ایسے نکاح شرعی سے ہوئی جس پر ناجائز تعلقاں کا کہ عہد جاہلیت میں بہ اصناف متنوعہ معمول و مردوح تھے، مطلقاً پر تو حکم نہیں پڑا)۔

## فواطم و عواتک

سلسلہ مادری جناب نبوی کی وہ بیبیاں  
جن کے نام فاطمہ اور عاتکہ تھے

ماحکمہ کلام عرب میں ایسی بی بی کو کہتے ہیں جو پاک و طاہر ہو (از روئے لغت عاتکہ دعا تکہ، شریف و کریم و خالص اللہون و صافی مزاج کو کہتے ہیں)

خصوصاً وہ بیبیاں جو اس قدر خوشبو میں لسی ہوں کہ اُس کی کثرت سے جسم سرخ ہو رہا ہو، فاطمہ وہ لڑکی جس کا دو وہ چھڑا یا گیا ہو، یا اپنی ماں سے جدا کر دی گئی ہو، عرب میں ان خواتین کی شرافت ضرب المثل تھی، اور اسی بنا پر غزوہ خنین میں آنحضرتؐ نے فرمایا تھا: میں فواطم و عوانک کی اولاد ہوں۔

محمد بن السائب الکلبی کہتے ہیں: عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار ابن قحقی کی ماں جن کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، ہضیبیہ تھیں، بنت عمرو بن عتوارة بن عائش بن ظرب بن الحارث بن فہر۔

ہضیبیہ کی ماں لیلیٰ تھیں، بنت ہلال بن دہیب بن ضبہ بن الحارث ابن فہر۔

لیلیٰ کی ماں سلمیٰ تھیں، بنت محارب بن فہر۔

سلمیٰ کی ماں (۱) عائکہ تھیں، بنت یخلد بن النضر بن کنانہ۔

عمرو بن عتوارة بن عائش بن ظرب بن الحارث بن فہر کی ماں (۲) عائکہ تھیں، بنت عمرو بن سعد بن عوف بن قحقی۔

عائکہ کی ماں (الف) فاطمہ تھیں، بنت ہلال بن عمرو بن ثمالہ، قبیلہ لزد کے تھے۔

اسد بن عبدالعزیٰ بن قحقی کی ماں جن کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، خطیبہ تھیں، ان کا نام اریطہ تھا، بنت کعب بن سعد بن تیم بن مرہ۔

کعب بن سعد بن تیم کی ماں نعم تھیں، بنت تعلبہ بن وائل بن عمرو بن شیبان بن محارب بن فہر۔

نعم کی ماں نابیہ تھیں، بنت الحارث بن متقد بن عمرو بن نبیض بن عاصم بن لوی۔

نابیہ کی ماں سلمیٰ تھیں، بنت ربیعہ بن دہیب بن ضباب بن مجیر بن عبد بن نبیض بن عاصم بن لوی۔

سلمیٰ کی ماں خدیجہ تھیں، بنت سعد بن بہم خدیجہ کی ماں (۳) عائکہ تھیں، بنت عبدة بن ذکوان بن خاضرة بن صعصعہ۔



ضباب بن جحیر بن عبد بن معین کی ماں (ج) فاطمہ تھیں بنت  
عوف بن الحارث بن عبدمناة بن کنانہ۔

عبید بن عویج بن عدی بن کعب کی ماں جن کے سلسلے میں رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، خنیشہ تھیں، بنت عمرو بن سلول بن کعب  
بن عمرو کہ قبیلہ خزاعہ کے تھے۔

خنیشہ کی ماں (۴) عاتکہ تھیں، بنت مدح بن مہرہ بن عبدمناة  
ابن کنانہ۔

یہ تمام بیبیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کے سلسلے میں ہیں۔  
عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے والد) کی ماں (ج) فاطمہ تھیں، بنت عمرو بن عائد بن عمران بن مخزوم  
سلسلہ فواطمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ترین فاطمیہ ہی ہوتی ہیں۔  
فاطمہ کی ماں سخزہ تھیں، بنت عبد بن عمران بن مخزوم۔

۳۳

سخزہ کی ماں تخمر تھیں، بنت عبد بن تھقی۔  
تخمر کی ماں سلمی تھیں، بنت عامر بن عمیرہ بن ودیعہ بن الحارث

ابن فہر۔

سلمی کی ماں (۵) عاتکہ تھیں، بنت عبداللہ بن وائلہ بن ظرب بن  
عیاذہ بن عمرو بن بکر بن یثرب بن الحارث کہ عدوان بن عمرو بن وہب ہیں  
اور عبداللہ بن حرب بن وائلہ بھی انھیں کو کہا جاتا ہے۔

عبداللہ بن وائلہ بن ظرب کی ماں (۶) فاطمہ تھیں، بنت عامر  
ابن ظرب بن عیاذہ۔

عمران بن مخزوم کی ماں سعدی تھیں، بنت وہب بن تیم بن غالب۔  
سعدی کی ماں (۶) عاتکہ تھیں، بنت ہلال بن دحیب بن ضبہ۔

ہاشم بن عبدمناف بن قصی کی ماں (۷) عاتکہ تھیں، بنت مہرہ  
بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن ہرثہ بن سلیم بن منصور بن عکرمہ  
بن حصفہ بن قیس بن عیلان، سلسلہ دعوانگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے قریب ترین ماں تک پہنچتی ہیں [www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

ہلال بن فالح بن ذکوان کی ماں (ھ) فاطمہ تھیں بنت عبید بن  
 رواں بن کلاب بن ربیعہ -  
 کلاب بن ربیعہ کی ماں تھیں بنت تیمم الادریم بن غالب -  
 مجد کی ماں (و) فاطمہ تھیں بنت معاویہ بن بکر بن ہوازن -  
 مژہ بن ہلال بن فالح کی ماں (۸) عائشہ تھیں بنت عدی بن ہشم کہ انہم کے  
 کے سلسلے میں تھے جو خزاہ کے بھائی ہوتے ہیں -

دہنیہ بن ضبہ بن الحارث بن قمر کی ماں (۹) عائشہ تھیں بنت غالب بن فہر  
 عمرو بن عامر بن عمران بن مخزوم کی ماں (ز) فاطمہ تھیں بنت ربیعہ  
 ابن عبدالعزیزی بن زرام بن جھوش بن معاویہ بن بکر بن ہوازن -  
 معاویہ بن بکر بن ہوازن کی ماں (۱۰) عائشہ تھیں بنت سعد بن ہذیل بن مدرکہ  
 قحقی بن کلاب کی ماں (ح) فاطمہ تھیں بنت سعد بن یسک کہ قبیلہ جعدہ  
 کے تھے جو قبیلہ ازد سے ہے -

عبد مناف بن قحقی کی ماں جی تھیں بنت حلیل بن حبشہ الخزاعی -  
 جی کی ماں (ط) فاطمہ تھیں بنت نصر بن عوف بن عمرو بن الحکم کہ قبیلہ  
 خزاہ کے تھے -

کعب بن لؤئی کی ماں اودیہ تھیں بنت کعب بن الیقین کہ وہی نعمان تھے  
 ابن جسر بن شعیب اللہ بن اسد بن ذبیرہ بن تغلب بن حلوان بن عمران ابن الحاف  
 ابن قضاہ -

راویہ کی ماں (۱۱) عائشہ تھیں بنت کابل بن عدرہ -  
 لوی کی ماں (۱۲) عائشہ تھیں بنت یحییٰ بن النضر بن کنانہ -  
 غالب بن فہر بن مالک کی ماں لیلیٰ تھیں بنت سعد بن ہذیل بن مدرکہ  
 ابن الیاس بن مضر -

لیلیٰ کی ماں سلمیٰ تھیں بنت طابختہ بن الیاس بن مضر -  
 سلمیٰ کی ماں (۱۳) عائشہ تھیں بنت الاسد بن المغوش -

ہشام بن محمد بن السائب نے اپنے والد کے علاوہ دوسرے راوی کی اس روایت سے ہیں خبر دی کہ عائکہ بنت عامر بن الطرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ ماوری میں تھیں جس کا تسلسل یوں ہے :-

برہ بنت عوف بن عبد بن عون بن عدی بن کعب کی ماں امیمہ بنت مالک بن غنم بن سوید بن جہش بن عادیہ بن صعصعہ بن کعب بن طاہختہ ابن لحيان۔ امیمہ کی ماں قلابہ تھیں بنت الحارث بن صعصعہ ابن کعب بن طاہختہ بن لحيان۔ قلابہ کی ماں دب تھیں بنت الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل۔ دب کی ماں لبنی تھیں بنت الحارث بن نمیر بن اسد بن عمرو بن تمیم۔ لبنی کی ماں فاطمہ تھیں بنت عبداللہ بن حرب بن اہلہ۔ فاطمہ کی ماں زینب تھیں بنت مالک بن ناضرہ بن حاضرہ بن صلیط بن جشم بن تکیف۔ زینب کی ماں عائکہ تھیں بنت عامر بن ظرب۔ عائکہ کی ماں شقیقہ تھیں بنت محن بن مالک کہ قبیلہ ہاہلہ کے تھے۔ شقیقہ کی ماں سوودہ تھیں بنت اسد بن عمرو بن تمیم۔ یہ ہیں عواتک جو تعداد میں (۱۱۳) تھیں اور فواہم جو دس (۱۰) تھیں۔

## اہلہات آباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

### آنحضرت کے آبا و اجداد کا سلسلہ ماوری

محمد بن السائب الکلبی کہتے ہیں: عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم کی ماں فاطمہ تھیں بنت عمرو بن عامر بن عمران بن مخزوم۔ فاطمہ کی ماں سخوہ تھیں بنت عبد بن عمران بن مخزوم۔ سخوہ کی ماں تخمیر تھیں بنت عبد بن قصی۔ عبدالمطلب بن ہاشم کی ماں سلمی تھیں بنت عمرو بن زید بن بکر بن خدش



ابن عامر بن غنم بن عدی بن النجار، تجار کا نام شیم اللہ تھا، ابن ثعلبہ بن عمرو ابن الخزرج۔

سلمیٰ کی ماں عمیرہ تھیں، بنت صخر بن حبیب بن الحارث بن ثعلبہ ابن مازن بن النجار۔

عمیرہ کی ماں سلمیٰ تھیں، بنت عبدالاشمل بن حارثہ بن دینار بن النجار۔ سلمیٰ کی ماں ایشیدہ تھیں، بنت زعور ابن حرام بن خدیج بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار۔

باشم بن عبد مناف کی ماں عاتکہ تھیں، بنت مرقہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بہشہ بن سلیم بن منصور۔

عاتکہ کی ماں ماویہ تھیں، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صفیہ ان کا نام تھا، بنت حوزہ بن عمرو بن صعصعہ بن معاذیہ بن یحییٰ بن ہوازن۔

ماویہ، یا بقول بعض صفیہ، کی ماں زقاش تھیں، بنت الاسمٰء ابن منبہ بن اسد بن عبد مناتہ بن عاذ اللہ بن سعد العشرہ، کہ قبیلہ نجد کے تھے۔

زقاش کی ماں گبتہ تھیں، بنت الرافعی بن مالک بن الحاس بن ربیعہ ابن کعب بن الحارث بن کعب۔

عبد مناف بن قصی کی ماں حبیبہ تھیں، بنت حلیل بن حبشیہ بن سلول ابن کعب بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامرہ کہ قبیلہ خزاعہ کے تھے۔

حبیبہ کی ماں ہند تھیں، بنت عامر بن النضر بن عمرو بن عامر کہ قبیلہ خزاعہ کے تھے۔

ہند کی ماں لیلیٰ تھیں، بنت مازن بن کعب بن عمرو بن عامر کہ قبیلہ خزاعہ کے تھے۔ ۱۳۵

قصی بن کلاب کی ماں فاطمہ تھیں، بنت سعد بن سہیل کہ انھیں کوثر کہتے ہیں، ابن خالد بن عوف ابن عامر النجار، قبیلہ آزد کے تھے، عامر کعبہ کی جدائیتی دیوار پہلے پہل انھیں نے تعمیر کی، اسی لیے ان کا لقب چادر پر گیا۔

لہ۔ جدار۔ دیوار، النجار، جو دیوار بناے۔

فاطمہ کی ماں ظریفہ تھیں، بنت قیس بن ذی الراسین، جن کا نام  
امیہ تھا، ابن جشم بن کنانہ بن عمرو بن القین بن قہم بن عمرو بن  
قیس بن عیلان۔

ظریفہ کی ماں صحزہ تھیں، بنت عامر بن کعب بن ازک بن بدیل بن  
قیس بن عبقر بن انمار۔

کلاب بن مرہ کی ماں ہند تھیں، بنت سریر بن ثعلبہ بن الحارث  
بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ۔

ہند کی ماں امامہ تھیں، بنت عبدمنہ بن کنانہ۔

امامہ کی ماں ہند تھیں، بنت دودان بن اسد بن خزیمہ۔

مرہ بن کعب کی ماں خشیہ تھیں، بنت شیبان بن عمار بن فہر  
ابن مالک بن النصر بن کنانہ۔

خشیہ کی ماں وحشیہ تھیں، بنت وائل بن قاسط بن ہب بن اقصی  
ابن دعبی بن جدیلہ۔

وحشیہ کی ماں ماویہ تھیں، بنت حبیبہ بن ربیعہ بن نزار۔

کعب بن لوی کی ماں ماویہ تھیں، بنت کعب بن القین، جن کا نام نعمان  
تھا، ابن جسر بن شیخ اللہ بن اسد بن ویرہ بن ثعلبہ بن حلوان بن عمران  
ابن الحاف بن قضاہ۔

ماویہ کی ماں عائشہ تھیں، بنت کابل بن عذرہ۔

لوی بن غالب کی ماں عائشہ تھیں، بنت یخلد بن النصر بن کنانہ،  
اسی قول (روایت) پر سب کا اجماع ہے، مگر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لوی بن

غالب کی ماں سلمیٰ تھیں، بنت کعب بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر  
کہ قبیلہ خزاعہ کے تھے۔

عائشہ کی ماں انیسہ تھیں، بنت شیبان بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعصعہ  
ابن علی بن بکر بن وائل۔

انیسہ کی ماں تماضر تھیں، بنت الحارث بن ثعلبہ بن دودان بن اسد بن خزیمہ۔

تماضر کی ماں رُحْمِ تَحْمِیں، بنت کابل بن اسد بن خزیمہ۔  
 غالب بن فہر کی ماں لیلیٰ تَحْمِیں، بنت الحارث بن میم بن سعد بن ہذیل  
 بن مدرکہ، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ غالب بن فہر کی ماں لیلیٰ بنت الحارث  
 نہ تَحْمِیں، لیلیٰ بنت سعد تَحْمِیں، ابن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔  
 لیلیٰ کی ماں عاتکہ تَحْمِیں، بنت الاسد بن الغوث۔  
 عاتکہ کی ماں زینب تَحْمِیں، بنت ربیعہ بن وائل بن قاسط بن مہنب۔  
 فہر بن مالک کی ماں جندلہ تَحْمِیں، بنت عامر بن الحارث بن مضاہ  
 ابن زید بن مالک، کہ قبیلہ جُرہم کے تھے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فہر بن مالک کی ماں  
 جندلہ بنت عامر نہ تَحْمِیں، بلکہ جندلہ بنت الحارث تَحْمِیں، ابن جندلہ بن مضاہ  
 ابن الحارث، لیکن یہ حارث، حارث اکبر نہ تھے، بلکہ حوانہ کے بیٹے تھے، یعنی حوانہ  
 ابن عاق بن یقظین، کہ قبیلہ جُرہم کے تھے۔  
 جندلہ کی ماں ہند تَحْمِیں، بنت الظہیم بن مالک بن الحارث، کہ قبیلہ جُرہم  
 کے تھے۔

۳۶ مالک بن النضر کی ماں عکرمہ تَحْمِیں، بنت عدوان، کہ انھیں کو حارث کہتے  
 ہیں، ابن عمرو بن قیس بن عیلان بن مضر۔  
 نضر بن کنانہ کی ماں ہنرہ تَحْمِیں، بنت مہر بن اُذ بن لاسخ، برہ کے بھائی  
 تمیم بن مہر تَحْمِیں۔  
 کنانہ بن خزیمہ کی ماں حوانہ تَحْمِیں، کہ انھیں کا نام ہند بھی ہے، بنت سعد  
 ابن قیس بن عیلان۔

حوانہ کی ماں وعدہ تَحْمِیں، بنت الیاس بن مضر۔  
 خزیمہ بن مدرکہ کی ماں سلمیٰ تَحْمِیں، بنت اسلم بن الحاف بن قنعا۔  
 مدرکہ بن الیاس کی ماں لیلیٰ تَحْمِیں، خندف انھیں کا نام ہے، بنت حلوان  
 ابن عمران بن الحاف بن قنعا۔  
 لیلیٰ کی ماں ضریرہ تَحْمِیں، بنت ربیعہ بن نزار، کہے اور ناخ کے درمیان  
 ماہ ضریرہ کے نام سے جو تالاب مشہور ہے (بہد صنف) وہ انھیں کے نام پر



موسوم ہے  
الیاس بن مضر کی ماں مزاب (الرباب) تھیں بنت حیدہ بن معد  
ابن عدنان۔

مضر بن نزار کی ماں سو وہ تھیں بنت عک بن الریث بن عدنان بن اودو،  
اس خاندان کے جو افراد اپنے آپ کو قبائل مین سے منسوب کرتے ہیں وہ اپنا  
سلسلہ نسب یوں بیان کرتے ہیں: عک بن عدنان بن عبداللہ بن نصر  
بن زہران، کہ قبیلہ اسد کے تھے۔

نزار بن معد کی ماں معانہ تھیں بنت جوشم بن جلمہ بن عمرو بن برة  
ابن جرہم  
معانہ کی ماں سلمیٰ تھیں بنت الحارث بن مالک بن نعم کہ قبیلہ نعم کے تھے۔  
معد بن عدنان کی ماں تمہاہ تھیں بنت اللہم بن جلیح بن جدیس  
ابن جاشر بن ارم۔

## قسی بن کلاب

محمد بن عمر الاسلمی نے بحوالہ متعدد علمائے اہل مدینہ اور ہشام بن محمد  
نے بحوالہ محمد بن السائب الکلبی ہسٹم کو یوں خبر دی: کلاب بن مرة بن کعب  
بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک نے قاطمہ کو اپنے قبیلہ ازد و اح میں لیا  
قاطمہ سعد کی بیٹی تھیں، ابن سبیل کا اصل نام خیر تھا، ابن حلالہ بن حوف  
بن عامر عامریہ کو جاہر کہتے ہیں، کہ انھیں نے پہلے پہل جدار (دیوار) کعبہ  
تعمیر کی، ابن عمرو بن جعشم بن بشار بن صعب بن دہان بن نصر بن زہران  
ابن کعب بن الحارث بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر بن الازد۔  
مارب (مین) سے جن دونوں قبائل ازد باہر نکل کے آباد ہوئے انھیں ایام میں  
جعشمہ بھی نکل آئے اور نبی الدیل میں فروکش ہوئے، یعنی دیل بن بکر بن عبدمناة

بن کنانہ، اُن سے بیانِ رفاقت (مخالفت) باندھ لیا، باہم رشتہ داریاں ہوئیں، اُن لوگوں نے جمعہ کے ہاں تزویج کی اور جمعہ کو اپنی لڑکی بیاہ دی۔

کلاب بن مرہ کے صلب سے فاطمہ بنت سعد کے زہرہ بن کلاب پیدا ہوئے، پھر کچھ زمانے بعد قصی کی ولادت ہوئی جن کا نام زید رکھا گیا۔

کلاب بن مرہ کی وفات پر ربیعہ بن حرام بن ضمہ بن عبد بن کعب بن عذرہ ابن سعد بن زید، کہ قضاہ کے تھے، وہاں آئے اور فاطمہ بنت سعد کو اپنی قوم، بنی عذرہ کے علاقے میں لوالاۓ جو ناک شام کے شرفا تھے اور نابہ دیار سرخ و مادون سرخ انھیں کا علاقہ تھا، زہرہ بن کلاب تو بڑے تھے، اپنی قوم ہی میں رہ گئے، مگر قصی چھوٹے تھے اور ہنوز اُن کا دودھ چھڑایا گیا تھا، فاطمہ ان کو اپنے ساتھ لے گئیں، اسی بنا پر نام بھی قصی مشہور ہوا کہ وہ انھیں لے کے اقصائے شام کو چلی گئی تھیں۔ وہاں ربیعہ کے صلب سے بھی ایک لڑکا ہوا جس کا نام رزاح پڑا۔

## مراجعت مکہ مشرفہ

۳۷

قصی اپنے آپ کو ربیعہ بن حرام سے منسوب کرتے تھے، یعنی ربیعہ کو اپنا والد کہتے تھے، قبیلہ قضاہ کے ایک شخص سے جس کا نام اربع تھا، ان کا مناصبہ ہوا، ہشام بن اعلیٰ کہتے ہیں کہ یہ بنی عذرہ کا ایک فرد تھا، قصی اس پر غالب آئے، منقول کو غصہ آیا، دونوں میں شہر بڑھا، تا آنکہ ناگفتی بائیں شروع ہوئیں، منازعت ہونے لگی، قرین نے کہا: تو کچھ ہم سے تو بے نہیں، پھر اپنے شہر میں کیوں نہیں جاتا، اپنی قوم سے کیوں نہیں جانتا؟ وہاں سے لوٹ کے قصی اپنی ماں کے پاس آئے اور پوچھا: میرے والد کون ہیں؟

۱۔ اے قصی، ووری، قصی، جو کچھ دور جا پڑے۔

۲۔ منافلہ، تیر اندازی، مسابقت، منقول، جو اس میں مغلوب رہے۔

جواب ملا: ربیعہ۔

قصی نے کہا: ربیعہ اگر میرے والد ہوتے تو میں نکالنا نہ جاتا۔  
والدہ بولیں: تو کیا یہ کہہ دیا؟ واللہ سن جو ارکا بھی پاس نہ کیا محض حق  
کے مراتب بھی مرعی نہ رکھے، میرے بیٹے! خدا کی قسم، تو اپنی ذاتی حیثیت  
سے اپنے والد کی حیثیت سے اپنے خاندان کی حیثیت سے، اس کے ہیں زیادہ  
شریف ہے اور تیرا گھر گھرانا اس سے بہت اشرف ہے، کلاب بن مرہ بن کعب  
بن اوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ القرشی تیرے  
باپ تھے، تیری قوم کے میں بیت الحرام کے پاس اور اس کے ارد گرد مقیم ہے۔

قصی نے کہا: یہ بات ہے، تو خدا کی قسم میں یہاں کبھی نہ ٹھیروں گا۔  
ماں بولیں: اچھا تو ابھی ٹھیرو، سنا آنکھ آج کا موسم آجائے اس وقت  
نفل کے حجاج عرب کے ساتھ بولینا، کیوں کہ میں ڈرتی ہوں، تمہے کوئی  
ضرر نہ پہنچائے۔

قصی ٹھیر گئے، جب وہ وقت آیا تو ماں نے قبیلہ قضاعہ کے کچھ لوگوں  
کے ساتھ انہیں روانہ کر دیا، کتے پہنچے تو زہرہ (ابن کلاب) ان دنوں زندہ  
تھے، اس وقت زہرہ اور قصی دونوں کے دونوں حج کے شعار میں تھے قصی  
نے ان کے پاس آکے کہا:-

میں تیرا بھائی ہوں۔

زہرہ کی بصارت جاتی رہی تھی، بوڑھے ہو چکے تھے، جواب دیا: اچھا  
میرے قریب آؤ۔

قریب پہنچے تو زہرہ نے ان کے جسم پر ہاتھ پھیر کے کہا: خدا کی قسم، میں  
اس آواز کو جانتا ہوں، اس شباب کو پہچانتا ہوں۔

جب حج سے فراغت ہو چکی تو بنی قضاعہ نے جو قصی کے ساتھ آئے تھے،  
انہیں اپنے ہمراہ لے چلنے کی تدبیر کی کہ دیار قضاعہ میں واپس چلیں، مگر قصی نے  
کہ ایک لمبا تنور سخت مزاج، ثابت قدم، پر جوش، اور شباب کی انگلیوں سے  
بھھرے ہوئے تھے، انکار کر دیا اور کتے ہی میں رہ پڑے، تنھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ



حلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ کی دختر حبشیہ کے لئے پیام دیا، تحلیل کہ لٹی الخراعی انہیں سے مراد ہے اور وہی اس زمانے میں کتے کی حکومت اور خانہ کعبہ کی حجابت (برودہ برداری) کے متولی تھے، قصی کے خاندان سے واقف ہو کر ان کی جانب مائل ہو گئے اور لڑائی بیاہ دی۔

## تولیت بیت اللہ

حلیل کی وفات پر ان کے بیٹے المحترش، جانشین ہوئے کہ ابو عبسان انہیں کی کنیت تھی، بہر سال موسم حج میں اہل عرب ان کو کچھ محصول (موسوم) دیا کرتے تھے، ایک سال اس میں کمی کر دی اور جو دیتے تھے اس میں سے کچھ نہ دیا، محترش کو غصہ آیا تو قصی نے ان کی دعوت کی اور خوب پلائی، اسی حالت میں کچھ اونٹ دے کے خانہ کعبہ کی تولیت ان سے خرید لی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک مشک بھر شراب دے کر یہ تولیت خریدی تھی، محترش راضی ہو گئے اور سح کر کے کتے کے جانب مقابل جارہے۔

خداش بن امیۃ الکعبی اور فاطمہ خزاعیہ، کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض یافتہ تھیں ان دونوں کا بیان ہے کہ قصی نے جب حلیل بن حبشیہ کی بیٹی حبی کو اپنے عقد ازواج میں لیا اور ان سے لڑکے پیدا ہوئے تو حلیل نے کہا:

قصی کے لڑکے میرے ہی لڑکے ہیں، میری ہی لڑائی کے لڑکے ہیں، خانہ کعبہ کی تولیت اور کتے کی حکومت کا کام نبھانے کی قصی کو جو وصیت کر کے کہا کہ اس کے لئے تو ہی سزاوار ہے۔

دیہ درمیانی حدیث تو ایک ضمنی روایت تھی، اب پھر دوسری پہلی روایت

لے اصل میں لفظ اذواد ہے جس کے معنی اونٹوں کے ہیں کہ تعداد میں تین سے دس تک، یا تین سے پندرہ تک، یا تین سے بیس تک، یا تین سے تیس تک، یا دو سے نو تک، ہوں۔

شروع ہوتی ہے جو محمد بن عمر بن واقد الاصلیٰ اور ہشام بن محمد العنکبی سے مروی ہے  
یہ حضرات کہتے ہیں کہ:

## اخراج بکر و خزاعہ

۳۸

کہا جاتا ہے کہ جب حلیل بن حبشہ انتقال کر چکے، قصی کی اولاد بڑھی،  
مال دولت میں فراوانی ہوئی، ان کی شرافت منظم و مسلمانی جا چکی، تو قصی کی  
رائے یہ ہوئی کہ قبائل خزاعہ و بنی بکر کے مقابلے میں خانہ کعبہ کی تولیت اور  
کے کی حکومت کے لئے وہ خود ہی اتنی واو لائے ہیں کیونکہ اسماعیل بن ابراہیم  
(علیہما السلام) کی شاخ سے تو قریش ہے اور یہی لوگ ان کی خالص اولاد میں  
ہیں، قریش و بنی کنانہ کے کچھ لوگوں سے قصی نے اس باب میں گفتگو کی  
اور ان کے سے قبائل خزاعہ و بنی بکر کے اخراج کی انھیں دعوت دے کے کہا:

اس منصب کے لئے ان سے زیادہ نمایاں و سزاوار خود ہم لوگ ہیں۔  
ان کی بات لوگوں نے مان لی اور اس تجویز میں انھیں کے متبع ہو گئے۔  
قصی نے اپنے مال جائے بھائی رزاح بن ربیعہ بن حرام العذری کو  
بھی خط لکھ کے استمداد کے لئے دعوت دی، رزاح خود بھی مدد کو نکلے اور  
ان کے بھائی (باپ کی صلبی اولاد) حنّ و محمود و جملہ بھی انھیں کے ساتھ ہو لئے،  
اتباع میں قضاہ کے اور لوگ بھی ہمراہ چلے اور کئے پہنچ گئے۔

قبیلہ صرہ کے لوگ کہ غوث بن مرہ کی اولاد میں تھے، عرفات سے  
لوگوں کو ہٹا دیا کرتے تھے، جب تک ان میں سے کوئی ایک زد پہلے ہی جارہے  
کر لیتا لوگ یہ منک ادا نہ کر سکتے، پہلے سال تو یہی قاعدہ رہا لیکن جب دوسرے  
سال قبیلہ صرہ نے (ایام حج میں) اسی ضابطہ مستحضر پر عمل کیا تو قصی اپنی قوم قریش  
و کنانہ و قضاہ کی جمعیت ساتھ لے کے عقبہ کے پاس پہنچے اور قبیلہ صرہ سے کہا کہ  
تم سے زیادہ ہم اس کے سختی میں صوفس نے انکار کیا تو باہم اس قدر جنگ ہوئی

کہ محاربین صوف کو آخر کار نہر میت اٹھانی پڑی رزاح نے (یہ دیکھ کے کہ مخالفین کا زور ٹوٹ چکا ہے) قصی سے فرمایش کی کہ لوگوں کو رچی جا کر کر کے گزر جانے کی اجازت دو، قصی نے اجازت دے دی اور جو کچھ مخالفین کے ہاتھ میں تھا، سب بر غالب آگئے۔ (متصرف ہو گئے) اسی زمانے میں افاصلہ آج تک (بعہد مولف) قصی ہی کی اولاد میں ہے۔

اس نہر میت سے خزاعہ بنی بکر کو ندامت و خجالت دامن گیر ہوئی، قصی سے وہ الگ ہو گئے، یہ دیکھ کے قصی نے پھر ان کے ساتھ جنگ کی تیاری کی۔ اٹلی میں بڑے معرکے کا رن پڑا۔ فریقین میں بہتیرے قتل ہوئے، آخر مصالحت کی جانب مائل ہوئے اور یغیر بن عوف بن کعب بن لیث بن بکر بن عبدمناتہ ابن کنانہ کو حکم ٹھہرایا، یغیر نے یہ فیصلہ کیا کہ۔

(۱) تولیت خانہ کعبہ و حکومت مکہ کے لئے خزاعہ سے قصی بن کلاب اولیٰ ہیں۔

(۲) قصی نے خزاعہ و بنی بکر کے جو خون کئے ہیں وہ سب میرے قدموں کے تلے پامال ہیں۔ یعنی ان کا کوئی خون بہا نہیں۔

(۳) خزاعہ و بنی بکر نے قریش و بنی کنانہ کے جو خون کئے ہیں ان کا خون بہا دینا ہوگا۔

(۴) قصی کے لئے تولیت خانہ کعبہ و حکومت مکہ خالی کر دی جائے۔

اسی دن سے یعمر کا نام بے شریخ پڑا کہ (اپنے فیصلے کی رو سے) تمام خون شریخ کر دیے

## سر آغاز تشریح

مقداد (ابن الاسود) کہتے ہیں: جب قصی کو فراغت حاصل ہوئی اور خزاعہ

اہ افاصلہ سے طواف افاصلہ فرما رہے۔

کہ شریخ اصل میں توڑنے کو کہتے ہیں، مگر اس معنی، خون کا کوئی معاوضہ و دیت قرار نہ دینا ہر کر دینا شریخ، اسم مبالغہ، جس میں یہ صفت نہایت مبالغہ کے ساتھ پائی جاتی ہو۔



و بنی بکر کتے سے نکالے جا چکے، تو قریش ان کے پاس مجتمع ہوئے اور اسی دن سے اس اجتماعی حالت کی بنا پر یہ لوگ قریش کے نام سے موسوم کیے گئے، تفرشش (جس سے لفظ قریش نکلا ہے اس کے) معنی بھی جمع (اجتماع) ہی کے ہیں، قصتی کے معانی مستقیم ہوئے تو ان کے ماں جائے بھائی رزاع بن ربیعہ الخدری اپنی برادری والوں کے ساتھ کہ تین سو کی تعداد میں تھے اپنے علاقے میں واپس گئے، رزاع اور حن قصتی سے ملا کرتے تھے، حج کے موسم میں کئے آیا کرتے تھے، انہیں کے ساتھ رہتے تھے۔ انہیں کے گھر ٹھہرتے تھے اور دیکھتے تھے کہ قریش و عرب ان کی کسی تعظیم کرتے تھے، قصتی بھی رزاع اور حن کی بزرگداشت مرعی رکھتے تھے اور انہیں صلہ دیا کرتے تھے، قریش کے پیش نہاد بھی ان کا اجلال و اکرام تھا کیونکہ جنگ خزاعہ و بکر میں قریش کو ان سے مدد ملی تھی، اس آزمائش میں وہ پورے اترے تھے اور حق استقامت ادا کیا تھا۔

ہشام بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قریش کی وجہ تسمیہ فقط یہ ہے کہ فہر کے تینوں بیٹوں میں دو تو ایک ماں سے تھے اور ایک بیٹا دوسری ماں سے تھا، یہ سب جدا جدا ہو کے تہامہ کہہ میں الگ الگ فروکش ہوئے، کچھ زمانے تک تو یہی حال رہا، مگر پھر کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ باہم مجتمع ہو گئے، مل جل گئے، بنی بکر نے اس پر کہا: لقد تفرشش بنو جندلہ (جندلہ کی اولاد نے تو پھر تفرشش یعنی اجتماع کر لیا)۔

۳۹

## ابتداء بت پرستی

قبیلہ مضر کا پہلا شخص جو مکے میں فروکش ہوا وہ خزیمہ بن مدرکہ تھا، یہی

لہ جندلہ کی اولاد سے فہر بن مالک ہی کی اولاد ہوا ہے کیونکہ انہیں کی بیوی کا نام جندلہ بنت عامر ابن الحارث یا جندلہ بنت الحارث تھا، اہل عرب میں طریق خطاب یہ بھی تھا کہ محل استعجاب میں بجا کے نسبت ائوت کے نسبت ائوت در میان لاتے تھے۔

وہ شخص ہے جس نے پہلے پہل نیک (بت) اس کی جگہ منسوب کیا تھا، اور اسی بنا پر اس بت کو عندم خزیمہ (یعنی خزیمہ کا بت) کہتے تھے،  
خزیمہ کی اولاد کے ہی میں رہ پڑی اور اس وقت تک مقیم رہی کہ فہر بن  
مالک اس کے وارث ہوئے، اس زمانے میں بنی اسد و بنی کنانہ کے جو لوگ  
کے میں تھے سب کے سب نکل گئے اور وہاں جا کے آباد ہوئے جہاں آج تک  
(بعہد مصنف) ان کے منازل و مساکن موجود ہیں۔

## اولاد قسّی بن کلاب



مجر بن السائب کہتے ہیں کہ قسّی کی تمام اولاد ان کی بیوی حبیبہ بنت صلتل  
سے ہے۔

- لڑکے :-  
(۱) عبدالدار بن قسّی جو ان کے پہلے بیٹے تھے۔  
(۲) عبدمناف بن قسّی بن کلاب کا نام منیرہ تھا۔  
(۳) عبدالعزیز بن قسّی۔  
(۴) عبد بن قسّی۔

اطکاب :-  
(۱) خزیمہ بنت قسّی۔  
(۲) بربہ بنت قسّی۔

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں: قسّی کہا کرتے تھے کہ میرے چار لڑکے ہیں  
جن میں دو کے نام تو میں نے اپنے معبود کے نام پر رکھے ہیں، ایک کو اپنے گھبر کی  
نسبت سے اور ایک کو خاص اپنے سے مولوم کیا ہے، اسی بنا پر عبد بن قسّی  
کو عبد قسّی کہتے تھے، جن دو لڑکوں کو اپنے معبود سے نامزد کیا تھا وہ عبد مناف

و عبد الغنی تھے اور عبدالدار کا سبب تسمیہ دار یعنی گھر تھا۔

## دَارُ النَّدْوَةِ



### مجلس شورا قریش



محمد بن عمر الاسلمی نے دو طریقوں سے روایت کی ہے، ایک روایت تو عبداللہ بن جعفر الزہری سے ہے جنہوں نے ابو بکر بن عبدالرحمن بن مشور بن مخزوم کی کتاب سے جو اللہ محمد بن جعفر بن عظیم بن خبر دی ہے دوسری روایت محمد بن السائب سے ہے جو ابوصالح کے واسطے سے ابن عباس کا قول بیان کرتے ہیں، ان دونوں روایتوں میں بالاتفاق کہا گیا ہے کہ کعب بن لوی کے پہلے فرزند قصصی بن کلاب ہی ہیں جن کو ملک و مملکت حاصل ہوئی اور قوم نے بھی ان کی اطاعت کی، وہ اہل مکہ میں ایسے مانے ہوئے شریف تھے کہ کسی کو ان کی شرافت و عظمت میں مجال نزاع نہ تھی، قصصی نے دار الندوہ تعمیر کر کے اس کا دروازہ بیت اللہ کی جانب رکھا، یہی دار الندوہ ہے جس میں قریش کے تمام معاملات فیصلہ ہوتے تھے، نکاح، یا جنگ، یا مورثی آمدہ میں مشورہ۔ سب کا محل ہی تھا۔

ختی کہ :-

(۱) لڑکی جب بالغ ہوتی اور فیص پیننے کے سن کو پہنچتی تو اس کا فیص ہیں چاک کیا جاتا اور پھر وہیں سے اپنے گھر والوں میں پہنچائی جاتی۔

(۲) علم جنگ خواہ اپنے لئے ہو یا کسی دوسری جماعت کے لئے، دار الندوہ

لہ عربی میں گھر کو دار کہتے ہیں بشرطیکہ میں ہو، اور اس پر عبارت کا اطلاق ہو سکے ورنہ معمولی مکان کو بیت کہیں گے۔



ہی میں گاڑا جاتا جو قضی کا خاص کام تھا۔  
 (۳) لڑکے کا تختہ ہوتا تو دارالندوے ہی میں ہوتا۔  
 (۴) قریش کا کوئی قافلہ نکلتا تو وہیں سے ہو کے نکلتا۔  
 (۵) قضی کی بزرگداشت، برکت صلاح اخذ کرنے، اور ان کے فضل و شرف کا اعتراف کرنے کے لئے سفر سے واپس آتے تو پہلے دارالندوے ہی میں آتے۔  
 جس طرح کسی مذہب کی پیروی کی جاتی ہے اہل مکہ اسی طرح قضی کے حکم کی پیروی کرتے، زندگی تو زندگی، قضی کے مر جانے کے بعد انھیں کے حکم پر عمل ہوتا۔

## قضی بن کلاب کے اختیارات

- (۱) حجاجت (خانہ کعبہ کی پروہ برداری یا درباری) کہ جسے چاہیں اندر جانے دیں اور جسے چاہیں روک دیں۔
- (۲) تنقیہ و حاجیوں کو پانی پلانا۔
- (۳) رفاۃ (حاجیوں کو کھانا کھلانے کا انتظام)۔
- (۴) یواۓ (علم شریک بلند کرنا)۔
- (۵) ندوہ (مجلس شوری یا ایوان حکومت)۔
- (۶) حکومت مکہ، یہ سارے اختیارات قضی کے ہاتھ میں تھے۔
- (۷) اہل مکہ کے علاوہ جو لوگ مکہ میں داخل ہوتے قضی ان سب سے عشر (معمول دہ یک) لیا کرتے۔

## دارالندوے کا سبب تسمیہ

دارالندوے کا سبب تسمیہ قطیہ ہے کہ وہ قریش کا مندرجہ یعنی محل اجتماع تھا

نیک و بد خیر و شر، کوئی معاملہ ہو۔ سب کے لئے وہیں جمع ہوتے (زندہ کے کا ماخذ  
۴۰۔ ندی سے اور ندی جمع قوم کو کہتے ہیں، جب وہ مجتمع ہوں، تو اسی مناسبت  
سے اُن کے دارالاجتماع کو ندوہ یا دارالندوہ کہیں گے۔)

## آبادی مکہ

قصی نے مکے کے مختلف حصے کر کے اپنی قوم میں تقسیم کر دیے اور اُن  
منازل و مقامات میں قریش کی جماعتیں آباد کیں جہاں وہ اب زبلمہد مضاف ہیں،  
کے میں عیضہ اور ستم کے درخت کثرت تھے، حرم کے اندر اُن کے کاٹنے  
سے قریش برہنیت طاری ہوئی۔ تو قصی نے خود ان کے کاٹنے کا حکم دیا  
اور کہا کہ یہ تو شخص اپنے مکانات و محلات اور راستوں کے لئے تم کاٹتے ہو،  
جو خرابی چاہے اُس پر خدا کی لعنت!

یہ کہ کے اپنے ہاتھ سے درخت کاٹے اور اُن کے اعوان و انصار  
نے بھی کاٹنے شروع کئے، تو قریش نے بھی ہاتھ لگایا اور سب کاٹ ڈالے۔

## مجمع

## قصی کا خطاب

قریش نے قصی کو مجمع جمع کرنے والے، کے لقب سے لقب کیا، کیونکہ  
انہیں کی بدولت قریش کو جمعیت نصیب ہوئی تھی (اسی بنا پر اُن سے اور  
اُن کے حکم سے برکت حاصل کرتے تھے، اُن کا اعزاز و اکرام کرتے تھے اور انہیں

اپنا مالک و حکمراں بنا رکھا تھا۔  
قصی نے قریش کی جماعتیں بطح میں لایا بسائیں اسی لئے یہ سب قریش بطح کے نام سے موسوم ہوئے۔

قبائل بنی تمیم بن عامر بن لوی بنی تیمم الاورم بن غالب بن فہر۔ و بنی محارب  
ابن فہر و بنی حارث بن فہر ظہر کہ یعنی اس کے بالائی حصے میں مقیم رہے، یہی لوگ ظواہر  
ہیں، کیونکہ قصی کے ساتھ یہ بطح میں نہیں اترے تھے۔ البتہ ابو عبیدہ بن الجراح  
کا گروہ کہ بن حارث بن فہر سے تھا، بطح میں فروکش ہوا۔ لہذا یہ لوگ مظہرین اہل بطح  
کے ساتھ شمار ہوتے ہیں۔

ایک شاعر جس سے مراد ذکو ان ہے، کہ عمر بن الخطاب کا آزاد غلام تھا، اور  
صحاہک بن عیس الفہری نے اس کو مارا تھا، کہتا ہے۔

فلو شہدتني من غير شع صابئة  
قریش بطح لا قریش الظواہر

(اے کاش قریش کی ایک جماعت میرا نہ ہوتی)  
(گر یہ جماعت قریش بطح کی ہوتی قریش ظواہر کی نہ ہوتی)

ابوکم قصی کان یدعی مجمعا  
بد جمع الله القبائل من فہر

تجھارے ہی باپ قصی بن کلاب کہے جاتے تھے  
غرض کہ قریش کے جمع کرنے کے باعث قصی جمع کہے گئے، اور قریش کا نام بھی  
قصی ہی کی بدولت قریش پڑا۔ ورنہ اس سے پہلے ان کو بنی النضر یا اولاد  
نضر کہتے تھے۔

۱۔ بطح، بطحاء، بطح، وہ فرخ وسیع وادی جس میں ریت اور لنگریاں ہوں۔  
۲۔ قریش الظواہر: جو مکے کے بالائی حصوں میں مقیم تھے قریش بطح: جو مکے کے اندر فروکش ہوئے۔  
۳۔ فرزندان عبدمناف و بنی عبدالدراہم کہ یہ سب قصی کی اولاد تھے، حجابہ درفاوہ لو اور ہتھیار کے  
متعلق متنازع تھا جسے طے کرنے کے لئے ایک جماعت آماوہ ہوئی تھی اور اسی جماعت کا نام مظہرین  
پڑا تھا حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے خاندان والے انھیں لوگوں کے پڑوس میں آباد ہوئے تھے۔



## صفت اجتماع

سعید بن محمد بن جبیر بن مظلم سے روایت ہے کہ عبد الملک بن مروان نے  
محمد بن جبیر سے دریافت کیا کہ:

قریش کا نام قریش کب پڑا؟

محمد نے جواب دیا: قریش کا نام قریش اس وقت پڑا جب یہ لوگ  
تغریق و پراگندگی کے بعد مجتمع ہوئے، اسی اجتماع کا نام تغریق یعنی قریشیت  
یا قریشیت ہے، جب عبد المطلب نے کہا میں نے یہ بات تو نہیں سنی، البتہ یہ سنی ہے کہ قفٹی کو قریشی  
کہتے تھے اور اس سے پہلے قریش کا نام نہیں پڑا تھا۔

ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف کہتے ہیں: قفٹی جب حرم میں فروکش ہو کے  
غالب آچکے تو اچھے اچھے کام کئے، لہذا انہیں قریشی کہا گیا، اس نام سے پہلے  
پہل وہی موسوم ہوئے۔

ابو بکر بن عبد اللہ بن ابو جہم کہتے ہیں: قریش کے نام نظر بن کنانہ موسوم ہوئے تھے۔

## حکم

### شرع ابراہیمی پر زیادتیاں

یعقوب بن عتبہ الاخسی کہتے ہیں: قریش و کنانہ و خزاعہ اور بقیۃ اہل  
عرب کے وہ تمام لوگ جو قریش کے سلسلہ اولاد میں داخل تھے، یہ سب کسب  
حس یعنی محنت و مشد و سخت گیر اور پابندی رسوم کے متعلق اپنے اپنے سختی شد و کرنے والے تھے۔

یہی روایت محمد بن عمر نے بھی کی ہے۔ مگر سند دوسری ہے جس میں اتنا اضافہ ہے کہ (قریش کے سلسلہ اولاد والے) یا قریش کے حلیف بھی (یعنی وہ قبائل جو قریشیوں کے ساتھ پیمانہ رفاقت باندھے تھے) متجنس تھے۔

محمد بن عمر کہتے ہیں: متجنس وہ چیزیں تھیں جو ان لوگوں نے دین میں ایجاد کی تھیں ان مخذنات پر وہ متجنس یعنی تشدد کرتے تھے، کہ سختی سے اپنے آپ کو ان کا پابند بنا رکھا تھا۔

(۱) حج کر لیتے تو حرم سے باہر نہ نکلتے۔ اس بنا پر حق تک پہنچنے سے قاصر رہتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے جو شریعت قرار دی تھی وہ عرفات پروقوف کی شرط تھی کہ وہ من جملہ صل ہے۔

(۲) گھٹی کو (موسم حج میں) پکا کے صاف نہیں کرتے تھے اور ایسا کرنا حرام جانتے تھے۔

(۳) بالوں کے پتھر چھتر یا چھوٹے شامیانے یا مختصر سایبان) نہیں بٹتے تھے (یا نہیں بنا تے تھے)۔

(۴) خود یہ لوگ ادیم (کمیخت) کے سرخ رنگ بٹے (یعنی چھوٹے چھوٹے شامیانے) نصب کر کے (آیام حج میں) رہتے اور مذہباً ایسا کرنا ضروری سمجھتے۔

(۵) جو حاجی باہر سے آتا تو اس پر لازم تھا کہ کپڑے پہنے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کرے لیکن یہ پابندی اس شرط کے ساتھ تھی کہ ہنوز عرفات میں نہ گیا ہو۔

(۶) عرفات سے واپس آتے تو برہنہ ہو کے خانہ کعبہ کا طواف اضااف کرتے، یا پہنتے بھی تو دو آہستگی پرے پہنتے

۱۷ ج ۱: مقام بیرون حرم۔

۱۷ ج ۱: احسن انھیں لوگوں کو کہتے تھے، بضرورت دو کپڑے پہن کے طواف کرنے کی رسم بھی انھیں نے نکالی تھی لہذا ان کپڑوں کو بھی انھیں سے منسوب کر کے جمعی کپڑے کہتے تھے، ان رسوم کے اختیار کرنے کا سبب ان کی رائے میں خانہ کعبہ کا ادب و احترام تھا، انھیں رسوم تعلیمی کی شہادت دینے کے لئے عربی زبان میں لفظ حرمیت بوزن ذمینی حرمت یعنی کرام و احترام آج تک چلا آتا ہے۔

(۷) اگر کوئی اپنے دو کپڑے پہنے ہوئے طواف کرنا تو پھر ان کپڑوں کا پہننا اس کے لئے حلال نہ ہوتا۔

## مزدلف کی روشنی

محدثین عمر کہتے ہیں: قصی جس وقت مزدلفہ میں ٹمہرے تو وہاں آگ جلائے کی رسم نکالی، کہ عرفات سے جو آ رہا ہو وہ اس روشنی کو دیکھے، اس رسم کے مطابق ہمیشہ یہ آگ اسی شرب میں، یعنی شرب اجتماع عرفات (حج کی رات) میں روشن رہا کرتی، جاہلیت میں یہی دستور (آخر تک) تھا۔

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر و عمر و عثمان کے ہمیں بھی روشنی ہوا کی۔

محدثین عمر کہتے ہیں: یہ روشنی اب تک (یعنی تا بعہد راوی) ہوتی ہے۔

## حاجیوں کی آسائش

قصی نے قریش پر ستیاء ورفادہ (یعنی حاجیوں کو پانی پلانا اور کھانا کھلانا) لازم قرار دے کے ان سے خطاب کیا:

اے جماعت قریش، تم اللہ تعالیٰ کے زیرِ نیاہ ہو، پڑوسی ہو، خانہ خداؤ ہو، اہل حرم ہو، حاجی اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں، اس کے گھر کے زائر ہیں، اور تمام مہمانوں سے زیادہ مستحقِ کرامت ہیں، لہذا تم بھی ان کے لئے حج کے دنوں میں کھاتے پینے کا انتظام کرو، اور یہ انتظام اس وقت تک کے لئے ہو کہ وہ تمہارے ہاں سے رخصت ہو جائیں۔



حاجیوں کی آسائش کے لیے قریش ہر سال اپنے مال و دولت میں سے کچھ مقدار نکال کے قحطی کے سہرہ کر دیا کرتے جو منی (منہ) کے دنوں میں اور کئی لوگوں کو اسی آمدنی سے کھانا کھلاتے اور پانی کے لئے حوض نیا کر داتے جن سے کئے منا و عرفات میں لوگ سیراب ہوتے، جاہلیت میں ہمیشہ یہ دستور جاری رہا اور قحطی کی قوم اس پر عامل رہی۔ تا آنکہ اسلام آیا اور اسلام میں بھی آج تک (یعنی تا مجتہد صنف) یہی طریقہ جاری ہے۔

## عبدالدار

قحطی جب بوڑھے ضعیف ہوئے تو عبدالدار سے، کہ ان کے پہلے لڑکے اور اکبر الاولاد تھے مگر ضعیف واقع ہوئے تھے حتیٰ کہ ان کے چھوٹے بھائی ان پر بالارہتے تھے، یہ کہا کہ بیٹا! خدا کی قسم، یہ لوگ اگرچہ تجھ پر بالا ہیں مگر میں تجھے ان لوگوں کے ساتھ ملائے دیتا ہوں (برابر کیے دیتا ہوں):

(۱) ان میں سے کوئی شخص خانہ کعبہ میں اُس وقت تک داخل نہ ہو سکے گا کہ تو دروازہ کھولے اور اسے اندر جانے دے۔

(۲) قریش کوئی علم جنگ بلند نہ کر سکیں گے جب تک کہ تو اپنے ہاتھ سے بلند نہ کرے۔

(۳) کتے میں جب کوئی پانی پیے گا تیرے پلائے پیے گا۔

(۴) موسم حج میں جو کوئی کھانا کھائے گا تیرے کھانے میں سے کھاے گا۔

(۵) قریشکس اپنے جس کام کا فیصلہ کرنا چاہیں گے تیرے ہی گھر میں کریں گے۔

یہ کہہ کے قحطی نے عبدالدار کو (۱) دارالندوہ (۲) خانہ کعبہ کی حیات (۳) لوا (۴) سقایت (۵) رفاوت، دے دی اور یہ شخصیں اس لیے ۴۲ کی کہ دوسرے بھائیوں کے برابر ہو جائیں۔

## قصی کی وفات

قصی نے انتقال کیا تو منہام بخون میں دفن ہوئے (اس حادثے میں) اُن کی بیٹی تنختر اپنے باپ کے مرثیے میں کہتی ہیں:

طرق النبی بعید نوم المہجد فنعی قصیاً ذالندی والسود

رسوئے والے شب میں سو رہے تھے کہ کچھ ہی دیر بعد موت کی خبر دینے والے نے دروازہ کھٹکھٹایا اور قصی کی خبر مرگ سنائی جو کریم تھے، سخی تھے اور سہ دار و رہبر قوم تھے)

فنعی المہذب من موتی کلہا فانہل دمعی کالجمان العفرد

(اس نے ایسے شخص کی خبر مرگ سنائی جو تمام خاندان لوی میں سب سے زیادہ ہذب تعالیٰ سن کے میرے آنسو پہلنے لگے جیسے موتی یا موتی کی ایک لڑائی بکھر جائے)

فأرقت من حزنٍ وهیمٍ داخل أوق السلیم لوجدا المتفقدا

(اس اندرونی رنج و غم سے میری نیند اچٹ گئی، جاتی رہی، جیسے بے قراری کے باعث سانپ ڈکے ہوئے کی حالت ہوتی ہے)

## عبد مناف

محمد بن السائب کہتے ہیں: قصی کے انتقال کرتے پر عبد مناف بن قصی اُن کے

لہ سلیم اور سلوم، اس شخص کو کہتے ہیں جسے سانپ لے ڈسا یا بچھو لے ڈنک مارا ہو۔

قائم مقام ہوئے، قریش کے تمام امورا انھیں کے ہاتھ میں تھے، قصی نے اپنی قوم کے لئے جن محلات کی داغ بیل ڈالی تھی عبد مناف نے ان کے علاوہ دوسرے محلات کی داغ بیل بھی ڈالی، یہ عبد مناف ہی کی خصوصیت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین (اپنے خاندان کے قریب ترین لوگوں کو خدا کے خوف سے ڈراؤ) نازل فرمایا تو آنحضرت (صلوات اللہ علیہ) نے مخصوص خاندان عبد مناف ہی کو انذار فرمایا یعنی سطوت خداوندی سے ڈرایا۔

ابن عباس کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آیہ وانذر عشیرتک الاقربین نازل فرمایا تو آنحضرت (علیہ الصلاۃ والسلام) مرقۃ بر حر لہ گئے اور وہاں سے آواز دی: یا آل فہر (اے خاندان فہر کے لوگو تمہاں ہو) آواز دیتے ہی تمام قریش حاضر ہو گئے۔ ابو لہب بن عبد المطلب نے کہا: اولاد فہر یہ تیرے سانسے ہے، جو کہنا ہو کہ۔ آنحضرت (سلام اللہ علیہ و برکاتہ) نے فرمایا: یا آل غالب، اس آواز پر حارث و محارب فرزندان فہر کی اولاد واپس گئی۔

آنحضرت (علیہ التحیات) نے فرمایا: یا آل لوی بن غالب۔ اس آواز پر تیم الادرم بن غالب کی اولاد واپس گئی۔ آنحضرت (رحمۃ اللہ و صلواتہ علیہ) نے فرمایا: یا آل کعب بن لوی، اس آواز پر عامر بن لوی کی اولاد واپس گئی۔

آنحضرت (علیہ السلام) نے فرمایا: یا آل مسرۃ بن کعب، اس آواز پر عدی بن کعب کی اولاد اور سہم و حنح ابنائے عمرو بن لعیص بن کعب کی اولاد واپس گئی۔

آنحضرت (برکات اللہ علیہ) نے فرمایا: یا آل کلاب بن مسرۃ، اس آواز پر مخزوم بن یغظہ بن مرہ اور تیم بن مرہ کی اولاد واپس گئی۔ آنحضرت (بارک اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: یا آل قصی، اس آواز پر زہرہ بن کلاب کی اولاد واپس گئی۔



آنحضرت (علیہ الصلوٰت) نے فرمایا: یا ال عبد مناف، اس  
 آواز پر عبد الدار بن قصی کی اولاد، اسد بن عبد العزی بن قصی کی اولاد اور  
 عبد بن قصی کی اولاد واپس گئی۔

ان سب کے چلے جانے پر ابو لہب نے (آنحضرتؐ) سے کہا: یہ  
 فرزندان عبد مناف تیرے سامنے ہیں، اب جو کہنا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا:

## توحید کی دعوت

ان اللہ، قد امرنی ان اذہر حشیرتی الاقربین،  
 وانتم الاقربون من قریش، واتی لا املک لکم من اللہ  
 حظاً ولا من الاخرة نصیباً الا ان تقولوا لا الہ الا اللہ،  
 فاشہد بہا لکم عند ربکم وتدين لکم بہا العرب  
 وتذل لکم بہا العجم۔

(یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اپنے قریب ترین خاندان  
 والوں کو ڈراؤں، قریش میں قریب ترین تمہیں لوگ ہو، میں تم لوگوں کو  
 اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہ کسی حصے کا مالک بنا سکتا نہ آخرت سے کوئی  
 بہرہ دلا سکتا۔ بجز اس صورت کے کہ تم کہو: لا الہ الا اللہ۔ اس صورت میں:

## اقرار توحید کے نتائج

(۱) میں تمہارے پروردگار کے روبرو تمہارے حق میں شہادت  
 دوں گا۔

(۲) تمام عرب تمھارا ہی دین اختیار کرے گا اور تمھارے ہی طریقے کی پیروی کرے گا۔

(۳) اس کہنے سے تمام صحیح تمھارا تابع و مطیع ہو جائے گا۔  
ابو لہب نے یہ سن کے کہا: تَبَّالْف، قُلْ هَذَا دَعْوَتُنَا؟  
تو خسارے میں رہے، کیا اسی لئے تو نے ہم لوگوں کو بلا یا تھا؟ اسی پر  
اللہ تعالیٰ نے تبت یداً ابی لہب نازل فرمایا، کہتا ہے تبت یداً  
ابی لہب، یعنی خسرت یداً ابی لہب (ابو لہب کے دونوں  
ہاتھ خسارے میں رہے) مطلب یہ ہے کہ اے پیغمبرؐ تو خسارے میں نہیں رہا،  
وہ خود ہی خائب و خاسر ہوا کیوں کہ انکار تو حید کا آخری نتیجہ خسران ہی  
ہوا کرتا ہے)

## اولاد عبد مناف

ہشام بن محمد بن السائب الکلبی نے اپنے والد سے روایت کی،  
عبد مناف کے چھ لڑکے اور چھ لڑکیاں ہوئیں:  
(۱) مطلب بن عبد مناف، یہ سب میں بڑے لڑکے تھے، انھیں نے  
قریش کے لئے نجاشی (حکمران حبشہ) سے تجارتی معاہدہ کیا تھا کہ قریش اس کے  
ملک میں تجارت کر سکیں۔

(۲) ہاشم بن عبد مناف، ان کا نام عمرو تھا، انھوں نے ہرقل (فرمانروا  
قلم و شام و روم) سے پیمانہ عہد لیا تھا کہ قریش امن و حفاظت کے ساتھ شام  
میں سفر تجارت کر سکیں گے۔

(۳) عبد شمس بن عبد مناف۔

(۴) الف۔ تماضر بنت عبد مناف۔

(۵) ب۔ حنہ بنت عبد مناف۔

(۶) ج۔ قلابہ بنت عبد مناف۔

(۷) د۔ برة بنت عبد مناف۔

(۸) ہ۔ ہار بنت عبد مناف۔

ان پانچوں بہنوں اور ان کے تینوں بھائیوں یعنی آٹھ کے آٹھوں کی ماں عاتکہ کبریٰ تھیں، بنت مرہ بن ہلال بن فالج بن ثعلبہ بن ذکوان بن ثعلبہ بن بہتہ بن نسلیم بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر۔ (۹) نوفل بن عبد مناف، کسری (بادشاہ ایران) سے انھیں نے اجازت حاصل کیا تھا کہ قریش عراق میں سفر اور تجارت کر سکیں۔

(۱۰) ابو عمرو بن عبد مناف۔

(۱۱) ابو عبید بن عبد مناف، یہ خود بھی انتقال کر گئے اور نسل بھی نہ چلی، ان تینوں بھائیوں کی ماں واقدہ تھیں، بنت ابو عدی، کہ ان کا نام عامر تھا، ابن عبدالمطلب، زید بن مازن بن صعصعہ۔

(۱۲) ۹۔ ریطہ بنت عبد مناف، ہلال بن معیط کہ نبی کنازہ بن خزیمہ سے ان کی اولاد انھیں کے بطن سے تھی یعنی ریطہ ہلال بن معیط کی منکوحہ تھیں) ریطہ کی ماں ثعلیبہ تھیں (یعنی ان کا نام بھی یہی تھا۔)

## پاشم

ابن عباس کہتے ہیں: پاشم کا نام عمر و تھا، ایلاف قریش یعنی قریش کا داب و طریقہ انھیں سے منسوب ہے (اس ایلاف یا داب قریش کی تشریح ملاحظہ ہو) وہ پہلے شخص ہیں کہ سال میں دو مرتبہ قریش کے لئے (بغرض تجارت) سفر کے طریقے نکالے،

ایک سفر تو جاڑوں میں کرتے تھے (یعنی رطلہ استاء) جس میں یمن و حبشہ تک جاتے، حبشہ میں (اس کے فرمانروا) نجاشی کے پاس پہنچتے جو ان کی



بزرگداشت کرتا اور انھیں عطیات دیتا۔  
 دوسرے سفر گرمیوں کا تھا (رحلۃ الصيف) جس میں شام تک جاتے،  
 غزوة تک پہنچتے کبھی کبھی انقرہ تک واقعہ اناضول۔ روم۔ جیسے  
 عوام آج کل انجورہ کہتے ہیں) پہنچ جاتے، قیصر روم کی پیشگاہ میں ورتے  
 جو ان کی بزرگداشت کرتا اور انھیں عطیات دیتا۔

## خطاب ہاشمیت

ایک مرتبہ قریش پر چند ایسی خشک سالیاں گزریں، ایسے ایسے  
 قحط پڑے کہ مال و دولت، سب کچھ جاتا رہا، انھیں دنوں ہاشم نے  
 شام کا سفر کیا، وہاں پہنچ کے بہت سی روٹیاں بکوائیں، جب طیار  
 ہو گئیں تو بوریوں اور تھیلوں میں بھر کے اونٹوں پر بار کرالیں، واپسی میں  
 جب کے پہنچے تو ان روٹیوں کو، ہاشم نے بعضی توڑ توڑ کے خرید بنالی  
 وہ اونٹ (جن پر روٹیاں بار تھیں) بیچ کر ڈالے، اور جیوں کو مکھ دیا۔ انھوں نے گوشت بیکھا  
 جب تیار ہو گیا تو وہ گئیں صحنوں میں الٹ دیں، کتے والوں کو سیرنگم کھانا اٹھلایا، قحط کے بعد  
 جس کی مصیبت میں لوگ مبتلا تھے، یہ پہلی بارش (ارزانی و فراخی) تھی، اسی  
 باعث ان کا نام ہاشم پڑا۔ عبداللہ بن الزعری اس باب میں کہتے ہیں:

عَمْرُو الْعَلِيِّ هَشْمٌ الْبَرِيدُ الْقَوْمِ  
 وَرِجَالُ مَكَّةَ مُسْتَوْنٌ عِجَافٌ

(بلند مرتبہ عمر نے اپنی قوم کے لئے روٹیاں توڑ کے خرید طیار کی، یہ اس وقت کا واقعہ  
 ہے کہ کیکے کے لوگ قحط زدہ لاغر ہو رہے تھے)۔

معروف بن عمرو بوزکلی سے خاندان عدی بن النخار بن عدی بن نوفل  
 ابن عبد مناف کے ایک شخص نے اپنے باپ کے حوالے سے روایت کی کہ

لہ ہاشم، توڑنا۔ روٹی توڑنا۔ ہاشم، توڑنے والا۔

دہب بن عبد قسی نے بھی اسی باب میں یہ اشعار کہے تھے:

تَحْمَلُ هَاشِمٌ مَاضِقًا عِنْدَ  
وَإِعْيَانِ يَقُومَ بِهِ ابْنُ بَيْضِ

(ہاشم نے وہ بوجھ اٹھالیا جس کے برواشت کرنے اور اسے اٹھا کے کھڑے ہونے سے شریف انسان تنگ آگئے، تھک گئے۔)

۴۴ آتَاهُم بِالْعِرَاءِ مَوْتًا قَاتِلَةً  
مِنْ أَرْضِ الشَّامِ بِالْأَبْرِ النَّفِيسِ

(لوگوں کے لئے وہ ناک شام سے عیرہ صاف گیبوں کی بوریوں بھر بھر کے لائے جن کے سب ہی مشتاق ہوتے ہیں۔)

فَاوَسِعَ أَهْلَ مَكَّةَ مِنْ هَشِيمٍ  
وَشَابِلَ لِحَبْرَةَ بِالْحَمِّ الْغَرِيضِ

(انہوں نے بڑی وسعت و فراخی کے ساتھ روٹیاں توڑ توڑ کے کئے والوں کو پیش کیں اور قریب گوشت سے ان کو تروتازہ کر دیا۔)

فَضَلَ الْقَوْمَ بَيْنَ مَكَلَاتٍ  
مِنْ الشَّيْزَاءِ حَائِرًا فَيُفِيضِ

دسب لوگوں نے لکڑی کے زن پیالوں پر ہاتھ مارا جو بھرے ہوئے تھے۔  
بہرینہ تھے اور ان کے کنارے چھٹک رہے تھے۔)

## بنی ہاشم و بنی امیہ میں عداوت کی ابتدا

امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قسی کو ابر بنائے واقعہ مذکورہ ہاشم پر حسد ہوا، وہ مالدار تھے، لہذا جو ہاشم نے کیا ٹھکانہ تکلف وہی خود بھی کرنا چاہا مگر نہ کر سکے اور عاجز آگئے۔ قریش کے کچھ لوگوں نے اس پر شامت کی تو امیہ کو غصہ آگیا، ہاشم کو برا کہنے لگے اور انہیں

منافرہ کی دعوت دی  
 ہاشم نے اپنی عمر و قدر و منزلت کا خیال کر کے منافرہ ناپسند کیا مگر  
 قریش نے نہ کچھ بڑا اور ان کو محفوظ کر لیا، (ناچار) ہاشم نے امیہ سے  
 کہا کہ میں تیرے ساتھ اس شرط سے منافرہ کرتا ہوں کہ اگر تو مغلوب ہو تو سیاہ  
 آنکھوں کی پچاس اونٹنیاں بطن مکہ میں تجھے ذبح کرنے کے لئے دینی ہوں گی  
 اور دس برس کے لئے مکہ سے جلائے وطن ہونا پڑے گا۔ امیہ نے یہ شرط  
 منظور کر لی، منافرہ ہوا، بنی خزاعہ کے کامن کو دونوں نے حکم بنایا، جس نے  
 ہاشم کے حق میں فیصلہ کیا، ہاشم نے امیہ سے وہ مشروط اونٹ لے لیے  
 ذبح کئے، اور حاضرین کی ضیافت کی۔ امیہ ملک شام میں نکل گئے اور وہاں  
 دس برس تک مقیم رہے۔  
 یہ پہلی عداوت تھی جو ہاشم و امیہ کے قبائل میں واقع ہوئی۔

## طلب حکومت

علی بن یزید بن عبد اللہ بن وہب بن زہمہ اپنے والد سے روایت  
 کرتے ہیں کہ قسطنطین نے عبدالدار کو جو کچھ دیا تھا، یعنی حجابہ و لواء و رفاوہ و تقاہیہ

لے منافرہ، مفاخرت اور اس کا محاکمہ، عربوں میں دستور نھاکہ  
 جیدہ و فقیہ اپنی عظمت پر زور دیتے تو اعیان قوم کے مجمع عام  
 میں تاملتوں کو حکم بنایا جاتا اور وہ کسی ایک کے حق میں فیصلہ کرتے، اسی  
 کا نام منافرہ تھا، ابتدا میں اس دستور کی حدیں تصفیہ قوت و طاقت سے  
 تجاوز نہ تھیں، فریقین جب مقابل ہوتے تو پہلا سوال یہ ہوتا کہ آیتنا اعز نصرأ یعنی یہ  
 امر یہ ہے کہ ہم میں از روے تعدا و کثرت یا قلت انظار غالب کون ہے اور مغلوب  
 کون ہے۔ منافرہ اسی سوال کا جواب دینے کے لئے ہوتا اور یہی اس کی وجہ تسمیہ ہے



زندہ، فرزندان عبد مناف یعنی ہاشم و عبد شمس و مطلب و نوفل نے اتفاق کر کے اولاد عبد الدار کے ہاتھوں سے اُسے نکال لینا چاہا، کیوں کہ ان مناف کے لیے فرزندان عبد الدار سے کہیں زیادہ وہ اپنے آپ کو مستحق سمجھتے تھے کہ فرزندان عبد الدار پر ان کو شرف بھی حاصل تھا اور قوم میں بھی ان کی عظمت و بزرگی تسلیم تھی،

اس معاملے کے مدبر و کارپرداز ہاشم بن عبد مناف تھے۔  
 بنی عبد الدار نے تفویض اختیار سے انکار کیا اور عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار اس معاملے میں ان کی کار سازی کو اٹھے،  
 قبائل بنی اسد بن عبد العزی بن قصی، و بنی زہرہ بن کلاب، و بنی تیم و بنی مرہ، و بنی حارث بن فہر نے بنی عبد مناف بن قصی کا ساتھ دیا۔ اور بنی عبد الدار کے ساتھ بنی مخزوم و ہبم و جحج و بنی عدی بن کعب ہوئے۔ بنی عامر، ابن لوی، و محارب بن فہر علیحدہ رہے اور فریقین میں سے کسی کے ساتھ نہ ہوئے۔

## مُطَبِّئِین

دونوں جماعتوں میں سے ہر ایک نے بجائے خود سخت سے سخت تقسیم کھائیں کہ: اپنی جماعت کو مخذول نہ ہونے دیں گے اور اپنے میں سے کسی کو فریقِ مقابل کے سپرد نہ کریں گے، مابِلَ جَعْرٍ مَّصُوقَةٍ (یعنی عہد و پیمان اُس وقت تک برقرار رہے گا جب تک کہ آب دریا بھیجے اور دُنْبِے کی اُون کو تر کر سکے۔ اُس زمانے میں قول و قرار کو موکد کرنے کے لئے یہی محاورہ مستعمل تھا۔ مطلب یہ تھا کہ کبھی اس کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے گی)۔

بنی عبد مناف اور ان کے طرفداروں نے ایک شاہ کا سہ نکالا جسے خوش بوئیوں سے بھر کے خانہ کعبہ کے سامنے رکھ دیا، تمام لوگوں نے اس میں اپنے اپنے ہاتھ ڈالے اور حلف اٹھا کے انھیں ہاتھوں سے کعبہ کا مسح کیا کہ یہ پیمان پوری طرح موثق ہو جائے، یہی کارروائی تھی جس کے بعد ان لوگوں کا نام مطہیین پڑا (یعنی خوش بو میں ہاتھ بھرنے والے)۔

## أخلاف

بنی عبدالدار اور ان کے ساتھیوں نے خون سے بھرا ہوا شاہ کا سہ لے کے اس میں ہاتھ ڈالا اور سب نے عہد کیا کہ اپنی جماعت کو مخذول و رسوا نہ ہونے دیں گے، صابن بھر، صوف لے (جب تک کہ آب و ریادن کو ترک کر سکے) ان لوگوں کے (دو مختلف) نام پڑے:

(۱) أخلاف (یعنی حلف اٹھانے والے)۔  
 (۲) لعقۃ الدّم (یعنی خون چاٹنے والے)۔

## مسالمت

جنگ کی طساریاں ہوئیں، دونوں جماعتیں آمادہ ہو گئیں، جنگ آوروں کا تعبیه ہونے لگا، ہر ایک قبیلہ دوسرے قبیلے پر پورے ہو گیا، یہ سامان ہو ہی رہا تھا۔ لوگ اس آمادگی کے ساتھ طساریاں تھے کہ مصالحت کی سلسلہ بنیانی ہوئی اور اس قرار واد پر صلح و آشتی کی ٹھہری کہ:

(۱) سقایہ ورفادہ بنی عبد مناف بن قحطی کو دے دیا جائے،  
 (۲) حجابہ و لواء و دار الندوہ حسب دستور سابق بنی عبدالدار کے

پاس رہے، اس قرار داد کے مطابق فیصلہ ہو گیا اور لوگ (جو درپے حرب و قتال تھے) آویزش سے رک گئے۔

## دارالندوہ دارالامارہ کی حیثیت میں

فرزندان عبدالدار (انروہ سے معاہدہ مذکورہ حجابہ ولوا کے ساتھ) دارالندوہ پر بھی) متصرف رہے اور رہتے چلے آئے، تا آنکہ عکرمہ بن عامر ابن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی نے (کہ منصب تولیت انھیں کو حاصل تھا) دارالندوہ کو معاویہ بن ابی سفیان کے ہاتھ بیع ڈالا۔ (یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ارض حجاز میں بھی معاویہ کی حکومت و سلطنت مسلم ہو چکی تھی) دارالندوہ کو لے کے معاویہ نے دارالامارہ بنللیا اور یہ آج تک (یعنی بعہد مصنف) خلفاء ہی کے ہاتھ میں ہے۔

## ہاشم کی تولیت

یزید بن عبدالملک بن المغیرۃ التوخی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، مصالحت کے بعد یہ ٹھہری کہ ہاشم بن عبد مناف بن قصی، سقاہ و رفاؤ کے متولی قرار پائے، ہاشم فراخ دست آدمی تھے، حج کا موسم آتا تو قریش کے مجمع میں گھڑے ہوئے تقیر کر کرتے:

اے جماعت قریش، تم لوگ اللہ کے زبرجوار ہو، بیت اللہ والے ہو، اس موسم میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کے زاہر آتے ہیں جو اس کے گھر کی حرمت کے ساتھ تعظیم سے پیش آتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں،



اور سب میں بیشتر شایان تکریم وہی ہے جو اللہ کا جہان ہو، اللہ تعالیٰ نے  
 تمہیں اس نعمت سے مخصوص فرمایا ہے، خاص یہ کرامت  
 تمہیں کو عطا کی ہے، ایک ہمسایہ اپنے دوسرے ہمسایے کا جتنا لحاظ کرتا ہے  
 اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ تمہارا پاس و لحاظ کرتا ہے، لہذا تم بھی اس  
 کے زائرؤں کی بزرگداشت مرغی رکھو، جو بکھرے پوئے بال، غبار آلود، ہر ایک  
 شہر سے ایسی ایسی لاغر و نحیف سواریوں پر آتے ہیں کہ قمار بازی کے تیر کی  
 طرح بے بال و پر بے ساز و سامان ہوتے ہیں، چلے ہیں، چل کے تھک تھک  
 گئے ہیں، جسم سے لو آنے لگی ہے، کپڑوں میں جو میں پڑ گئی ہیں، تو شہ و زائتم  
 ہو چکا ہے، تم ان کی ضیافت کرو، کھانا کھلاؤ اور پانی پلاؤ۔

قریش اسی بنا پر حاجیوں کی آسائش و راحت رسانی کا اس قدر  
 سامان کرتے کہ گھر والے حسبِ مقدور معمولی چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی فراہم  
 کر دیتے، ہاشم بن عبدمناف خود بھی ہر سال بہت سامان اتنی غرض سے  
 نکالتے اور قریش کے جو لوگ دو تین دن تھے وہ بھی احانت کرتے، ہر قل (بادشاہ  
 روم) کے نیکے کے سوسو شقال ہر شخص بھیجتا، ہاشم جو حضوں کی تیاری کا انتظام  
 کرتے جن کا محل وقوع مقام چاہ زم زم ہوتا، ان میں کئے کے کنیوں سے پانی  
 لاتے اور بھرتے، حاجی یہی پانی پیتے تھے، یوم الترویہ (۸ - ذی الحجہ)  
 ہی سے حاجیوں کی ضیافت کا سامان ہوتا اور مکہ دہنی (منہ) و مقام  
 اجتماع حجاج (جمع) و عرفات پر ان کو کھانا کھلایا جاتا، گوشت روٹی،  
 گھی روٹی، اور چھوارے کتو کی شرید بنا بنا کے دی جاتی، سب کے لئے  
 پانی کا انتظام ہوتا اور باوصف اس کے کہ حضوں میں پانی کا گھی ہوتی، پھر بھی  
 منا میں سب کو پانی پلویا جاتا، مناسک حج سے فارغ ہو کر منہ سے جب لوگ  
 واپس آتے تو اس وقت ضیافت ختم ہوتی اور لوگ اپنے اپنے مقام پر  
 چلے جاتے۔



## تجارتی معاہدات

عبداللہ بن نوفل بن الحارث کہتے ہیں: ہاشم ایک شریف آدمی تھے، قیصر سے قریش کے لئے انھیں نے یہ عہد لیا تھا کہ امن و امان و حفاظت کے ساتھ سفر کر سکیں، سڑکوں اور راستوں پر اپنا مال و اسباب لے کے گزریں تو کرایہ و محصول نہ دینا پڑے۔ قیصر نے یہ اجازت نامہ لکھ دیا اور نجاشی (فرمانروا حبشہ) کو بھی لکھا کہ قریش کو اپنے ملک میں داخل ہونے دے، یہ لوگ تجارت پیشہ تھے (اور اسی لئے ان ممالک میں سفر کرنے کی انھیں ضرورت لاحق تھی)۔

## عقد نکاح

قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ کہ تجارتی مال و اسباب سے ملو تھا۔ ہاشم بھی ہوئے، راستہ مدینے پر سے گزرتا تھا، قافلہ مقام سوق البیط میں فروکش ہوا (سوق البیط: نبطی قوم کا بازار) یہاں ایسے بازار میں پہنچے جو سال میں ایک ہی مرتبہ آگتا اور سب لوگ اس میں مجتمع ہوتے۔ قافلہ والوں نے خرید و فروخت کی اور وادو مستند ہوئی۔ ایک مقام پر کہ بر سر بازار واقع تھا اہل قافلہ کو ایک عورت نظر پڑی۔ ہاشم نے دیکھا کہ اس عورت کو جو چیزیں خریدنی ہیں ان کے متعلق احکام دے رہی ہے۔ یہ عورت دور اندیش، مستقل مزاج صاحب جمال نظر آئی۔

ہاشم نے دریافت کیا: یہ بیوہ ہے یا شوہر دار؟

معلوم ہوا: بیوہ ہے، اُحِیْحَہ بن اَکْجَلال کے عقد نکاح میں تھی، عمر دو  
 معبد، دو لڑکے بھی اُس کے صلب سے پیدا ہوئے، پھر اُس نے جُدا  
 کر دیا، اپنی قوم میں عزیز و شریف ہونے کے باعث یہ عورت اُس وقت  
 تک کسی کے نکاح میں نہ آتی جب تک یہ شرط نہ ہو جاتی کہ اُس کی عنان اقتدار  
 اسی کے ہاتھ میں رہے گی، کسی شوہر سے نفرت و کراہت آتی تو اُس سے  
 جُدا ہو جاتی (یعنی خود اُس کو طلاق دے دیتی) اس کا نام سلمیٰ تھا، بنت عمرو  
 ابن زید ابن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار۔

ہاشم نے اُس کو پیغام دیا، اُن کی شرافت و نسب کا جب حال معلوم  
 ہوا تو وہ راضی ہو گئی اور اُن کے نکاح میں آگئی، ہاشم اُس کے پاس آئے  
 اور دعوت و لیمہ کی طیاری کی، قافلے کے جو لوگ وہاں آتھے سب کو بلا یا تعداد  
 میں یہ چالیس قریشی تھے، بنی عبد مناف و بنی مخزوم و بنی سہم کے کچھ لوگ  
 بھی ان میں تھے، قبیلہ خزرج (اہل مدینہ) کے بعض افراد کو بھی دعوت دی  
 اور سب کے ساتھ چند روز وہاں مقیم رہے۔

سلمیٰ حاملہ ہوئیں، عبد المطلب پیدا ہوئے جن کے سر میں شبیبہ  
 تھا۔ (یعنی سر میں کچھ بال سفید تھے) اسی مناسبت سے اُن کا نام  
 شبیبہ رکھا گیا۔

## وفات اور وصیت

ہاشم مع اپنے ہمراہیوں کے وہاں سے شام کو روانہ ہوئے، غزہ  
 میں پہنچے تھے کہ بیماری کی شکایت پیدا ہوئی، لوگ ٹھہر گئے اور اس  
 وقت تک ٹھہرے رہے کہ ہاشم نے وفات پائی، غزہ ہی میں ان کو دفن  
 کیا اور اُن کا ترکہ لے کے اُن کے لڑکوں کے پاس واپس آئے۔ کہا جاتا  
 ہے کہ ابوہریرہ بن عبد الغزالی العامری کہ عامر بن لوتی کے خاندان سے تھے



اور ان دنوں خود بیس برس کے لڑکے تھے۔ فرزند ان ہاشم کے پاس یہ ترکہ لے کے آئے تھے۔

محمد بن السائب الکلبی کہتے ہیں: ہاشم بن عبد مناف نے اپنے بھائی مطلب ابن عبد مناف کو اپنا وصی بنا لیا تھا، یہی باعث ہے کہ بنی ہاشم و بنی عبد المطلب آج تک ایک ہیں، اور بنی عبد شمس و بنی نوفل فرزند ان عبد مناف (بنی اطلق) اب تک (یعنی تا بعد مصنف) ایک دست ہیں۔

## اولاد

ہشام بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: ہاشم بن عبد مناف کے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں پیدا ہوئیں:

(۱) شیبہ الحجاز، انھیں کو عبد المطلب کہتے ہیں، یہ اپنے مرتے دم تک قریش کے سردار رہے۔

(۲) الف۔ رقیۃ بنت ہاشم، ہنوز لڑکی ہی تھیں۔ اٹھان بھی نہ ہوا تھا کہ انتقال کر گئیں، ان دونوں بھائی بہنوں کی ماں سلمیٰ تھیں، بنت عمرو ابن زید بن لبید بن خدش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار، ان کے دو بولوں ماں جائے بھائی عمرو و محمد تھے، ابنائے اخیوتہ بن الجراح بن الحریش بن جھبیا بن کلابہ بن عوف بن عمر بن عوف بن الؤادس۔

(۳) ابو صفی بن ہاشم، ان کا نام عمرو تھا، یہ سب میں بڑے تھے

(۴) صفی بن ہاشم، ان دونوں بھائیوں کی ماں ہند تھیں، بنت عمرو بن ثعلبہ بن الحارث بن مالک بن سالم بن غنم بن عوف

ابن الخضر بن جرج، ان کے ماں جائے بھائی مخرمہ تھے، ابن المطلب بن عبد مناف بن قصی۔

(۵) اسد بن ہاشم، ان کی ماں قبل تھیں، طقبہ بن عمرو بن مالک بن جذیرہ بن کعب بن

اَمْصَطَلِقُ بھی کہتے ہیں، وہ قبیلہ خزاعہ کے تھے۔

(۶) فضلہ بن ہاشم۔

(۷) ب۔ شفا، بنت ہاشم۔

(۸) ج۔ رقیۃ بنت ہاشم۔ ان تینوں کی ماں امیہ تھیں، بنت عدی

ابن عبداللہ بن وئیار بن مالک بن سلیمان بن سعد، کہ قبیلہ خزاعہ کے تھے، ان کے دونوں ماں جائے بھائی نضیل و عمرو تھے، نضیل بن عبدالعزیٰ العدی و عمرو بن ربیعہ بن الحارث بن حبیب بن جزیتمہ بن مالک بن خیل بن عامر ابن لوی۔

(۹) د۔ ضعیفہ بنت ہاشم۔

(۱۰) ھ۔ خالدہ بنت ہاشم، ان کی ماں ام عبداللہ تھیں جن کا نام وافقہ

بنت ابی عدی تھا۔ ابو عدی کے بجائے عدی بھی کہا گیا ہے، اصل نام عامر تھا۔ ابن عبدہم بن زید بن مازن بن صعصعہ۔

(۱۱) و۔ حجتہ بن ہاشم، ان کی ماں عدی تھیں، بنت حبیب بن الحارث

ابن مالک بن حطیط بن حشم بن اقسی کہ انہیں کو تقیف کہتے ہیں۔

## ہاشم کا مشرب



ہاشم کی کنیت ابو زید تھی، اور بعض لوگ کہتے ہیں: وہ اپنے بیٹے اسد ابن ہاشم کے نام پر کنیت کرتے تھے (یعنی ابواسد) ہاشم کی وفات پر ان کی اولاد نے بہت سے مرثیے کہے جن میں ایک مرثیہ خالدہ بنت ہاشم کا ہے کہ محمد بن عمر نے اس کی روایت اپنے راویوں کے حوالے سے کی ہے لیکن اس کے اشعار کمزور یاں ہیں:

اے اَمْصَطَلِقُ: خوش آواز۔ اچھا نغمہ سرا، قدیمہ بن سعد بن عمرو خزاعی کو یہ لقب ان کے حسن صورت کی بنا پر ملا تھا، قبیلہ خزاعہ کے پہلے مشرب ہی ہیں۔

بَكَرَ التَّغْيِ بَجَيْرٍ مِّنْ وَطِيٍّ الْحَمِيِّ ذِي الْمَكْرَمَاتِ ذِي الْفَعَالِ الْفَسَّاحِ

(پیغام گوئی مرگ نے سویرے ہی ایسے شخص کی موت کی خبر سنائی جو زمین پر چلنے والوں میں سب سے اچھا ذمی کمالت و صاحب افعال بزرگ تھا)

بِالسَّيِّدِ الْعَزْمِ السَّمِيدِ ذِي اللَّهِ مَاضِي الْعَزِيمَةِ غَيْرِ نَكْسٍ وَاعْتِلِ

(ایسے شخص کی سنائی جو سردار تھا وسیع الاطلاق کریم تھا شریف و سخی و شجاع و متواضع تھا و اشد تمنا تھا نافذ العزم تھا ضعیف الرائے پیر فرزت نہ تھا اور نہ سفلی و کمینہ پست ہمت آدمی تھا)

زَيْرِ الْعَشِيرَةِ كُلِّهَا وَرَبِّعِهَا فِي الْمَطْبَقَاتِ وَالرَّمَاذِ الْمَلْحِلِ

(متواثر شک سالی و قحط کے زمانے میں وہ تمام خاندان کی زینت و رونق و بہار کا باعث تھا)

إِنَّ الْمَلْهَدِ بِنِ لُؤَيٍّ كَلِمَاتِهَا بِالشَّامِ بَيْنَ صِفَائِحِ وَجَنَادِلِ

(تمام خاندان لؤئی کا ہذب ترین ملک شام میں اس وقت آغوشہ سنگ و خاک ہے)

فَإِنِّي عَلَيْهِ مَا نَقِيتِ لِعَوْلِيَةِ فَلَقَدْ رَزَيْتِ خَالِدَتِي وَفَوَاضِلِ

(تو جب تک زندہ ہے اس پر زار رزوقی رہ اس لیے کہ تجھے ایسے بزرگ کی مصیبت اٹھانی پڑی ہے جو صاحب فیض و بزرگی تھا)

وَأَقْدَرُ رَزَيْتِ قَرِيعِ فِي كَلِمَاتِهَا وَرَبِّسَهَا فِي كُلِّ أَمْرِ شَامِلِ

(تجھے ایسے شخص کی مصیبت اٹھانی پڑی ہے جو تمام قبیلہ نمر کا سردار تھا اور ہر ایک امر عام و مثال میں سب کا رئیس مانا جاتا تھا)

شرفاء بنت ہاشم کہتی ہیں:

عَيْنِ جُودِيْ بِعَابِرَةٍ وَسَجْمِ وَأَسْفَحِي الدَّمْعَ لِلْجَوَادِ الْكَرِيمِ

(اے آنکھ اشکیار ہو اور اس فیاض و کریم بزرگ کے لیے آنسو بہا)



مَا شِئِمَ الْخَيْرِ ذِي الْجَلَالَةِ وَالْعَجْدِ ذِي الْبَيْعِ وَالنَّدَى وَالصَّمِيمِ  
 زخیر و خوبی والے ہاشم کے لیے جو صاحب جاہ و جلال و بزرگی تھا، قوت و ارجو صلہ مند فیاض اور  
 خالص و مخلص آدمی تھا)

حَيْنَ اسْتَعْبَرِي وَسُحِّي وَجَمَائِي لَأَبِيكَ الْمَسْوَدِ الْمَعْلُومِ  
 (اے آنکھ اپنے باپ کے لیے جو مشہور سردار قوم تھا، زو اور خوب رو اور روتی رہ)

وَرَبِيعِ الْمُجْتَدِينَ وَحَزْرِي وَرِزَارِ لِحْلِ أَمْرِ عَظِيمِ  
 (جو حاجتمندوں کے حق میں بہا تھا اور ہر ایک بڑے سے بڑے کام کے لئے تعویذ یا سببِ خوف  
 و امن تھا اور روزہ مفاسد کو بند رکھنے والا دستہ تھا)

شَمِيرِي نَمَاكَ الْعَرَضَقَرُّ شَاهِجِ الْبَيْتِ مِنْ سَلَةِ الْإِدِيمِ  
 (تجربہ کار نافع الغرم شہباز کہ عزت ہی کے لیے اس کا نشوونما ہوا تھا اور اشرف روئین  
 کے گھرانوں میں اس کا گھر سب سے پرانا اور شریف تھا)

شَيْطَانِي مَكْدَبِ ذِي فَضُولِ أَرِيحِي مِثْلَ الْفَنَاءِ وَمَيْمِ  
 (متموند بلند بالا فصیح و بلیغ شیر مرد، مہذب، صاحب فضائل سردار قوم جو خوش رو و خوش  
 و خوش منظر بھی تھا)

غَالِبِي سَمِيدِ عَاحُودِي بِالسُّبُلِ مَا جَدَّ مَضْرَجِي حَلِيمِ  
 (سردار غالب الاطوار حاذق و تہا جس کا شجرہ مجد و کرم تناور تھا اور جو خود ایک فیاض  
 بردبار سردار گروہ و سالار تھا)

صَادِقِ النَّاسِ فِي الْوِطَانِ شَمِيمِ مَا جَدَّ عَيْرِنَاكِسِ دَمِيمِ  
 (معاہدوں میں راست بازی ہا اور بزرگ آدمی پر غلط و ضعیف و پست ہمت بھی نہ تھا اور نہ خصلتوں کا ہتھیار)

## عبدالمطلب

۲۸



محمد بن عمر بن واقد الاسلمی کہتے ہیں: مُطَلَّب بن عبدمناف بن قصیٰ ہاشم اور عبدشمس دونوں سے بڑے تھے، قریش کے لئے نجاشی سے انھیں لئے تجارتی عبدنامہ حاصل کیا تھا، وہ اپنی قوم میں شریف تھے، سردار تھے۔ اور ان کی اطاعت کی جاتی تھی: جو دو کرم کے باعث قریش انھیں اَلْفَيْض کہتے تھے (یعنی فیاض) ہاشم کے بعد ستفایہ درفاوہ کے وہی منوئی ہوئے، وہ اس باب میں کہتے ہیں:

وَابْلَغَ لَدَيْكَ بَنِي هَاشِمٍ      بِمَا قَدْ فَعَلْنَا وَلَمْ نُؤْمَرْ

ہم نے جو کچھ کیا ہے اور بغیر کسی حکم کے جو کام ہم سے ہوا ہے بنی ہاشم کو اپنے پاس ہلاک اس کی اطلاع دے دے

أَقَمْنَا لِلنَّسْتِ حَجَّ الْحَرَمِ      هَمْ إِذْ تَرَكْنَا لِمَجْدِ لِمُوتَرٍ

ایسی حالت میں کہ جد و شرف متروک ہو چکا تھا ہم نے حاجیان بیت الحرام کو پانی پلانے کا انتظام کیا،

لِنَسُوقِ الْحَجَّاجِ لِأَبْيَاتِنَا      كَأَنَّهُمْ بَقَرٌ وَتَحَشَرُوا

(حاجیوں کو ہم اپنے گھروں میں اس طرح کھینچ لاتے ہیں کہ گویا وہ اجتماعی طور پر گائے بیل ہیں جو بے عذر کھینچنے چلے آتے ہیں)

شہادت بن المنذر بن حرام کہ حسان بن ثابت شاعر (جناب نبوی) کے والد تھے، عمرہ کے لئے (مدینہ مبارکہ سے) مکے میں آئے، یہاں مُطَلَّب سے ملے جو ان کے دوست تھے (باتوں باتوں میں) ان سے کہا:

اگر تو اپنے بھتیجے شیبہ کو ہمارے قبیلے میں دیکھتا تو (اُس کے شکل و شمائل میں) تجھے خوبی و خوروی و ہیبت و شرافت نظر آتی، میں نے دیکھا کہ وہ اپنے ماموزا و بھائیوں میں تیر اندازی کر رہا ہے اور اس شان سے تیر اندازی کر رہا ہے کہ نشان آموز پلھی کے دونوں تیر میرے کف و جیسے مقدار کے ہدف میں داخل ہو جاتے ہیں، جب تیر نشانے پر بیٹھتا ہے تو وہ کہتا ہے: انا ابن علس و العلیٰ (میں بلند مرتبہ عمر و کافر زندہ ہوں) مطلب نے کہا: میں تو جب تک وہاں نہ جاؤں اور اس کو ساتھ نہ لاؤں اتنی بھی تاخیر نہیں کر سکتا کہ شام ہو جائے (یعنی اتنی عجلت ہے کہ آج کے دن تمام ہونے کا انتظار کرنا بھی ممکن نہیں)

ثابت نے کہا: میری رائے میں اُسے نہ تو سہلی تیرے سپرد کر دے گی اور نہ اس کے مامو مجھے (لے جانے) دیں گے، اگر تو اُسے وہیں رہنے دے کہ اپنے غنیمتوں میں اُس وقت تک رہے کہ خود بخود تیرے پاس برضا و رغبت آجائے، تو اس میں تیرا ہرج کیا ہے؟

مطلب نے کہا: ابو اؤس! میں تو اُسے وہاں نہ چھوڑوں گا کہ اپنی قوم کے ماتر و فضائل سے بیگانہ بنا رہے، مجھے یہ تو معلوم ہی ہے کہ اس کا حسب و نسب و مجد و شرف سب کچھ اس کی قوم ہی کے ساتھ ہے۔ مطلب دکنے سے نکل کے چلے اور مدینے میں پہنچ کے ایک گوشے میں فروکش ہوئے، شیبہ کو دریافت کرتے رہے، حتیٰ کہ اپنے غنیمتوں میں تیر اندازی کرتے ہوئے وہ مل گئے، مطلب نے دیکھا تو باپ کی شباہت اُن میں نظر آئی، پہچان لیا۔ آنکھیں اشکبار

لہ نشانہ آموزی کے تیرا مل ہیں، اس کے لئے لفظ مرآة ہے جس سے مراد وہ کمزور تیر ہے کہ لڑکے اس سے تیر اندازی سیکھتے تھے ہر ایک لڑکے کے پاس ایسے ایسے دو تیر ہوا کرتے، اسی لئے اصل میں بھی لفظ ثمنیہ وارد ہے۔

کہ حسب اصل میں لفظ سطر آیا ہے و سطرۃ الرجل حسب۔



ہوئیں گلے سے اگایا، حلقہ ریانی پہنایا اور کہنے لگے:

عَرَفْتُ شَيْبَةَ وَالنَّجَّارَ قَدْ جَفَلَتْ  
ابنَاؤُهَا حَوْلَهُ بِاللَّبْلِ تَنْصِلُ

زمین نے شیبہ کو پہچان لیا اور ایسی حالت میں پہچانا کہ قبیلہ بنی نجار کے لڑکے اُس کے گرد تیر اندازی کے لیے جمع کیے ہوئے تھے،

عَرَفْتُ لَجْرًا دَلَّأْنَا وَشَيْبَةَ  
فَقَاضَ مِنِّي عَلَيَدِ وَابِلُ سَبَلُ

میں نے پہچان لیا کہ اُس کا زور بازو و طور و طریق ہم ہی میں سے ہے۔ اور یہ پہچان کر میری آنکھیں اُس پر آنسوؤں کے دو ٹکڑے برسائے گئیں)

سلمیٰ نے پیغام بھیج کر مطلب کو اپنے یہاں فرکش ہونے کی دعوت دی جس کے جواب میں مطلب نے کہا:

میری حالت اس (کٹھن) سے بہت ہی سبک واقع ہوئی ہے، میں جب تک اپنے بھتیجے کو نہ پاؤں گا اور اُسے اُس کے شہر و قوم میں نہ لے جاؤں گا اُس وقت تک گرہ بھی نہیں کھولنا چاہتا۔ سلمیٰ نے کہا: میں تو اُس کو تیرے ساتھ بھیجنے کی نہیں،

سلمیٰ نے اس جواب میں مطلب کے ساتھ درشتی و خشونت ظاہر کی تو انھوں نے کہا: ایسا نہ کر، میں تو بغیر اُس کو ساتھ لے واپس جاتے والا نہیں، میرا بھتیجا سن شعور کو پہنچ چکا ہے، اور غیر قوم میں ہے، اور اجنبی ہے۔ ہم لوگ اُس خاندان کے ہیں کہ ہماری قوم کی شرافت اور اپنے قومی شہر میں قیام کرنا یہاں کی اقامت سے اس کے لئے بہتر ہے، اور

وہ جہاں کہیں بھی ہو بہر حال تیرا ہی لڑکا ہے،

سلمیٰ نے جب دیکھا کہ شیبہ کو ساتھ لے گئے بغیر مطلب (اپنی کوشش میں) کمی کرنے والے نہیں، تو اُن سے تین دن کی مہلت طلب کی، اور اب مطلب بھی نقل مکان کر کے انھیں کے ہاں فرکش ہو گئے تین دن تک ٹھہرنے کے بعد شیبہ کو لے کے چل کھڑے ہوئے اور یہ روایت

ہشام بن محمد اس موقع پر مطلب نے یہ شعر پڑھے:

أَبْلَحَ بِنِيَّانَ جَدَّتْ لَهُمْ      أَنِي مِنْهُمْ وَأَبْنُهُمْ وَأَخْمَلِينَ

(نبی جبار کے پاس آنا تو ان سے کہہ دینا کہ میں بھی اور ان کا لڑکا بھی یہ جماعت کی جماعت سب نہیں میں سے ہے)

رَأَيْتُمْ لِمَ قَوْمًا إِذَا جَدَّتْ لَهُمْ      هُوَ وَالْقَائِي وَأَحْبَبُوا أَحْسِنِي

(میں نے دیکھا کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس آئے تو وہ میری ملاقات کے خواہشمند ہوتے ہیں اور میری آہٹ سے بھی الفت رکھتے ہیں)

(ان دونوں شعروں کی روایت تو ہشام بن محمد نے اپنے والد سے کی ہے اب آگے پھر وہی محمد بن عمرو والی روایت شروع ہوتی ہے)

## شبیہ کا نام عبدالمطلب کیوں پڑا؟

محمد بن عمر کہتے ہیں: مطلب شبیہ کو لیے ہوئے نلہر کے وقت کے پہنچے، قریش نے (یہ دیکھ کے) کہا:

هَذَا عَبْدُ الْمَطْلِبِ (یہ مطلب کا غلام ہے)  
مطلب نے کہا: ہائیں، افسوس، یہ تو حقیقت میں میرا بھتیجا شبیہ

ابن عمرو ہے،

لوگوں نے (بنظر امعان) شبیہ کو جب دیکھ لیا تو (پہچان کے) سب نے کہا: ابند لعمری (میری جان کی قسم یہ تو عمرو کا لڑکا ہے) اس وقت سے عبدالمطلب برابر کے ہی میں مقیم رہے تا آنکہ بن بلوغ کو پہنچے اور جوان ہوئے۔

## آبانی میراثِ اعزازی

مطلب بن عبد مناف نے تجارت کی عرض سے یمن کا سفر کیا تھا، وہاں مقامِ اذمان میں انتقال کر گئے، ان کے بعد رفاہ و ستایہ کے عبدالمطلب ابن ہاشم متولی ہوئے اور یہ مناصب ہمیشہ انھیں کے ہاتھ میں رہے، حاجیوں کو کھانا کھلاتے، پانی پلاتے، کتے میں کئی حوض بنوا لیے تھے کہ انھیں سے حاجیوں کو سیراب کراتے، جب زمزم سے پانی پلانے کا آغاز ہوا تو کتے میں حوضوں کے ذریعے پانی پلانے کا دستور بند ہو گیا اور عبدالمطلب نے حجاج کو زمزم ہی سے پانی پلوانا شروع کیا، اس کا سر آغاز اُس وقت سے ہوا جب زمزم کو از مر تو کھود کے جاری کیا ہے۔ یہی پانی عرفات تک پہنچاتے تھے اور وہاں بھی سب کو پلواتے تھے۔

## چشمہ زمزم

زمزم اللہ تعالیٰ کی جانب سے یافنی پیتے کے لئے تھا، خواب میں کئی مرتبہ عبدالمطلب کو بشارت ہوئی، کھودنے کا حکم ملا۔ اور وہ جگہ بھی بتا دی گئی (ایک رات بحالتِ رویا) کہا گیا:

طیبہ کو کھود ڈال۔

انہوں نے پوچھا: طیبہ کیا ہے؟  
دوسرے دن پھر آکے کہا: بڑہ کو کھود۔

انہوں نے پوچھا: بڑہ کیا ہے؟

تیسرے دن وہ اپنی خواب گاہ میں استراحت کر رہے تھے کہ خواب میں



ایک شخص آ کے کہتا ہے، مَضْنُونٌ کو کھو دو۔

انہوں نے پوچھا:

مضنونہ کیا ہے بیان کر تو کیا کہتا ہے؟

چوتھی شب میں پھر آ کے کہا: احقر زمزم (زمزم کو کھو دو)  
انہوں نے پوچھا، وما زمزم (زمزم کیا ہے؟)

جواب دیا: لَا تَنْزُحُ وَلَا تَنْزُحُ، تَسْتَقِي الْحَجَّاجِ الْأَعْظَمِ

وہی بین الفرس، وَاللَّحْمِ، عِنْدَ نَقْرَةِ الْغُرَابِ

الاعصم زمزم وہ ہے کہ اس کا پانی ختم ہو گا: اُس کی خدمت

کی جا سکتی، حاجیوں کو خاطر خواہ سیراب کرے گا، یہ گندگی اور خون کے

درمیان اس جگہ واقع ہے جہاں غرابِ اعصم منتار سے کریدتا رہتا ہے۔

محمد بن عمر کہتے ہیں کہ ذبیح کی جگہ سے جہاں گندگی اور خون جمع رہتا،

غراب اعصم وہاں سے ہٹتا ہی نہ تھا،

وہی شَرِبْتُ لَكَ وَلَوْلَاكَ مِنْ بَعْدِكَ (اسی خواب

میں عبدالمطلب کو یہ بھی بشارت ہوئی کہ یہ تیرے پینے کے لئے اور تیرے

بعد تیری اولاد کے پینے کے لئے ہے)

عبدالمطلب نے زمین کھودنے، مٹی پھینکنے، پانی نکالنے کے سامان

والات لیے اور اپنے بیٹے حارث بن عبدالمطلب کو ساتھ لیا کہ اس وقت

تک بخرآن کے اور کوئی دوسرا لڑکا نہ تھا، کدال اور پھل ڈالنے سے

عبدالمطلب زمین کھودتے تھے۔ مٹی کو برتن میں بھر دیتے تھے جسے

حارث اٹھا اٹھا کے باہر ڈال دیتے تھے۔ تین دن تک کھودتے رہے

جس کے بعد زمزم کا نشان ملا، عبدالمطلب نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور کہا:

لے غراب اعصم، وہ کو جس کے دونوں پاؤں اور پنج سرخ رنگ کے ہوں اور اس کے پیروں

میں کچھ سفیدی ہو اس زمانے میں اسی رنگ کا ایک کو مقام زمزم پر آ کے بیٹھتا تھا زمزم تو

باقی نہ رہا تھا لہذا اس کی جگہ قریش قربانی کیا کرتے تھے اور اسی باعث سے وہ کو وہاں سے ہٹاتا تھا۔

ہذا طوقی اسماعیل دیکھو ہی زفرم ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے جاری ہوا تھا اور بعد کو پٹ گیا

تشمیم

اب قریش نے بھی جان لیا کہ عبدالمطلب نے پانی تک دسترس حاصل کر لی۔ لہذا سب نے آکے کہا: ہمیں بھی اس میں شریک کرو۔

عبدالمطلب نے کہا: میں تو شریک کرنے والا نہیں، یہ امر میرے ہی ساتھ مخصوص ہے، تمہارا اس میں لگاؤ نہیں، اس معاملے میں جسے چاہو ثالث مقرر کر لو کہ اس سے محاکمہ کریں اور وہ فیصلہ کر دے۔

قریش نے کہا: پڑھیم، کہ قبیلہ بنی سعد کی کاہنہ ہے، یہ کاہنہ مقام مہان میں مقیم تھی جو شام کے نواح میں واقع ہے۔

آخر سب لوگ اسی کے ہاں چلے، عبدالمطلب کی معیت میں اولاد عبدمناف سے بیس آدمی تھے، اور قریش نے بھی اپنے قبائل میں سے بیس آدمی لیے تھے، شام کے راستے میں جب یہ لوگ فقیر یا اس کے قریب تک پہنچے تو سب کے ہاں پانی کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا، فقیر ایک سوکھے نالے کے

مخرج کا نام تھا جس میں کبھی پانی رہا ہو گا اگر ان دونوں مدتوں سے خشک پڑا تھا، تشنگی کا غلبہ ہوا تو سب نے عبدالمطلب سے کہا: کیا رائے ہے؟

جواب دیا: یہ موت ہے، بہتر یہ ہے کہ تم میں سے ہر شخص اپنے لئے ایک ایک گڑھا (قبر) کھود رکھے، جب کوئی مرے تو ساتھ والے اُسے دفن کر دیا کریں، حتیٰ کہ آخرین صرف ایک شخص رہ جائے کہ اُسے ضائع ہونے کی موت مرنا پڑے، یعنی مرے پیچھے کوئی اُس کو قبر میں دفن کرنے والا نہ ہو، یہ صورت اس سے آسان ہے کہ تم سب کے سب مر جاؤ اور کوئی کسی کو دفن نہ کر سکے،

سب لوگ (اسی رائے کے مطابق) وہیں ٹھہر گئے اور بیٹھ کے موت کا انتظار کرنے لگے۔

## قدرتی فیصلہ

عبدالمطلب نے یہ دیکھ کے کہ سب کے سب موت کے منظر بیٹھے ہیں لوگوں سے خطاب کیا:  
خدا کی قسم، خود کو اپنے ہاتھوں اس طرح تھلکے میں ڈالتا  
تو بڑی عاجزی و بے بسی کی بات ہے، ہم کیوں زچلیں، پھریں، قدم بڑھائیں  
(بیٹھے کیوں رہیں؟) شاید اس علاقے میں کہیں نہ کہیں اللہ تعالیٰ ہمیں پانی عطا  
فرمائے۔ یمن کے سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے، عبدالمطلب بھی اپنے  
سامان کے پاس آئے اور سوار ہو کے چلے، سواری چلی ہی تھی کہ اس کے سُم کے  
نیچے سے ایک چشمہ آب شیریں نمودار ہوا، عبدالمطلب اور ان کے ہمراہیوں  
نے تکیہ کھی اور سب نے پانی پیا۔ قریش کے افراد قبائل کو بھی بلا کے کہا:  
هَلُمَّوا إِلَى الْمَاءِ الرَّوَاءِ فَقَدْ سَقَانَا اللَّهُ  
(یہ تو آب زلال و صافی، کہ خود اللہ تعالیٰ نے ہمیں سیراب فرمایا) سب نے پانی پیا  
اور پلایا اور کہا:

قد قضى لك علينا، الذي سقاك هذا الماء  
بهاذا الفلاة هو الذي سقاك زمزم، فوالله ما  
لاخا صمك فيها ابداً (حقیقت یہ ہے کہ ہمارے خلاف تیرے  
حق میں فیصلہ ہو چکا جس نے اس وراثت میں تجھے یہ پانی عطا فرما کے سیراب کیا ہے اسی نے  
آب زمزم بھی تجھ کو عنایت فرمایا ہے، خدا کی قسم، ہم اس باب میں کبھی تجھ سے مخالفت  
نہ کریں گے)

یمن کے عبدالمطلب نے مراجعت کی، ساتھ ہی وہ سب لوگ بھی واپس  
آئے، کاہنہ تک کوئی نہ گیا، اور زمزم کو عبدالمطلب کے لیے چھوڑ دیا۔



## دوسری روایت

مخمر بن سلیمان الیتمی کہتے ہیں: میں نے اپنے والد کو ابو جحزہ سے روایت کرتے سنا کہ خواب میں کسی نے عبد المطلب سے آگے کہا: کھو دو۔ عبد المطلب نے پوچھا: کہاں؟ جواب دیا: وہاں، وہاں عبد المطلب نے اس پر عمل نہ کیا تو پھر خواب میں آکر ان سے کہا گیا: کھو دو، اس جگہ کھو دو جہاں گندگی ہے، جہاں دیمک ہے، جہاں قبیلہ خزاعہ کی نشست گاہ ہے۔ عبد المطلب نے کھو دو تو ایک ہرن ملا، پتھریا رلا، اور بوسیدہ کپڑے ملے۔ قوم نے جب مال غنیمت دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ گویا عبد المطلب سے لڑنا چاہتے ہیں۔ اس حالت میں عبد المطلب نے امانت مانی کہ اگر ان کے دس لڑکے ہوئے تو ایک کو قربانی کریں گے،

جب دسوں پیدا ہو چکے اور عبد المطلب نے عبد اللہ کو قربانی کرنا چاہا تو قبیلہ بنی زہرہ نے روک لیا اور کہا: عبد اللہ کے اور اتنے اونٹوں کے درمیان قرعہ ڈالو، قرعہ ڈالنا تو سات مرتبہ عبد اللہ پر قرعہ پڑا اور ایک مرتبہ اونٹوں پر۔

سلیمان کہتے ہیں:

میں نہیں جانتا کہ سات کی تعداد ابو جحزہ نے کہی تھی، یا نہیں، آخر کو یہ ہوا کہ عبد المطلب نے عبد اللہ کو توڑ دینے دیا اور اونٹوں کی قربانی کی۔ یہاں تک تو ابو جحزہ کی روایت تھی، اب آگے پھر محمد بن عمر کی روایت شروع ہوتی ہے۔

## دفینہ قدیمہ

محمد بن عمر کہتے ہیں: جس وقت قبیلہ جُزہم نے محسوس کیا کہ مکے سے

اب ان کو چلا جانا ہے تو ہرن، سات قلعی تلواریں، اور پانچ مکمل زر میں دفن کرو می تمہیں جن کو عبدالمطلب نے برآمد کیا۔

عبدالمطلب کا شیوہ خدا پرستی تھا، ظلم و ستم و فسق و فجور کو اعظم المنکرات سمجھتے تھے۔ انھوں نے دونوں غزال، کہ سونے کے تھے۔ کعبے کے سامنے چڑھا دیئے، تلواریں (خاتمہ کعبہ کے) دونوں دروازوں پر لٹکادیں کہ خزانہ کعبہ محفوظ رہے اور کبھی اور قفل سونے کا بنا کے لگا دیا۔

ابن عباس کہتے ہیں: یہ غزال قبیلہ جرہم کا تھا، عبدالمطلب نے جب زمزم کی کھدائی شروع کی تو غزال (ہرن) اور قلعی تلواریں بھی (کھود کے) نکالیں، ان پر قدح ڈالے تو سب کعبے کے لئے نکلیں، یہ سونے کی چیزیں تمہیں جو کعبے کے دروازے پر چڑھا دیں، مگر قریش کے تین شخصوں نے (ایسا کر کے) انہیں چرایا۔

## مخالف

۵۱ ہشام بن محمد نے اپنے والد سے، عبدالمجید بن ابی عیسیٰ سے، اور ابوالمقوم وغیرہم سے روایت کی ہے کہ ان سب نے بیان کیا کہ تمام قریش میں عبدالمطلب سب سے زیادہ خوشرو، سب سے زیادہ بلند بالا، سب سے زیادہ ہر دو بار و متحمل مزاج، سب سے زیادہ فیاض، اور سب سے زیادہ ان مہدکات سے دور رہنے والے شخص تھے جو لوگوں کی حالت و حیثیت بگاڑ دیا کرتے ہیں۔ کبھی ایسا اتفاق نہیں پیش آیا کہ کسی بادشاہ نے انھیں دیکھ کے ان کی تعظیم و تکریم

لے قلعی تلواریں، بنو قلیعہ، باہر عرب میں ایک مقام سرج القلعة، تھا جہاں کی تلواریں نہایت عمدہ ہوتی تھیں شمشیر قلعی اسی مقام سے منسوب ہے۔

لے قلیح جمع قلیح، فال دیکھنے اور لگن لینے کے تیر جاہلیت عرب میں اس کا عام دستور تھا اور اس طریقے کو قداحہ کہتے تھے، میسر جن کی تحریم کلام اللہ نے کی یہ رسم بھی اسی کی ایک قسم تھی۔

نہ کی ہو اور ان کی سفارش نہ مانی ہو، وہ جب تک زندہ رہے قریش کے سردار بنے رہے، قبیلہ خزاعہ کے کچھ لوگوں نے آکے ان سے کہا: نحن قوم متجاورون فی الدار ہلکۃ فلحالفا (ہم سب لوگ گھر کے اعتبار سے آپس میں ہمسایہ و ہم جوڑا ہیں، لہذا آؤ محالف یعنی باہمی امداد و نصرت کا عہد و پیمانہ کر لیں)

عبدالمطلب نے یہ درخواست قبول کر لی اور سات شخصوں کو لے کے چلے جو اولاد المطلب (ابن عبدمناف) و ارقم بن نعلۃ بن ہاشم و ضحاک و عمر و فرزندان ابو یسفی بن ہاشم تھے، اس میں نہ تو فرزندان عبد شمس میں سے کوئی شریک ہوا اور نہ نوفل کی اولاد میں سے کسی نے شرکت کی۔

عبدالمطلب اپنی جماعت کو لئے ہوئے دارالندوہ میں آئے جہاں دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کی مدد و مواسا کے لئے عہد و پیمانہ کئے اور ایک عہد نامہ لکھ کے خانہ کعبہ میں لٹکا دیا، عبدالمطلب اس باب میں کہتے ہیں:

سَأَوْصِي زَيْبِرًا أَنْ تَوَافَقَ بَيْنِي  
بِأَمْسَالِكِ مَا بَيْنِي وَبَيْنَ عَهْدِهِ

اگر میری موت آئی تو میں زبیر کو وصیت کر جاؤں گا کہ میرے اور فرزندان عمر و خزاعی کے درمیان جو معاہدہ تھا وہ اس پر قائم رہے اور ٹوٹنے نہ دے)

وَأَنْ يَحْفَظَ الْمُحْلِفَ الَّذِي سَبَّحَ  
وَلَا يَلْحَدَنَّ فِيهِ يَظْلَمُ وَلَا غَدْرًا

(میں یہ وصیت کر جاؤں گا کہ اس کے بزرگ نے جو عہد کیا ہے اس کی حفاظت کرے اور ایسا نہ ہو کہ کسی طرح کے ظلم و غدر کے باعث اس کی خلاف ورزی ہو)

هَمَّ حَفَظُوا لَأَلِّ التَّقْدِيمِ وَحَالِقُوا  
أَبَاكَ فَكَانُوا دُونَ قَوْمٍ مَفْجُوعٍ

(اے زبیر! خاندان نہر کہ وہی تیری قوم والے ہیں ان سب میں سے یہی لوگ ہیں کہ انہوں نے پرانی قسم کی حفاظت کی اور تیرے باپ کے عریف بنے)



اسی بنا پر عبدالمطلب نے اپنے بیٹے زبیر بن عبدالمطلب کو اس عہد و پیمان کی وصیت کی، زبیر نے ابو طالب سے اور ابو طالب نے یہی وصیت عباسؓ سے اور ابن عبدالمطلب سے کی تھی۔

## نبوت اور حکومت کی پیشگوئی

www.KitaboSunnat.com

مُسَوْرِبْنِ مَخْرَمَةَ الزُّهْرِي كَهْتَمِي هِي بِعَبْدِ الْمُطَلِّبِ جَبْ كَجَمِي مِيْن جَاتِي تَو تَو قَوْمِ حَمِيْرَةَ كِي اِيَك مَسْرُورَه كِي هَا فَرْوَشْ هَوْتِي، اِيَك مَرْتَبَه كِي نَزْوَلِ مِيْن اِيَك مِيْنِي سِي وَ هِي مَطَاقَاتِ هَوْنِي جَو بَهْتِ هِي طَوِيْلُ الْعَمْرِ تَعْمَا اَوْر اَسْ لِيْنِي (قَدِيْم) كِتَابِيْنِ پَرِطْحِي تَعْمِيْنِ، اَسْ لِيْنِي عَبْدِ الْمُطَلِّبِ سِي كَمَا:

تَا ذَنْ لِي اِنْ اَخْتَشْ مَكَانًا مَنَّا هُوَ رَكِيَا تَو مَجْهُو كُو اِجَازَتِ وَ تِيَا هِي كِي تِيْرِي جِسْمِ مِيْن سِي كُوْنِي جَكْ ثَمُوْلُوْنِ)

عَبْدُ الْمُطَلِّبِ لِيْ جَوَابِ وَ يَا: لِيْسْ كَلِّ مَكَانِ مَتِيْ اُذْنِ لَآئِكِ فِي تَقْتِيْشِدْ (مِيْن تَجْهِيْ هَر جَكْهُ ثَمُوْلُوْنِي كِي اِجَازَتِ تَو نِيْسِ وَ سَكُنَا) مِيْنِي لِيْنِي پِيْهَر كَمَا: اَتَمَّا هُو مَسْخَرِيَاك رُو ه جَكْ جَو ثَمُوْلُوْنِي هِي صَرَفِ تِيْرِي وَ وُوْنُوْنِ تَجْهِيْنِي هِي)

عَبْدُ الْمُطَلِّبِ لِيْ اِجَازَتِ وَ يَا: فَدَّ وَ مَلِكِ (يِهِي بَاتِ هِي تَو بِسْمِ اللّٰهِ) مِيْنِي لِيْنِي عَبْدُ الْمُطَلِّبِ كِي يَارِ، يِعْنِي تَجْهِيْنُوْنِ كِي بَالِ وَ يَكْهِيْ اَوْر كَمَا: اَرِيْ مَبُوَّةَ وَ اَرِيْ مَلِكَا وَ اَرِيْ اَحَدِ هِمَا فِي بِنِيْ زَهْرَةَ (مِيْنِ نَبُوْتِ دِيْكْهِيْ رَا هُوْنِ، مَلِكِ اَوْر حُكُوْمَتِ دِيْكْهِيْ رَا هُوْنِ، مَكْرَانِ وَ وُوْنُوْنِ مِيْنِ سِي اِيَكِ چِيْسِيْزِ جَجْهِيْ قِيْلَا بِنِيْ زَهْرَةَ مِيْنِ نَظَرِ آتِيْ هِي)

عَبْدُ الْمُطَلِّبِ لِيْنِي اِسْ سَفَرِ سِي وَ اِپْسِ اَكِيْ خُو تَو وَ اَلْبَيْتِ وَ مِيْنِيْبِ اِبْنِ عَبْدِ مَنَافِ بِنِ زَهْرَةَ سِي نِكَاحِ كِيَا اَوْر اِپْسِيْ جِيْئِيْ عَبْدُ اللّٰهِ كَا نِكَاحِ اَمِيْنِيْتِ وَ هَرَبِ اِبْنِ عَبْدِ مَنَافِ بِنِ زَهْرَةَ سِي كَرُو يَا جِنِ سِي مَحْدَرِ سُوْلِ اللّٰهِ صَلِيْ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَمِ

پیدا ہوئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اولاد عبد المطلب کو نبوت و خلافت  
دونوں عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ اس خانوادہ شریف کے تقدس و عظمت  
کو خوب جانتا ہے جہاں اس نے یہ عطیہ عطا فرمایا ہے۔

## خضاب

ہشام بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں  
کہ ان سے مدینہ کے ایک شخص نے جعفر بن عبد الرحمن بن المنصور بن حزمہ  
سے روایت کی جو اپنے والد عبد الرحمن بن المنصور سے راوی تھے ان  
دونوں راویوں کا بیان یہ ہے کہ مکہ میں جس قریشی نے پہلے پہل دسمے سے  
خضاب کیا وہ عبد المطلب بن ہاشم تھے اصل کتاب میں بجائے  
عبد المطلب کے عبد الملک بن ہاشم مرقوم ہے جسے خطائے مطبعی سمجھنا  
چاہئے) ۵۲

واقعہ یہ ہے کہ عبد المطلب جب سین جاتے تو ایک حمیری سردار  
کے گھر اترتے، عبد المطلب سے اس نے کہا: اگر تو ان سفید بالوں کا رنگ  
بدل دے تو پھر جو ان نظر آئے۔

عبد المطلب نے اجازت دی تو اس کے حکم سے پہلے ہندی کا خضاب  
لگایا گیا پھر اس پر سمد چڑھایا گیا،  
عبد المطلب نے کہا: ہمیں اس میں سے بطور زاد سفر کے تھوڑا خضاب  
دے دینا۔

میزبان نے بہت سا خضاب ان کے ساتھ کر دیا۔ شب میں وہ  
کے پہنچے اور دن میں باہر نکلے تو ان کے بال ایسے نظر آئے جیسے کوتے  
کے ریشیا ہوں، تیکہ بنت جناب بن کلینب نے کہ عباس بن عبد المطلب  
کی ماں تھیں، یہ دیکھ کے کہا: شیبۃ الحمد! یہ اگر ہمیشہ رہ جائے تو خوبصورتی ہے،

عبدالطلب نے جواب دیا:

ولو دام لي هذا السواد حمتك  
فكان بديلاً وشيئاً قد انصرت

(یہ سیاہی اگر میرے لیے ہمیشہ رہتی تو میں اس کی تعریف کرتا اور اس صورت میں یہ  
اُس جوانی کا بدلہ ہوتی جو ختم ہو چکی ہے)

تتمعت منه والحياة قصيرة  
ولا با من موت نبيلاً او هو

(میں نے اس سے فائدہ تو اٹھایا مگر زندگی تھوڑی ہے اور اے نیتلہ آخر کار مرنا یا بڑھنا  
ہونا ضروری ہے)

وماذا الذي يجدي على المرء خفضاً  
ونعمة يوماً اذا عرشد انهدام

(انسان کو اُس کی فراخی و نعمت بھلا کیا نفع پہنچا سکتی ہے جب کہ ایک دن اس کے  
تخت کو نہدم ہونا ہی ہے)

فموت جھيلز عاجل لا شويك  
احباطاً من مقالهم حكم

(ان حالات میں لوگوں کی دانش آرائی سے زیادہ محبوب میرے نزدیک وہ موت  
ہے جو آراستہ ہو، جلد آئے، اور اس میں کسی قسم کی آسانی و سہولتی نہ ہو)  
یہی واقعہ تھا جس کے بعد اہل مکہ سیاہ خضاب کرنے لگے۔

## منافره

مجر بن السائب الکلبی کہتے ہیں کہ مجھ سے دو شخصوں نے روایت کی  
ہے جن میں ایک تو قبیلہ بنی کنانہ کے ایک صاحب تھے جنہیں ابن ابی  
صالح کہتے تھے اور دوسرے ایک ذی علم تھے جو مقام رقعہ کے باشندے



اور قبیلہ بنی اسد کے آزاد غلام تھے، ان دونوں صاحبوں کا بیان یہ ہے کہ  
عبد المطلب بن ہاشم و حرب بن امیہ کے درمیان سفر حبشہ کے دوران میں  
منافری کی ٹھہری اور دونوں نے سچا سچی حبشی (بادشاہ حبشہ) کو حکم قرار دیا مگر  
اس نے اس بیچ میں پڑنے اور فیصلہ کرنے سے انکار کر دیا، چنانچہ نضیل بن  
عبدالغری بن ریح بن عبداللہ بن قریظ بن رزاح بن عدی بن کعب کی جانب  
رجوع کرنا پڑا اور وہی حکم بنا کے گئے، لیکن انہوں نے حرب سے یہ کہا:

اتنا فرجلا هو اطول منك قامدة. واعظم منك  
ہمامة، و اوسم منك وسامة، و اقل منك لاممة  
و اكثر منك ولدا، و اجزل منك صفدا، و اطول منك  
مذودا، رکیا تو ایسے شخص سے منافرہ کرتا ہے جو تجھ سے زیادہ بلند و بالا  
ہے، تجھ سے زیادہ بڑے سرد والا ہے، تجھ سے زیادہ وجیہ ہے، موجبات لامت  
و ہول و خوف میں تجھ سے بہت کم ہے، تجھ سے زیادہ کثیر الاولاد ہے۔ تجھ سے  
زیادہ جزیل العطاء و کریم و چوادر ہے، تجھ سے زیادہ اس کی زبان لانی ہے (۹)۔  
نضیل نے بمقابلہ حرب کے عبد المطلب کے حق میں فیصلہ کیا، اس پر  
حرب نے کہا: ان من انتحاث الزمان ان جعلناك حكاما  
(یہ زمانے کا نقص و ابرام ہے، یعنی خراب و فساد و نیزگی روزگار کی یہ بھی ایک دلیل ہے،  
کہ ہم نے تجھے حکم بنایا۔)

محمد بن السائب کہتے ہیں: جب تک منافرہ نہیں ہوا تھا اور نضیل بن عبدالغری  
کو، کہ عمر بن الخطاب کے وادائے حکم نہیں بنایا تھا۔ اس وقت تک عبد المطلب  
ہی حرب بن امیہ کے ہم نشین و ہمدم تھے۔ جب نضیل نے عبد المطلب کے  
حق میں فیصلہ کیا تو حرب و عبد المطلب دونوں جدا ہو گئے اور حرب عبداللہ  
ابن جوعان کے ندیم و ہمراز ہو گئے۔

لہ ار و میں تو زبان درازی برے معنوں میں متعلی ہے مگر عربوں کے محاورے میں زبان دراز  
اس شخص کو کہتے ہیں جو نہایت فصیح اللسان ہو۔

## طائف میں کامیابی

ابوسکین کہتے ہیں: طائف میں ایک کنواں (یا چشمہ) عبدالمطلب کی ملکیت میں تھا جسے ذوالہرم کہتے تھے یہ ایک زمانے سے قبیلہ ثقیف کے قبضے میں تھا، عبدالمطلب نے مطالبہ کیا تو انہوں نے انکار کر دیا، جندب ابن الحارث بن جبیب بن الحارث بن مالک بن حطیط بن حشم بن ثقیف (ان دنوں قبیلہ ثقیف کے سردار تھے جو منکر ہو گئے اور عبدالمطلب سے لڑنے لگے، دونوں کو مناقرے کی ضرورت پڑی جس کے لئے کاہن بنی عدزہ منتخب ہوا کہ اس کو عزیٰ سلمہ کہتے تھے اور وہ شام میں رہتا تھا، مناقرہ چند اونٹوں پر قرار پایا جو نامزد کرنے گئے یعنی شرط ہوئی کہ جیتنے والے کو اتنے اونٹ دیے جائیں)

۵۳

عبدالمطلب چند قریشیوں کو لے کے نکلے، ساتھ میں حارث بن عبدالمطلب بھی تھے کہ ان کے علاوہ عبدالمطلب کے ان دنوں کوئی دوسرا لڑکا نہ تھا،

جندب چلے تو ان کے ہمراہ ثقیف کے کچھ لوگ تھے، عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں کے پاس (راتے میں) پانی ختم ہو گیا۔ ثقیفیوں سے پانی مانگا تو انہوں نے نہ دیا، اللہ تعالیٰ نے خود ہی عبدالمطلب کے اونٹ کے نیچے ان کے لئے ایک چشمہ جاری کر دیا۔ عبدالمطلب نے خدائے عزوجل کی حمد کی اور جان لیا کہ یہ اسی کا احسان و منت ہے، سب نے سیر ہو کے پانی پیا اور بقدر ضرورت لے لیا۔ ثقیفیوں کا پانی بھی ختم ہو گیا، عبدالمطلب سے التجا کی تو انہوں نے سب کو پانی پلویا۔

کاہن کے پاس آئے تو اس نے عبدالمطلب کے حق میں فیصلہ کیا،

عبدالمطلب نے (شرط کے) اونٹ لے کے ذبح کر ڈالے، ذوالہرم کو اپنے قبضے میں لے لیا اور واپس آئے، خدا نے عبدالمطلب کو جذب پر اور عبدالمطلب کی قوم کو جذب کی قوم پر فضیلت بخشی۔

## عبدالمطلب کی منت

### بیٹے کی قربانی

ابن عباس اور محمد بن ربیعہ بن الحارث وغیرہما سے روایت ہے کہ زمزم کے کھودنے میں عبدالمطلب نے جب اپنے مددگاروں کی قلت دیکھی کہ تنہا کھودتے تھے اور صرف ان کے بیٹے حارث کہ وہی خلف اکبر تھے ان کے شریک حال ہے، تو منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں پورے دس بیٹے دیے حتیٰ کہ اپنی آنکھوں دیکھ لیں، تو ایک کو قربانی چڑھائیں گے، جب دس کی تعداد پوری ہو گئی تو باپ نے بیٹوں کو جمع کر کے اس منت کی اطلاع دی، اور چاہا کہ اس نذر کو اللہ تعالیٰ کے لئے وفا کریں، ان بیٹوں کے نام حسب ذیل ہیں:

۱۱) الحارث بن عبدالمطلب۔

۱۲) الزبیر بن عبدالمطلب۔

۱۳) ابوطالب۔

۱۴) عبد اللہ۔

۱۵) حمزہ۔

۱۶) ابولہب۔



(۷) العیداق

(۸) المقوم

(۹) ضرار

(۱۰) العباس

ان میں سے کسی نے بھی اختلاف نہ کیا، سب نے وفائے نذر اور ان کے حسب خواہش عمل کرنے کی صلاح دی،

عبدالمطلب نے کہا: اچھا تو تم میں سے ہر ایک اپنے اپنے نام قح میں لکھ لکھ کے ڈال دے،

اس پر عمل ہو چکا تو عبدالمطلب نے خازن کعبہ کے اندر آ کے سادہ (پوجاری) سے کہا: ان سب کو لے کے نام نکال۔ سادہ نے نام نکالا تو سب سے پہلے عبد اللہ ہی کا نام نکلا جن سے عبدالمطلب کو (خاص) محبت تھی (بائیں ہمسہ) فوج کرنے کی چھری لیے ہوئے عبدالمطلب ان کا ہاتھ پکڑے قربان گاہ کو لے چلے لڑکیاں (یعنی عبد اللہ کی بہنیں) کہ وہیں کھڑی تھیں، رونے لگیں اور ایک نے کہا:

اس قربانی کے بدل کی تدبیر کر، اور وہ یہ ہے کہ حرم میں جو تیری ساٹھ اونٹنیاں ہیں ان پر پانسے ڈال۔

عبدالمطلب نے سادہ سے کہا: عبد اللہ پر اور دس اونٹوں پر پانسے ڈال۔ سادہ نے نام نکالا تو عبد اللہ کا نام نکلا، عبدالمطلب دس دس اونٹ بڑھاتے رہے، تا آن کہ سٹو کی تعداد پوری ہو گئی اور اب نام نکالا تو قربانی کے لئے اونٹ کا نام نکلا، عبدالمطلب نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور ساتھ ہی لوگوں نے بھی تکبیر کہی، عبدالمطلب کی لڑکیاں اپنے بھائی عبد اللہ کو لے گئیں اور اونٹوں کو لے کے عبدالمطلب نے صفا و مروا کے درمیان قربانی کی۔

۵۴

ابن عباس کہتے ہیں: عبدالمطلب نے جب ان اونٹوں کی قربانی کی تو ہر ایک کے لئے ان کو چھوڑ دیا (یعنی جو چاہے گوشت کھائے) کوئی روک نہ رکھی (انسان یا درندہ یا طیمور، کوئی بھی ہو کسی کی جانعت نہ کی، البتہ

نخو دکھایا، ان کی اولاد میں سے کسی نے کچھ فائدہ اٹھایا۔

عکرمہ عبد اللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں: اُن دنوں دس اونٹوں کی ویش (خوں بہا) ہوتی تھی (یعنی دستور تھا کہ ایک جان کے بدلے دس اونٹ دیئے جاتے) عبد المطلب پہلے شخص میں جنہوں نے ایک جان کا بدلہ سوا اونٹ قرار دیا، جس کے بعد قریش اور عرب میں بھی یہ دستور جاری ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو بحال خود برقرار رکھا۔

## اشقا

عبدالرحمن بن مؤہب بن رباح الاشعری قبیلہ بنی زہرہ کے حلیف تھے، ان کے لڑکے سے ولید بن عبد اللہ بن جمیع الزہری روایت کرتے ہیں، یہ لڑکا اپنے والد (عبدالرحمن) کے حوالے سے راوی ہے کہ مخرمہ بن نوفل الزہری کہتے تھے۔ میں نے اپنی ماں رقیقہ بنت ابی صیفی بن ہاشم بن عبد مناف سے کہ عبد المطلب کی لَدَہ (یعنی بھجولی) تھیں، یہ روایت (مندرجہ ذیل) سنی ہے۔

رقیقہ (مذکورہ) بیان کرتی تھیں: قریش پر ایک مرتبہ ایسی خشک سائیاں گزریں جو مال و منال سب اپنے ساتھ لے گئیں اور جان پر تابی میں نے انہیں (دونوں) ایک شخص کو خواب میں کہتے سنا:

لَدَہ: وہ بھجولی، لڑکایا لڑکی جو کسی کے ہم عمر و ہم سن ہو، یعنی دونوں ایک ہی دن یا قریب قریب ایک ہی تاریخ میں پیدا ہوئے ہوں اور دونوں کی تربیت و پرورش بھی ایک ہی ساتھ ہوئی ہو، اس کا صحیحہ تثنیہ الدان، اور جمع لِدات، و لَدون ہے، اسی کے مرادف لفظ ترتب، بجا ہے کہ وہ بھی انہیں معنوں میں متعلق ہے۔

یا معشر قریش، انّ هذا النبی السبعوث منکم  
 وهذا اَبان خروجه و به یا تیکم الحیا والنحب،  
 فانظروا رجلا من اوسطکم نسبا، طولا، عظاما  
 ابیض مقرون المحاجبین اهدب الاشفار جعل  
 سهل الخدین، رقیق العزین، فلیخرج هو و جمیع  
 ولده، ولیخرج منکم من کدل بطن رجل، قطرها  
 و تطبوا، ثم استلموا الرکن، ثم قوا راس النبی  
 فیس، ثم یلقدهم هذا الرجل فیستقی و یؤمنون،  
 فانکم ستسقیون۔

## نبی موعود کی بشارت

(رُقیقہ کو خواب میں جو بشارت ہوئی اس کا مفہوم یہ تھا):

یہ پیغمبر جو سبعوث ہونے والا ہے تم ہی لوگوں میں سے ہوگا۔  
 اس کے ظہور کا یہی زمانہ ہے۔ اسی کے طفیل تمہیں فراخی و کشائش نصیب  
 ہوگی۔ دیکھو، ایسا شخص تلاش کرو جو تم سب میں اوسط النسب یعنی  
 نہایت شریف خاندان کا ہو، بلند بالا ہوا، بڑا ہو، بھاری بھر کم ہو۔ سفید  
 رنگ گورا چٹا ہو۔ اس کی بھویں نیچی ہوں، پلکیں دراز ہوں، گھونگر والے  
 بال ہوں، رخسار بہت بھرے بھرے نہ ہوں، ناک پتلی ہو یا ناک کا  
 یا نسا پلا ہو، وہ نکلے۔ اس کی اولاد نکلے۔ اور تم میں سے ہر ایک گھرانے  
 کا ایک ایک شخص نکلے، سب کے سب طہارت کرو، خوشبوئیں لگاؤ۔  
 رکن حرم کو بوسہ دو، وہ قبیلہ کی چوٹی پر چڑھ جاؤ، وہ شخص آگے بڑھے،  
 استسقاء کے لیے دعا کرے، اور تم سب آئین کہو، ایسا کرو گے تو سیراب  
 کئے جاؤ گے (یعنی دعا قبول ہوگی اور باران رحمت نازل ہوگا)



## آنحضرت اجتماع استسقا میں

رَقیقہ نے اس خواب کا واقعہ لوگوں سے بیان کیا، سب نے دیکھا تو یہ صفت اور یہ حلیہ جو خواب میں بتایا گیا تھا عبد اللہ اللہ ہی کا طلبہ تھا، سب لوگ انہیں کے پاس جمع ہوئے، ہر گھرانے سے ایک ایک شخص نکلا، جو حکم ملا تھا بجالائے، پھر ابو قیس پر چڑھ گئے۔ ساتھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے کہ اس وقت لڑکے ہی تھے عبد اللہ اللہ آگے بڑھے اور دعا کی:

لاھم ھو لاء عبیدک وبنو عبیدک و اماءک وبنات اماءک  
وقد نزل بنا ما تری و تتابعت علینا ھذک السنون  
فذهبت بالظلف و الخف و اشفت علی الانفس  
فاذھب عنا الجذب و ائتنا باحیاء و اخیص

## دعاے باران رحمت



ایا اللہ یہ تیرے بندے ہیں، یہ تیرے بندہ زادے ہیں،  
یہ تیری لونڈیاں ہیں، یہ تیری کینزک زائیاں ہیں، تو دیکھ رہا ہے کہ  
ہم پر کیا کچھ (مقصد) نازل ہے۔ یہ خشک سائیاں ایسی ہیں کہ ان تمام  
جالوروں کو ہلاک کر ڈالا جو پیچھے اور ستم رکھتے تھے، اور اب تو جانوں پر  
آنی ہے، یا اللہ ہم سے اس قحط کو دفع کر، ابر رحمت برسا اور فرسراخی  
عطا فرما

لوگ ہنوز واپس بھی نہیں چلے تھے کہ اس قدر مینہ برس، اتنی

بارش ہوئی، کہ وادیاں جاری ہو گئیں۔ نالے بہنے لگے، سیلاب آ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے فضل میں ان سب کو سیرابی نصیب ہوئی، اسی ذیل میں رقیقہ بنت ابوصیفی بن ہاشم بن عبد مناف کہتی ہیں:

بشیرۃ الحجراستقی اللہ بلادنا وقد فقدنا الحیاء و اجلوی المطر

(عبدالطلب کے فضل میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے شہر کو سیراب کیا۔ حالانکہ کیفیت یہ تھی کہ ابر باراں کو ہم کھو چکے تھے اور مینہ بسرعت روانہ ہو چکا تھا)

فجاد بالماء جوفیٰ لہ سبیل داین فعاشرت بملال انعام والشمہ

در آخر ایسے ابر تارک نے پانی برسایا جو مینہ سے لبریز تھا اور اس بارش کے باعث حیوانات و نباتات جی اٹھے)

منام اللہ بالمیمنون الحائر لا وخیر من کثرت یوماً بضر

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان تھا اور اس بابرکت و نیک طالع کے باعث یہ احسان طلب پذیر ہوا جو ان سب لوگوں سے بہتر ہے جن کی کبھی قوم مضر کو بشارتیں ہوتی تھیں)

مبارک الامر لیستقی الغمام بے ما فی الانام لہ عدل ولا خطر ۵۵

روہ کہ خود مبارک ہے اس کے امور مبارک ہیں، اس کی بدولت باران رحمت نازل ہوتا ہے، وہ بے نظیر ہے اور خلائق میں کوئی اس کا عدیل و سہیم نہیں۔

## واقعہ ابرہہ

عثمان بن ابی سلیمان، عبدالرحمن بن البیہانی، عطاء بن یسار، ابو زریں، اعیلی، عباد، اور ابن عباس، جن کے بیانات آپس میں مخلوط ہو گئے ہیں۔

روایت کرتے ہیں کہ نجاشی (فرماں روا سے جیشہ) نے ابو اسحاق اریاط کو چار ہزار فوج و سوسے کے مین بھیجا تھا، اریاط نے ملک کو تسخیر کر لیا، اہل ملک کو ذلیل کر ڈالا، اُن پر غالب آگیا، نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہوں کو محتاج بنا دیا اور فقیروں کی خوب تذلیل کی،

جو حالات اس نتیجے سے مترتب ہوئے اُن کی بنا پر جیشہ کا ایک شخص کہ اُسے، ابویسوم ابرہہ الاشرم کہتے تھے، اٹھ کھڑا ہوا اور اہل مین کو اپنی اطاعت کی دعوت دی، لوگوں نے یہ دعوت قبول کر لی تو اُس نے اریاط کو مار ڈالا اور مین پر متصرف ہو گیا۔

موسم حج کے دنوں میں ابرہہ نے دیکھا کہ لوگ حج بیت اللہ کا سامان کر رہے ہیں:

پوچھا: یہ لوگ کہاں جاتے ہیں؟

جواب ملا: حج بیت اللہ کے لئے جاتے ہیں،

دریافت کیا: وہ (یعنی بیت اللہ) کس چیز سے بنایا گیا ہے؟

جواب ملا: پتھر سے، پھر پوچھا: اُس کی پوشش کیا ہے؟

کہا: یہاں سے جو دعاری دار کپڑے جاتے ہیں وہی اُس کی پوشش کے کام آتے ہیں،

ابرہہ نے کہا: مسیح کی قسم، تمہارے لئے اُس سے اچھا گھر میں تعمیر کروں گا، آخر یہ عمارت اس نے تعمیر کر لی۔

كَعْبَةُ بَنِي مِثْلٍ

ابرہہ نے اہل مین کے لیے بغید و سرخ و زرد و سیاہ پتھروں کا ایک گھر بنایا جو سونے چاندی سے محلے اور جواہر سے مرصع تھا، اُس میں کئی دروازے تھے جن میں سونے کے پتھر اور زرین گل میخیں جڑی تھیں اور



بیچ بیچ میں جواہر تھے اس مکان میں ایک بڑا سا باقوت احمر گاہوا تھا، پر دے پڑتے تھے، عود منڈلی (یعنی مقام منڈل) کا جو خوشبوئیات کے لئے مشہور تھا وہاں لو بان، اگر، عود) سسکا تے رہتے، ویو اوروں پر اس قدر مشک ملا جاتا کہ سیاہ ہو جاتیں حتیٰ کہ جواہر بھی نظر نہ آتے۔

لوگوں کو اس مکان کے حج کرنے کا ابرہہ نے حکم دیا، اکثر قبائل عرب کئی سال تک اس کا حج کرتے رہے، عبادت و خدا پرستی و زہد و پارسائی کے لئے متعدد اشخاص اس میں متکلف بھی تھے اور مناسک یہیں ادا کرتے تھے۔

## بیت اللہ کا انتقام

نُفیل النخعی نے نیت کر رکھی تھی کہ اس عبادت خانے کے متعلق کوئی مکروہ حرکت کرے گا، اس میں ایک زمانہ گزر گیا، آخر ایک شب میں جب اُس نے کسی کو خبیث کرتے نہ دیکھا تو اُٹھ کے نجاست و غلاظت اٹھالایا، صومعہ کے قبلے کو اس سے آلودہ کر دیا اور بہت سی گندگی جمع کر کے اُس میں ڈال دی۔

ابرہہ کو اس کی خبر ملی تو سخت غضبناک ہوا اور کہنے لگا: عرب نے فقط اپنے گھر (بیت اللہ) کے لئے غضب میں آریہ کارروائی کی ہے، میں اُس کو ڈھادوں گا اور ایک ایک پتھر توڑ ڈالوں گا۔

## حرم پر لشکر کشی

نجاشکا کو ابرہہ نے لکھ کے اس واقعے کی اطلاع دی اور اُس سے درخواست کی کہ اپنا ہاتھی جس کا نام 'محمود' تھا، بھیج دے، یہ ہاتھی ایسا

تھا کہ عظمت و جسامت و قوت کے لحاظ سے روئے زمین پر کسی نے اس کی نظیر نہ دیکھی تھی، نجاشی نے اسے ابرہہ کے پاس بھیج دیا۔  
جب آگیا تو ابرہہ لوگوں کو لے کے نکلا، یعنی فوج لے کے مکہ شریف پر چڑھائی گئی، ساتھ میں حمزہؓ کے پادشاہ اور فیصل بن حباب الخثعمی بھی تھے۔  
حرم کے قریب پہنچے تو ابرہہ نے فوجیوں کو حکم دیا کہ لوگوں کے بھیڑ بکریاں (وغیرہ) لوٹ لیں، اس حکم کے مطابق سپاہیوں نے چھاپا مارا اور عبدالمطلب کے کچھ اونٹ پکڑ لیے۔

## خدا اپنے گھر کا آپ محافظ ہے



فیصل عبدالمطلب کا دوست تھا، اونٹوں کی نسبت عبدالمطلب نے اس سے گفتگو کی تو اس نے ابرہہ سے عرض کی:

اے پادشاہ، تیرے حضور میں ایسا شخص آیا ہے جو تمام عرب کا سردار، فضل و عظمت و شرف میں سب پر فائق ہے، لوگوں کو اچھے اچھے گھوڑوں پر سوار کرتا ہے، عطیات دیتا ہے، کھانے کھلاتا ہے، اور جب تنگ ہوا چلتی ہے (یعنی علی المدوام) یہی اس کا وتیرہ و شیوہ ہے،  
فیصل نے اس تقریب کے ساتھ عبدالمطلب کو ابرہہ کے حضور میں پیش کیا، اس نے عرض دریافت کی تو کہا:

تردد علی اہلی (عرض یہ ہے کہ میرے اونٹ مجھے واپس ل جائیں)  
ابرہہ نے کہا: ما دسری ما بلفظی عنک الا العزور ووقد ظننت  
انک تکلمنی فی بیتکم هذا الذی صوشر حکم (میری رائے میں تیرے متعلق جو اطلاع مجھے ملی وہ محض دھوکے پر مبنی تھی، میں تو اس گمان میں تھا کہ تو مجھ سے اپنے اس گھر - بیت اللہ - کے متعلق گفتگو کرے گا جس کے ساتھ تم سب کی عزت و شرف وابستہ ہے)

عبدالمطلب نے جواب دیا: اِسْرَدَ عَلٰی اِبْلِیْ وِدْوَنَکَ  
 وَالْبَيْتِ، فَاَنْ لَّکَ رَبًّا سَمِعْنَا لَهٗ (تو مجھے میرے اونٹ واپس  
 دے، بیت اللہ کے ساتھ جو چاہے کر، کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ اس گھر کا ایک  
 پروردگار ہے کہ خود ہی وہ عن قریب اس کی حفاظت کرے گا)  
 ابرہہ نے حکم دیا کہ عبدالمطلب کے اونٹ واپس دے دیے جائیں،  
 جب اونٹ لگئے تو عبدالمطلب نے ان کے سموں پر چڑھے چڑھا دیئے،  
 ان پر نشان کر دیئے، ان کو قربانی کرنے کے لئے مخصوص کر کے حرم میں چھوڑ دیا  
 کہ انھیں پکڑیں گے تو پروردگار حرم غضبناک ہوگا۔

## طیر ابا بسل

عبدالمطلب حراء پر چڑھ گئے، ساتھ میں عمرو بن عابد بن عمران بن مخزوم  
 مطلق بن عدی، اور ابو مسعود ثقفی تھے، عبدالمطلب نے اس موقع پر  
 (جناب الہی میں) عرض کی:

لَا هُمْ اَنْ اَلْمَرْءَ يَمْنَعُ رَحْلَهُ فَاَمْنَعُ لَالِكُ  
 دیا اللہ ان اپنے سامان کی حفاظت کرتا ہے، تو اپنے متاع و سامان کبھی  
 کی آپ حفاظت کرے

لَا يَغْلِبَنَّ صَلِيْبُهُمْ وَمَحَالِكُ  
 ان کا صلیب اور ان کے فریب اور حیلے تیرھا تو تیرھا قدرت پر غالب نہیں آسکتے

ابو اونٹ کے سموں پر چڑھے چڑھا نا علامت بناوینا یہ ان کی تقدیر کی نشان دہی تھی کہ لوگ بوجائیں  
 یہ قربانی کے اونٹ میں اور خدا سے عزوجل سے تعلق رکھتے ہیں۔



ان کذت تار کھم و قبل تنافا مرمابد الکف  
 را اگر تو انہیں چھوڑ دینے والا ہے کہ ہمارے قبلے کے ساتھ جو چاہیں کریں  
 تو نبجہ کو اختیار ہے)

سمندر سے چڑیوں کے غول آگے بڑھے، ہر ایک چڑیا نین تین گریز  
 لیے ہوئے تھی دو تو دو پاؤں میں اور ایک چونچ میں۔ یہ پتھر چڑیوں نے  
 ان پر گرانے شروع کئے، جس چیز تک یہ پتھر پہنچتے اُس کو توڑ پھوڑ کے  
 ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور اس جگہ دانے نکل آتے، یہ پہلی بیماری  
 چھپک تھی جو ظہور پذیر ہوئی، جتنے تلخ درخت تھے (یا جن کے پھل کراوے  
 تھے) ان پتھروں نے سب کی بیخ کنی کر ڈالی، اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک  
 سیلاب آیا جو ان سب کو بہا لے گیا اور سمندر میں ڈال دیا۔

## صحابِ فیل

اب رہہ اور جتنے لوگ اس کے ساتھ باقی رہ گئے تھے، سب کے سب  
 بھاگ نکلے، اب رہہ کا ایک ایک عضو جسم سے کٹ کٹ کے گرتا جاتا تھا،  
 نجاشی کا ہاتھی فیل محمود رک گیا تھا، اُس نے یہ ولیری و حرات  
 نہ کی کہ حرم رچھ کرنا، اس لئے بچ گیا، لیکن دوسرے ہاتھی نے کہ یہ گستاخی  
 کی تھی سنگبار ہو گیا، یہ بھی کہتے ہیں کہ (ایک دو نہیں بلکہ تیرہ ہاتھی تھے۔

اب حرار سے عبدالمطلب نیچے اترائے، جبشہ کے دو شخصوں  
 نے حاضر ہو کے ان کے سر کو بوسہ دیا اور عرض کی:

انت کذت اعلم (تو خوب جانتا تھا)

## اولاد عبد المطلب

محمد بن السائب کہتے ہیں: عبد المطلب کے بارہ لڑکے اور چھ لڑکیاں پیدا ہوئیں:

- (۱) حارث بن عبد المطلب کے سب سے بڑے لڑکے تھے انھیں کے نام سے وہ اپنی کنیت کرتے تھے (یعنی ابو الحارث) یہ اپنے باپ (عبد المطلب) کی زندگی ہی میں انتقال کر گئے تھے، ان کی ماں صفیہ تھیں بنت جنید بن حجر بن زباب بن حلیب بن سواۃ بن عامر بن صعصعہ
- (۲) عبد اللہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد تھے۔
- (۳) زبیر جو ایک شریف شاعر تھے، عبد المطلب نے انھیں کو وصیت کی تھی (یعنی اپنا وصی انھیں کو بنایا تھا)۔
- (۴) ابوطالب جن کا نام عبد مناف اور عبد الکعبہ تھا لا ولد انتقال کر گئے۔
- (۵) - الف - ام حکیم جن کا نام لبیضاء تھا۔
- (۶) - ج - ثعلبہ
- (۷) - ج - برہ
- (۸) - د - اُبَیْمَہ
- (۹) - ہ - ازوی - ان سب کی والدہ فاطمہ تھیں، بنت عمرو بن عائذ ابن عمران بن مخزوم بن یثرب بن مرقہ بن کعب بن لؤئی۔
- (۱۰) حمزہ کہ اشیر خدا و اشیر رسول خدا تھے۔ غزوہ بدر میں شریک تھے اور احد میں شہید ہوئے۔
- (۱۱) القحوم۔

ابو طالب لا ولد نہ تھے ان کی اولاد آج تک باقی ہے چنانچہ اس فصل کے آخر میں خود مصنف نے بھی یہی لکھا ہے غالباً یہ سہو خطی ہو گا۔

(۱۲) جحل بن کانام مغیرہ تھا۔  
 (۱۳) صفیہ۔ ان سب کی ماں ہالہ تھیں، بنت وہیب بن عبد مناف  
 ابن زہرہ بن کلاب۔ اور ہالہ کی ماں عیلة تھیں، بنت المطلب بن عبد مناف  
 ابن قصی۔

(۱۴) عباس کہ ایک شریف و دانشمند اور ہیبت و رعب والے بزرگ تھے۔  
 (۱۵) ضرار کہ از روے جمال و سخاوت نوجوانان قریش میں ممتاز تھے،  
 اللہ تعالیٰ نے جس زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی  
 ہے انہیں دونوں وہ لاولد انتقال کر گئے۔

(۱۶) قثم بن عبد المطلب یہ بھی لاولد تھے، ان سب کی ماں ننتیلہ  
 تھیں، بنت جناب بن کلیب بن مالک بن عمرو بن عامر بن زید مناة بن عامر  
 کہ وہی ضحیان تھے، ابن سعد بن الخرزج بن تیم اللہ بن النعم بن قاسط بن  
 ہناب بن افضی بن ذعیبی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار بن معد بن عدنان۔  
 (۱۷) ابو لہب بن عبد المطلب جن کا نام عبد العزی بن تھا اور ابو عتبہ ان کی  
 کنیت تھی، حسن و جمال کے باعث عبد المطلب نے ابو لہب ان کی کنیت  
 رکھی تھی، فیاض آدمی تھے، ان کی ماں لبنی تھیں، بنت حاجر بن عبد مناف  
 ابن ضاطر بن حنشلہ بن سلول بن کعب بن عمرو کہ قبیلہ خزاعہ کے تھے۔  
 لبنی کی ماں ہند تھیں، بنت عمرو بن کعب بن سعد بن تیمم بن مرثدہ اور ہند  
 کی ماں سودا تھیں، بنت ندہرہ بن کلاب۔

(۱۸) العیذاق بن عبد المطلب جن کا نام مصعب تھا ان کی ماں مننہ تھیں،  
 بنت عمرو بن مالک بن مؤمل بن مؤید بن اسعد بن شثوب بن عبد ابن حشر بن عدی  
 ابن سلول بن کعب بن عمرو کہ قبیلہ خزاعہ کے تھے اور انہیں کے  
 ماں جائے بھائی عوف تھے، ابن عبد عوف بن عبد بن الحارث  
 ابن ندہرہ، یہی عوف (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی)  
 عبد الرحمن بن عوف کے والد تھے۔

کلبی کہتے ہیں کہ تمام عرب میں فرزندان عبد المطلب کی طرح کسی ایک



باپ کی اولاد بھی نہ تھی اور نہ کوئی ایسا تھا جو ان سے زیادہ شریف و حسین  
و بلند پستی روشن پیشانی ہو، قرۃ بن مجل بن عبدالمطلب انھیں کے متعلق کہتے ہیں کہ

أعد ضراراً أن عدت قنكاً واللیت حمزة وأعد العباسا

اگر کسی فیاض نوجوان کا شمار کرنا ہے تو ضرار کو شمار کر، شیرم و حمزہ کو شمار کر اور عباس کو شمار کر،

وعد زبیراً أو المقوم بعداً والقتم جملاً والفتی التراسا

زبیر کو اور اس کے بعد مقوم کو، مجل کو شمار کر جو نوجوان سردار ہے)

والقتم غیداً قاتعد ججاجاً سادوا علی غم العد والناسا

(بہادر غیداق کو شمار کر کہ یہ سب غلام قوم ہیں اور بزغم دشمن ان کو سب کی سرداری حاصل ہو چکی ہے)

والحارث الفیاض ولی ماجلاً ایامنا زعد الھمام الکاسا

رفیاض حارث کو شمار کر جو ایسا بہادر تھا کہ جام مرگ پینے کے دنوں میں اس نے دنیا سے مجھو

شرف کے ساتھ منڈ موڑا)

ما فی الانام محمودہ کعموتی خیراً ولا کانا سنا اناسا

(جیسے چامیر ہے میں تمام مخلوق میں ویسے اچھے چچا کسی کے نہیں اور نہ جیسے لوگ ہم میں ہیں

ویسے اور کسی خاندان میں ہیں)

فرزند ان عبدالمطلب میں عباس، ابوطالب، حارث، الولید کی اولاد تو

چلی، اور اگرچہ حمزہ، المقوم، زبیر، اور مجل کی صلبی اولاد بھی تھی مگر سب کا خاتمہ

ہو گیا اور باقی جتنے تھے سب لاؤدر ہے،

نبی ہاشم میں کثرت تعدا و پہلے تو حارث بن عبدالمطلب کی اولاد میں ہی

بھر ابوطالب کی اولاد میں منتقل ہو گئی۔ لیکن آخر نبی عباس میں یہ کثرت

آگئی۔

# عبداللہ کا نکاح آمنہ سے

۵۸

## اُمّ البنی صلی اللہ علیہ وسلم

مسور بن مخزومہ اور ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین کہتے ہیں:  
 آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب اپنے چچا  
 وہیب بن عبد مناف بن زہرہ کی تربیت میں تھیں، عبدالمطلب بن ہاشم  
 بن عبد مناف بن قصی اپنے بیٹے عبداللہ (ابوالنبی صلی اللہ علیہ وسلم) کو  
 لے کے ان کے ہاں گئے اور عبداللہ کے لئے آمنہ بنت وہب کی خواستگاری  
 کی، چنانچہ نکاح ہو گیا۔

اسی مجلس میں خود اپنے لئے عبدالمطلب بن ہاشم نے وہیب کی بیٹی  
 ہالہ کی خواستگاری کی اور یہ نکاح بھی ہو گیا،  
 یہ دونوں عقد یعنی عبداللہ بن عبدالمطلب اور عبدالمطلب بن ہاشم کے  
 ازدواج ایک مجلس اور ایک ہی نشتر میں ہوئے۔

ہالہ بنت وہیب کے لطن سے عبدالمطلب کے حمزہ پیدا ہوئے جو  
 شب میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا مگر سن و عمر میں آنحضرت  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رضاعی بھائی تھے  
 محمد بن السائب اور ابوالعیاض الخثعمی کہتے ہیں:

عبداللہ بن عبدالمطلب نے جب آمنہ بنت وہب سے نکاح کیا  
 تو وہیں تین دن بسر کئے، ان لوگوں میں یہ قاعدہ تھا کہ نکاح کے بعد بیوی کے پاس

جاتے تو تین دن تک اسی کے گھر رہتے۔

## جس عورت نے عبداللہ پر اپنے آپ کو پیش کیا تھا

اس باب میں جو روایتیں اور خبریں ہم کو ملی ہیں ان میں اختلاف ہے، کوئی تو کہتا ہے کہ وہ عورت ورقہ بن نوفل کی بہن قتیلہ تھی، بنت نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قحطی، اور کوئی کہتا ہے فاطمہ بنت مرثد الخثعمیہ تھی۔ عروہ بن زبیر، محمد بن صفوان اور سعید بن محمد بن جبر کہتے ہیں: یہ عورت (جس نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب پر پیش کیا تھا) ورقہ بن نوفل کی بہن قتیلہ بن نوفل تھی، وہ دیکھ کے اپنے بڑے شوہر (پند کرتی تھی)۔ عبداللہ بن عبدالمطلب (ایک دن اتفاقاً) قتیلہ کے پاس سے گزرنے میں نے اپنی ذات سے انہیں متمتع حاصل کرنے کے لئے بلایا اور ان کا کنارہ دامن کر لیا، عبداللہ نے انکار کیا کہ مجھے واپس آجاتے دے وہاں سے جلدی جلدی نکل کے آمنہ بنت وہب کے پاس آئے اور ان سے ملے چنانچہ حمل ٹھہر گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کا بطن میں استقرار ہوا، بعد کو اس عورت کے پاس لوٹے تو اس کو منتظر پایا، پوچھا: تو نے مجھ پر جو پیش کیا تھا آیا اس پر راضی ہے؟ اس نے کہا:

یہ اصل میں ہے کانت منظر و تعارف، عیان کے لغوی معنی اپنی پسند سے زاودہ مشاہدہ کر لینے کے ہیں، لیکن محاورے میں اس کا وہی مفہوم ہے جو مذکور ہوا۔



نہیں، تو یہاں سے گزرا تھا تو تیرے چہرے میں ایک نور چمک رہا تھا، اب واپس آیا ہے تو وہ نور نثار ہوئے۔ بعض لوگ بجا کے اس کے یہ روایت کرتے ہیں کہ قتیلہ نے (عبداللہ سے) کہا: جس طرح گھوڑے کی پشانی چمکتی ہے اسی طرح جب تو یہاں سے گزرا تھا تو تیری دونوں آنکھوں کے درمیان چمک تھی، ایک تابندگی درخشانی تھی، اب جو واپس آیا ہے تو چہرے میں وہ بات نہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں:

جس عورت نے عبداللہ بن عبدالمطلب پر جو بات پیش کی تھی وہ ورقہ بن نوفل کی بہن اور خاندان اسد بن عبدالمطلب کی ایک عورت تھی۔ ابو الغیاض الحنفی کہتے ہیں:

عبداللہ بن عبدالمطلب قبیلہ خثعم کی ایک عورت کے پاس سے گزرے جسے فاطمہ بنت مرقہ کہتے تھے، یہ بہت ہی فونخیز و نوجوان و باعصمت و عقیف و پاکدامن عورت تھی اور اس نے کتابیں بھی پڑھی تھیں، نوجوانان قریش میں اس کے چرچے تھے، عبداللہ کے چہرے میں اس کو نور نبوت نظر آیا تو پوچھا:

تو کون ہے؟  
عبداللہ نے حقیقت بیان کی تو کہا: کیا تو مجھ سے متمتع ہونے پر راضی ہے؟ میں تجھے سوا دنٹ دوں گی۔  
عبداللہ نے اس کی طرف دیکھ کے کہا:

أَمَّا الْحَرَامُ فَالْمَمَاتُ دُونَهُ  
وَالْحِلُّ لِأَجْلِ فَاسْتَبَيْنَهُ  
رض حرام تو ممکن نہیں، بلکہ اس کے مرغان قبول ہے، اور حلال کی کوئی صورت نہیں کہ اس کی سبیل نکلے،  
فكيف بالامرا الذي تنوينك  
(پھر وہ امر کیونکر ہو جو تیرے عینت میں ہے)

عبداللہ اس کے بعد آمنہ بنت وہب کے پاس جا کے رہے پھر جو فاطمہ ختمتہ اور اس کے حسن و جمال کا خیال آیا کہ اُس نے ان پر کیا بات پیش کی تھی، تو اس کے پاس آئے، مگر اب کے مرتبہ اس کی وہ توجہ نہ دیکھی جو پہلی بار دیکھی تھی، پوچھا:

جو تو نے مجھ سے کہا تھا کیا اس پر اب بھی راضی ہے؟

فاطمہ نے جواب دیا،

قل كان ذلك مرثة فاليوم لا-

(وہ ایک مرتبہ کی بات تھی، اب نہیں ایہ قولہ اسی وقت سے ضرب مثل مشہور ہو گیا،

اس نے یہ بھی پوچھا،

میرے بعد تو نے کیا کیا؟

عبداللہ نے کہا،

میں اپنی بیوی آمنہ بنت وہب سے ملا،

اُس نے کہا: خدا کی قسم، میں ایسی عورت نہیں جس کے چال چلن میں

شک و شبہ کی گنجائش ہو، بات یہ ہے کہ میں نے دیکھا تیرے چہرے میں

نور نبوت چمک رہا ہے، چاہا تھا کہ یہ نور مجھ میں آجائے، مگر خدا نے نہ چاہا اور

اس نے وہیں اس کو منتقل کیا جہاں ہونا تھا،

فاطمہ نے عبداللہ پر جو پیش کیا تھا اور عبداللہ نے اُس سے انکلہ

کیا تھا جو انان قریش کو بھی اس کی خبر ملی، انہوں نے اس سے تذکرہ کیا تو

اس نے کہا:

أخى رأيت صخيدة عوذت فتلأ كأت بجناتم القطر

میں نے دیکھا کہ ایک گھٹا سنے ہے جو تیرہ وتار (یعنی بابرکت ابر باران سے روشن ہو گئی ہے)

فلما نهلها نور رضى لك ما حوله كاضاء لا الفجر

(اس کے پانی میں ایک ایسا نور ہے جس سے اس کے ارد گرد اسی طرح روشنی پورے  
ہے جس طرح صبح صادق کی روشنی ہوتی ہے)

ورأيتك شرفاً ابوعب  
ماكل قاج زندک یوری

(میں نے دیکھا کہ یہ ایک ایسی عزت ہے جو مجھے حاصل کرنی چاہئے۔ لیکن ہر شخص جو  
چقماق بھارتا ہے ضروری نہیں کہ وہ کامیاب ہی ہو)

للیمانہ رية سلبت  
ثوبيك ما استلبت وما تلبت

(قبیلہ بن زہرہ کی وہ خاتون کیسی خوش نصیب ہے جس نے اے عبداللہ تجھ سے  
یہ دولت حاصل کر لی اور تجھے خبر تک نہ ہوئی۔)  
اسی سلسلے میں اس نے یہ بھی کہا۔

بنی شام قد عادت من اذیکم  
امیدتہ اذ الیاء یعلمن

(اے بنی ہاشم تمہیں خبر بھی ہے تمہارے بھائی کا نور و ضوع چھوٹی سی آمنہ نے اُس سے  
لے لیا ہے)

کما عاد المصباح بعد الخبوا  
فقال حیدر مینت الہ باهان

(اس کی مثال ایسی ہے جس طرح چراغ کے بجھ جانے کے بعد تیاں اس کے روغن میں  
تر رہتی ہیں)

وما کل ما حیوی الفی من تلالک  
بجزہ و لامافات لا تلتوان

(انسان جو کسی متاع کمن پر حاوی ہو جائے تو یہ ہمیشہ اُس کے حزم و دوراندیشی کا نتیجہ  
نہیں سمجھنا چاہئے اور جو بات اُس سے رو گئی اس کو اس کی کتسی و غفلت ہی پھول کر نکالنا)

فاجل اذ طالبت اذ اذک  
سیکف کجذ ای صرعا



(جب تو کسی امر کا طلبگار ہو تو اس میں خوبی و خوش اسلوبی کو ملحوظ رکھ کر دو باہم آویز  
نصیبوں کے نتائج تجھے کفایت کریں گے)

سَيُفِيكَدَايِدُ مَقْصِلَةٌ ۖ وَ لَمَّا يَدُ مَبْسُوطَةٌ بَيْنَانِ  
(جو تمہیں بند ہے یا جو ہات کھلے ہو مے میں ان میں سے کوئی نہ کوئی تیرے لئے کافی ہوگا  
اور عنقریب کافی ہوگا)

www.KitaboSunnat.com

وَلَمَّا قَضَتْ مِنْهُ أَمِينَةٌ مَرَقِضًا ۖ مَبَا بَصِيرٍ عِنْدَهُ وَ كَلَّ لَسَانًا

(چھوٹی سی آمنہ نے جب اس سے فراغت حاصل کر لی تو پھر اس نوجوان کی جانب سے میری  
بصارت کند اور زبان گونگی ہو گئی یعنی اس واقعہ کے بعد اس کی طرف مجھ کو رغبت نہیں رہی)

الویزید مدنی کہتے ہیں:

مجھے خبر دی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبد اللہ  
قبیلہ خثعم کی ایک عورت کے پاس سے گزرے جس نے دیکھا کہ ان کی دونوں  
آنکھوں کے درمیان ایک ایسا نور تاباں ہے کہ اس کی چمک آسمان تک  
پہنچتی ہوئی ہے، یہ دیکھ کے اس نے عبد اللہ سے کہا:

هَلْ لَكَ فِي رَأْيَا تَوْجُّهٍ سَمْتَعِ اَطْعَانِي فِي رَاغِبٍ هِيَ

عبد اللہ نے کہا:

نَعُوْا حَتَّى اَرْصِيَ الْجَمْرَةَ رَاهًا ۚ لَمَّا فِي سَبِيْلِهِ رَمِيَّ جَمْرَاتٍ كَرِيْمًا

عبد اللہ نے یہ کہہ کے رمی جمرات کے مناسک ادا کئے، پھر اپنی  
بیوی آمنہ بنت وہب کے پاس گئے، پھر وہ خثعمیہ عورت یا د آئی تو  
وہاں پہنچے اس نے پوچھا:

هَلْ اَقْبَلْتِ اَمْرًا اَتَا لِعَدِي رَكِيَا مِرَّةً بَعْدَ تَوْكُسِي عَوْرَتِ  
کے پاس گیا ہے)

عبد اللہ نے کہا:

نَعَمْ اَمْرَاتِي اَمْنَةُ بِنْتُ وَهْبٍ رَاهًا ۚ اِنِّي يَوْمَئِذٍ اَمْنَةٌ

بنت وہب کے پاس)

خشمیہ نے کہا:

فلا حاجة لي فلك، اناك مررت وبين  
عيدتك نوتر ساطع الى السماء فلما وقعت عليها  
ذهبت، فاخبرها انها حملت خيرا هل لا ارض

(اب مجھے تیری ضرورت نہیں، تو جب یہاں سے گزرا تھا تو تیری  
دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور تابناک تھا، جب اس سے ملا تو  
وہ نور جاتا رہا، اس کو اطلاع دے دے کہ وہ بہترین اہل زمین کی حامل ہے)

## حل آمنہ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یزید بن عبد اللہ بن وہب بن زینعہ اپنی چھپی سے روایت کرتے  
ہیں کہ وہ کہتی تھیں:

ہم لوگ سنا کرتے تھے کہ آمنہ بنت وہب جب رسول اللہ صلی  
کی حامل ہوئیں تو وہ کہتی تھیں:

مجھے یہ محسوس ہی نہ ہوا کہ میں حامل ہوں، نہ ویسی گرائی کا احساس  
ہو جیسی عورتوں کو ہوا کرتی ہے، البتہ نئی بات ایام کی بندش تھی وہ  
بھی گاہے بند ہو جاتے گاہے عود کر آتے،

ایک مرتبہ میں سوتے جاگتے کے درمیانی حالت میں تھی کہ ایک  
آنے والے نے آ کے مجھ سے کہا:

تو نے محسوس بھی کیا کہ تو حامل ہے؟

میں نے گویا اس کا یہ جواب دیا:

میں کیا جانوں۔

اس نے کہا:

تو اس اُمت کے سردار اور پیغمبر کی حاملہ ہے اور یہ واقعہ یعنی استقرار حمل  
دو ششہ کو ہوا ہے،  
آمنہ کہتی ہیں کہ یہی بات تھی جس نے مجھ کو حمل کا یقین دلایا، پھر  
ایک زمانہ تک سکوت رہا، تا آنکہ ولادت کا وقت قریب آیا تو وہی پھر آیا  
اور اس نے کہا:

كَبَّ اَعْيَدُكَ بِالصَّدِّ الْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ كُلِّ سَيْدٍ  
دیں ہر ایک حاسد کے شر سے اس بچے کے لئے خدائے واحد و صمد سے

پناہ مانگتی ہوں)

آمنہ کہتی ہیں:

میں (اس تعلیم کے مطابق) یہی کہا کرتی تھی، عورتوں سے تذکرہ کیا تو  
انہوں نے کہا۔ اپنے دونوں بازوؤں اور گلے میں ایک لوہا لٹکالے، لوہا  
لٹکا تو لیا مگر یہ چند ہی روز لٹکا رہا، پھر میں نے اس کو کٹا ہوا پایا تو پھر نہ لٹکایا۔  
زہری کہتے ہیں:

آمنہ کہتی تھیں کہ میں حامل ہوئی تو وضع حمل تک کسی قسم کی مشقت

نہ پائی۔

اسحاق بن عبد اللہ کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کہتی تھیں کہ بارہا میں حامل ہوئی  
میرے لڑکے ہوئے، لیکن اس سے زیادہ بھیڑ بکریوں کا کوئی بچہ بھاری  
نہ رہا ہوگا۔

محمد بن عمر الاسلمی کہتے ہیں:

یہ قول یعنی اسحاق بن عبد اللہ کا بیان مذکور الصدر من جملہ ان باتوں  
کے ہے جو ہمارے نزدیک عجول ہیں اور اہل علم اس سے واقف نہیں،  
آمنہ بنت وہب اور عبد اللہ بن عبد المطلب کے بچہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے کوئی دوسرا لڑکا ہی نہ ہوا۔

ابو جعفر محمد بن علی کہتے ہیں: آمنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی



حاضر ہی تھیں کہ انھیں حکم ملا، احمد نام رکھنا۔

## عبداللہ کی وفات



محمد بن کعب اور ایوب بن عبدالرحمن بن ابی صعصعہ کہتے ہیں: قریش کے ایک تجارتی قافلے کے ساتھ کہ ملک شام میں تجارت کے لئے جا رہا تھا، عبداللہ بن عبدالمطلب بھی نکلے اور غزہ تک گئے، اہل قافلہ تجارت سے فارغ ہو کے واپس ہوئے تو مدینے سے گزرے، عبداللہ نے کہ اس وقت بیمار تھے کہا کہ میں اپنے ننھیال بنی عدی بن النجار کے لوگوں میں رہ جاتا ہوں، وہاں وہ ایک مہینے تک ٹھہرے، اور لوگ چلے گئے اور کہہ چکے، عبدالمطلب نے عبداللہ کی نسبت دریافت کیا تو کہا:

وہ بیمار تھے ہم انھیں ان کے ننھیال یعنی خاندان عدی ابن النجار میں چھوڑ آئے ہیں۔

عبدالمطلب نے اپنے بڑے بیٹے حارث کو بھیجا تو عبداللہ کی وفات پا چکے تھے اور نابالغ کے گھر میں دفن ہوئے تھے، نابالغ عدی بن النجار کے ایک فرد تھے اور ان کا گھر (جس میں عبداللہ دفن ہوئے) وہ ہے کہ جب تم اس محلے میں داخل ہو گے تو تمہارے بائیں جانب ایک چھوٹی سی عمارت بڑے گی یہ ننھیال والوں نے حارث سے عبداللہ کی بیماری، ان کی تمریض و تیمارداری کی کیفیت بیان کی اور کہا کہ ہم انھیں دفن کر چکے، حارث پتھر کے واپس آئے، عبدالمطلب کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو خود ان کو اور عبداللہ کے بھائی بن سب کو سخت صدمہ ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لہ یہ نشان جو منصف نے دیا ہے اسی زمانے کا ہے۔ اب تو محارب بنی عدی تک باقی نہ رہا۔

اس وقت بطن ماور میں تھے، عبداللہ نے پچیس برس کی عمر میں وفات پائی۔

محمد بن عمر الواقدی کہتے ہیں:  
عبداللہ بن عبدالمطلب کی وفات اور ان کی عمر کے متعلق متضبتی روایتیں  
ہیں ان سب میں صحیح ترین قول ہمارے نزدیک یہی ہے۔

زہری کہتے ہیں:  
عبداللہ بن عبدالمطلب نے عبداللہ کو مدینہ میں سوکھے چھوڑے لینے کو بھیجا تھا،  
مدینہ ہی میں وہ انتقال کر گئے۔

محمد بن عمر کہتے ہیں:  
ثابت ترین روایت پہلی روایت ہے۔  
ابو عبداللہ محمد بن سعد کہتے ہیں:  
عبداللہ کی وفات کی نسبت ہم سے ایک اور روایت بھی کی گئی ہے  
(اور وہ حسب ذیل ہے)

۶۲۔ شام نے اپنے والد محمد بن السائب اور عوانہ بن الحکم دونوں صاحبوں سے روایت کی ہے کہ  
عبداللہ بن عبدالمطلب نے اس وقت وفات پائی جب رسول اللہ صلی علیہ وسلم اٹھائیس (۲۹) مہینے  
کے ہو چکے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سات (۷) مہینے کے ہو چکے تھے۔  
محمد بن سعد کہتے ہیں:

ثابت ترین روایت پہلی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطن ماور  
ہی میں تھے کہ عبداللہ انتقال کر گئے۔

محمد بن عمر بن داقد الاسلمی کہتے ہیں:  
عبداللہ بن عبدالمطلب نے اُمّ ایمن کو پانچ ادرک اونٹوں کو  
اور بھیڑ کے ایک مختصر گلے کو، ترکہ میں چھوڑا جس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
وارث ہوئے، ادرک ان اونٹوں کو کہتے ہیں جن کی خوراک دخت اراک  
(بیلو) ہے۔ اُمّ ایمن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذیابہ گری نصیب ہوئی،  
ان کا نام برکتہ تھا،

آمنہ بنت وہب اپنے شوہر عبداللہ بن عبدالمطلب کے مرتبے میں کہتی ہیں:

عفا جانہ بطحاء میں ابن شہام و جاوحر لکن خارجی الخ

افزند ہاشم کی وفات کے باعث کنارہ بطحاء کا نام و نشان تک مٹ گیا نوحہ و بکا و گریہ و غوغا کے غیر متمیز شور میں باہر نکل کے وہ ایک لحد کا مجاور ہو گیا

دَعَا الْمَنِيَا دَعْوَةً فَاجَابَهَا وَمَاتَتْ فِي النَّاسِ ابْنِ هَاشِمٍ

موت نے اُسے دعوت دی اور اُس نے وہ دعوت قبول کر لی، انسانوں میں کسی ایک کو بھی موت نے ایسا نہ چھوڑا جو فرزند ہاشم جیسا ہوتا

عَشِيَّةَ رَاحُوا يَحْمِلُونَ رِيحًا تَعَاوَضًا وَفِي التَّرَاخِيمِ

شب میں اُس کا تابوت اٹھا کے لے چلے تو اس کے ساتھیوں نے انہوں میں تابوت کو دست بدست لے لیا

فَإِنَّكَ عَالَتُهُ الْمَنِيَا وَرَبِيهَا فَقَدْ كَانَ عَطَا كَثِيرًا لِلرَّاحِمِ

اگر وہ مر گیا تو کیا ہوا، اُس کے آثار خیر تو نہیں مرے، کیونکہ وہ نہایت دجہ فیاض اور بہت ہی رحم دل تھا

قد استراح اليراع من ترجمة القسم  
 الاوّل من الجزء الاوّل من كتاب الطبقات الكبير  
 صيحة ليلة أسرى بالنبي صلى الله عليه وسلم  
 الى المسجد الاقصى الذي بورك حوله، من  
 شهر ربيع سنة ۳۳۷ للهجرة، وبذلك قد تمت  
 الانباء المخصصة بها قبل مولد الانعمة الله  
 وبنعمته تتم الصالحات، وله الحمد من قبل



ومن بعد، وعليه إلتكال، وبإذ التوفيق  
ربنا تقبل منا إنك أنت الغفور الرحيم



## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي أرسل إلينا شاهداً ومبشراً  
ونذيراً، وداعياً إلى الله بأذنه وسراجاً منيراً،  
صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم  
تسليماً كثيراً

ربنا اهتنا الطراط المستقيم طراط الذين انعمت عليهم  
غير المغضوب عليهم ولا الضالين

## رسول الله صلى الله عليه وسلم کی ولادت

ابو جعفر محمد بن علیؑ کہتے ہیں: ماہ ربیع الاول کی دس شبیں گزر چکی تھیں کہ دو شنبہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، اصحاب قیل اس سے پہلے نصف ماہ محرم میں آچکے تھے، لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور واقعہ قیل کے درمیان پچھن شبیں گزر چکی تھیں۔ محمد بن عمر کہتے ہیں کہ ابو سرحبج المدنی کہا کرتے تھے:

ماہ ربیع الاول کی دوشبیں گزری تھیں کہ دوشنبہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں: تمہارے پیغمبر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) دوشنبہ کے دن پیدا ہوئے تھے۔

عبداللہ بن حلقمہ بن الفخرا، عبداللہ بن عباس، محمد بن کعب، عمران بن متاع، سعید بن جبیر، بنت ابی تجرأ، اور قیس بن فخرمہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے (یعنی جس سال اصحاب فیل کا واقعہ پیش آیا ہے کہ ابراہمہ نے کعبہ شریفہ زاد با اللہ شرفاً و تعظیماً پر خرطومانی کی ہے اسی سال آنحضرت صلوٰۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی)۔

ابن عباس کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفیل میں پیدا ہوئے یوم الفیل سے عام الفیل مراد ہے۔ زہری، محمد بن کعب القرظی، المنصور ابو جرہ، حجاب، ابن عباس، جن کی روایتیں باہم مخلوط ہوئی ہیں کہتے ہیں، کہ آمنہ بنت وہب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ) نے کہا:

میں اس بچے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باردار ہوئی تو وضع حمل تک میں نے کوئی مشقت محسوس نہ کی، مجھ سے جدا ہونے پر ایک ایسا نور ان کے ساتھ ہی نکلا کہ ماہین مشرق سے لے کے مغرب تک اس کی روشنی پھیل گئی، بعد کو اپنے دونوں ہاتھوں کے سہارے زمین پر آئے، تو ایک مشت خاک لے کے آسمان کی جانب سر اٹھایا،

بعض کہتے ہیں: زمین پر آئے تو اپنے دونوں زانوؤں پر جھکے ہوئے تھے، سر آسمان کی جانب بلند تھا، ان کے ساتھ ایک ایسا نور برآمد ہوا کہ شام کے محل و بازار روشن ہو گئے، حتیٰ کہ میں نے بصری میں اونٹوں کی گردنیں دیکھ لیں۔ اسحاق بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



کی والدہ نے کہا:

ان کے پیدا ہوتے ہی مجھ سے ایک ایسا نور برآمد ہوا کہ ملک شام کے قصر و ایوان اس سے روشن ہو گئے یا پیدا ہوئے تو پاک و صاف و طاہر و مطہر پیدا ہوئے جس طرح بھیٹر بکریوں کے بچے پیدا ہوتے ہیں کہ ان کے کچھ بھی آلائش نہیں ہوتی زمین پر آئے تو فرش خاک پر اپنے ہاتھ کے سہارے بیٹھے ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے متعلق ابن القبطی نے روایت کی کہ آنحضرت علیہ السلام کی والدہ کہتی تھیں:

میں نے دیکھا کہ گویا ایک شہاب مجھ سے نکلا ہے کہ زمین اس سے روشن ہو گئی ہے۔

عکرمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی والدہ سے پیدا ہوئے تو پتھر کے ایک گوندے کے نیچے اٹھیں لٹا دیا مگر گوند اپھوٹ گیا، میں نے دیکھا تو وہ آنکھیں پھاڑ کے آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے ابو احنینا کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میرے پیدا ہوتے وقت میری والدہ نے دیکھا کہ ان سے ایسا نور سماں ہے کہ بصری کے قصر و ایوان اس سے روشن ہو گئے ہیں۔

ابو امامتہ الباہلی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میری والدہ نے دیکھا کہ گویا ان سے ایک ایسا نور برآمد ہوا ہے جس سے شام کے قصر و ایوان روشن ہو گئے۔

حسان بن عطیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں اور دونوں زانوں پر ٹیک لگائے آسمان کی طرف ٹٹکی باندھے ہوئے تھے۔

عبداللہ بن عباس اپنے والد عباس بن عبدالمطلب سے روایت

۶۴

۱۔ پتھر کا گوند؛ اصل میں جڑوہ کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں قید زین الحجارة پتھر کی دیک۔

کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو نعتنہ شدہ ناف بریدہ تھے، عبد المطلب کو اس پر مسرت آمیز تعجب ہوا، ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر بڑھ گئی، اور انہوں نے کہا: میرے اس لڑکے کی ایک خاص شان ہوگی، چنانچہ فی الواقع آنحضرت کی خاص شان ہوئی:

یزید بن عبد اللہ بن زمرہ کی بہن کنتی تھیں۔ آمنہ بنت وہب کے بطن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو آمنہ نے عبد المطلب کو خبر کرائی، خوشخبری لانے والا ایسے وقت میں ان کے پاس پہنچا کہ وہ خجریں اپنے بیٹوں اور قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اطلاع دی کہ آمنہ کے لڑکا ہوا، عبد المطلب خوش ہوئے اور ان کے ساتھ جتنے لوگ تھے سب اٹھے آمنہ کے پاس آئے تو جو کچھ انہیں نظر آیا تھا، جو ان سے کہا گیا تھا، اور جس کا حکم ملا تھا، عبد المطلب کو سب کچھ سنا دیا، عبد المطلب آنحضرت کو لیے ہوئے کعبہ میں آئے، وہاں کھڑے ہو کے خدا سے دعا کی اور خدا نے یہ جو نعمت بخشی اس کا شکرت کرتے رہے۔

محمد بن عمر الاسلمی کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ اس دن عبد المطلب نے یہ کہا تھا۔

الحمد لله الذي اعطاني هذا الغلام الطيب الابرار  
ہر طرح اور ہر قسم کی حمد و ثنا اس خدا کے لئے ہے جس نے مجھے یہ پاک لڑکا عینیت فرمایا۔

قل صدق الله على الغلما  
اعين بالله ذي الاركان  
یہ وہ لڑکا ہے کہ گموار ہے ہی میں تمام لڑکوں پر سردار ہو گیا، میں اس کو اللہ تعالیٰ

لے (مجزر: وہ مقام جس پر طیم شامل ہے جو شمالی جانب سے خاد کعبہ کو محیط ہے)۔

کی پناہ میں دیتا ہوں اور اس کے لئے خدا سے پناہ مانگتا ہوں)

حَتَّىٰ اسْرَايَا لَعْلَجَ الْبَنِيَانِ      اَعْيَدُ لَا مَشْرَدٍ مَشْتَانِ

(میری خواہش ہے کہ اس کو تابہ بنیادرسیدہ دیکھوں، میں اس کے نسبت بغض رکھنے والوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔)

من حاسدٍ مضطرب العنان

(میں اس حاسد سے پناہ مانگتا ہوں جو مضطرب العنان ہو، یعنی ایک روش پر اسے قرار نہ رہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام

عظیمہ کے آزاد غلام سہل مرس کے نصرانی تھے اور انھیں بڑھا کرتے تھے، ان کا بیان ہے کہ انجیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت موجود ہے کہ وہ اسماعیل کے خاندان سے ہوں گے اور ان کا نام احمد ہوگا ابو جعفر محمد بن علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز بطن مادر ہی میں تھے کہ آمنہ کو حکم ہوا: ان کا نام احمد رکھنا۔

محمد بن علی ایضی بن الحنفیہ سے روایت ہے کہ انھوں نے علی بن ابی طالب علیہ السلام کو یہ کہتے سنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: میرا نام احمد رکھا گیا۔  
جبرئیل بن مطعم کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا:



میں محمد ہوں، احمد ہوں، حاشر ہوں، ماجی ہوں، خاتم ہوں، عاقب ہوں۔  
 حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کی ایک گلی میں  
 یہ کہتے ہوئے سنا: احمد ہوں، حاشر ہوں، متقنی ہوں، نبی رحمت ہوں،  
 ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں:  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے نام بتائے جن میں سے بعض نام  
 ہم نے یاد کر لئے، آپ نے فرمایا تھا:  
 میں محمد ہوں، احمد ہوں، متقنی ہوں، حاشر ہوں، نبی رحمت ہوں، نبی توبہ ہوں،  
 نبی لمحہ ہوں۔

مجاہد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
 میں محمد ہوں، احمد ہوں، رسول رحمت ہوں، رسول لمحہ ہوں، متقنی  
 ہوں، حاشر ہوں، بہاد کے لیے مبعوث ہوا ہوں، زراعت کے لیے مبعوث  
 نہیں ہوا ہوں۔  
 جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فرمایا:

میرے پانچ نام ہیں۔

(۱) میں محمد ہوں

(۲) احمد ہوں

(۳) ماجی ہوں، کہ اللہ تعالیٰ میرے باعث کفر کو مٹاتا ہے۔

(۴) حاشر ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر محسور ہوں گے۔

لہذا حاشر وہ پیغمبر جو قرب قیامت کے زمانہ میں مبعوث ہو۔ ماجی جس کی بدولت گناہ مٹ جائیں  
 خاتم، خاتم النبیین۔ عاقب جس کی بعثت تمام پیغمبروں کے بعد ہوئی ہو۔  
 متقنی جس کا زمانہ تمام پیغمبروں کے بعد آئے۔  
 نبی لمحہ وہ پیغمبر جو قرب قیامت کے ایام فتنہ و فساد کے کچھ ہی دنوں پیشتر مبعوث ہو۔

(۵) اور میں عاقب ہوں۔  
جبیر بن مطعم سے دوسری روایت بھی اسی طرح ہے، مگر اس میں  
یہ لفظ زائد ہے:

میں وہ عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔  
نافع بن جبیر سے روایت ہے کہ وہ عبد الملک بن مروان کے پاس  
گئے تو عبد الملک نے ان سے پوچھا:  
تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ناموں کا شمار معلوم ہے  
جن کو جبیر یعنی ابن مطعم گنا کرتے تھے؟  
نافع نے کہا:

ہاں وہ چھ نام ہیں

(۱) محمد

(۲) احمد

(۳) خاتم

(۴) حاشر

(۵) عاقب

(۶) ماجی

حاشر اس لئے کہ آنحضرت تم سب کو (خدا کے خوف سے) ڈرانے  
کے لئے عذاب شدید کے روہر و قیامت کے ساتھ ساتھ مبعوث ہوئے۔  
عاقب اس لیے کہ پیغمبروں کے بعد آئے۔

ماجی اس لئے کہ جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا، اللہ تعالیٰ نے  
ان کے گناہ آنحضرت کے طفیل میں محو کر دیے۔

ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
اے بندگانِ خدا، دیکھو۔ ان لوگوں کے دشنام و لعنت کو اللہ تعالیٰ  
تمھاری طرف سے کیونکر پلٹ دیتا ہے۔

ان لوگوں سے آنحضرت کی مراد قریش کے لوگ تھے۔ سامعین نے عرض کی:

(۶۶)

کیف یا رسول اللہ (یا رسول اللہ، وہ کیوں کر؟)

فرمایا:

يَشْتَمُونَ مَدَّ مَمَّا وَيَلْعَنُونَ مَدَّ مَمَّا وَاَنَا مُحَمَّدٌ (وہ مذم کو گایا دیتے ہیں، مذم پر لعنت کرتے ہیں حال آن کہ میں مذم نہیں ہوں، میں تو محمد ہوں۔)

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت

ابو ہریرہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے نام پر نام رکھو مگر میری کنیت پر کنیت نہ رکھو، کیوں کہ میں ہی ابوالقاسم ہوں۔

ابو ہریرہ سے (یہ دوسری) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میرے نام اور کنیت، دونوں کو جمع نہ کرو یعنی ایسا نہ کرو کہ کسی کا نام رکھو تو میرا ہی نام رکھو اور کنیت رکھو تو وہ بھی میری ہی کنیت ہو، آیات تک مضائقہ نہیں، مگر دونوں کا اجتماع نا مناسب ہے، میں ابوالقاسم ہوں اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔

ابو ہریرہ کی ایک اور روایت میں، مخلوف ابی القاسم کے الفاظ ہیں کہ اس سے بھی آنحضرت ہی مراد ہیں۔

انس بن مالک سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بفتح میں تھے کہ ایک شخص نے آواز دی

۱۔ (مذم: مذموم و نکو، سیدہ سیرت۔ محمدؐ: ستودہ خصال)  
۲۔ (مخلوف: حلف کردہ، خدا کی قسم)



یا ایہ القاسم، اس آواز پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طعنت ہوئے تو اس نے کہا، میں نے آپ کو آواز نہیں دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا۔

سہوا یا سہی ولا تکتوا بکینتی (میرے نام پر نام تو رکھو مگر میری کنیت پر کنیت نہ رکھو) جابر کہتے ہیں:

ایک انصاری کے لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس نے محمد رکھا، انصار اس پر غضبناک ہوئے اور کہا:

یہ نام اس وقت رکھا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم اجازت حاصل کر لیں۔ آنحضرت سے تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا:

انصار نے اچھا کیا۔ پھر ارشاد ہوا: میرا نام رکھو، میری کنیت نہ رکھو، کیونکہ فقط میں ہی ابو القاسم ہوں کہ تمہارے درمیان (خدا کی نعمتیں) تقسیم کرتا ہوں۔

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے: ایک انصاری نے اپنی کنیت ابو القاسم رکھی، انصار نے اس پر کہا:

جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب میں ہم دریا نہ کر لیں تجھے اس کنیت سے مخاطب نہ کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: میرا نام رکھو میری کنیت نہ رکھو۔

سعید کہتے ہیں: فتاویٰ اس امر کو کہ وہ سمجھتے تھے کہ کوئی شخص اپنی کنیت ابو القاسم رکھے، خواہ اس کا نام محمد نہ ہو۔

عبدالرحمن بن ابی عمرۃ الانصاری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میرا نام اور میری کنیت جمع نہ کرو۔  
ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا:  
میرا نام نہ رکھو، میری کنیت رکھو۔ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت نے اس  
بات کی حماقت فرمائی کہ نام اور کنیت دونوں جمع ہوں۔

ابو ہریرہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
میرے نام اور میری کنیت کو جمع نہ کرو۔

مجاہد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
میرا نام رکھو، میری کنیت نہ رکھو۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کا حسین شرح حال ہوا

### آنحضرت کے رضاعی بھائی بہن

بڑھ بنت تجرہ کہتی ہیں:  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے پہل ثویبہ نے اپنے ایک لڑکے  
کے ساتھ دو دھ پلایا جسے مشروح کہتے آتھے، یہ واقعہ حلیمہ کی آمد سے قبل  
کا ہے، ثویبہ نے اس سے پہلے حمزہ بن عبدالمطلب کو دو دھ پلایا تھا، اور  
اس کے بعد ابوسلمہ بن عبدالاسد المخزومی کو دو دھ پلایا۔

ابن عباس کہتے ہیں:  
ثویبہ نے کہ ابولہب کی لونڈی تھیں، حلیمہ کی آمد سے پیشتر، رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کو چند روز دو دھ پلایا تھا، اور آپ ہی کے ساتھ ابوسلمہ

بن عبد الاسد کو بھی دو وہ پلائی تھیں، لہذا ابوسلمہ آپ کے دو وہ شہرہ یک  
بجائی تھے۔

عروہ بن الزبیر سے روایت ہے کہ توبیہ کو ابولہب نے آزاد  
کر دیا تھا اور اسی وجہ سے اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو وہ  
پلایا تھا، ابولہب کے مرنے پر بعض لوگوں نے اس کو بدترین حالت میں  
خواب میں دیکھا تو پوچھا:  
کہو کیا گزری؟

ابولہب نے کہا:

تمہارے بعد میں کوئی آسائش نہ ملی، البتہ میں توبیہ کو آزاد کرنے کے  
باعث اس میں سیراب ہوا۔ ابولہب نے اس میں، کہا تو انگوٹھے اور اس  
کے بعد کی انگلیوں کے پوروں کے درمیان اشارہ کیا تھا۔

محمد بن عمر کئی اہل علم سے روایت کرتے ہیں جو کہتے تھے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میں توبیہ کی خبر گیری فرماتے تھے، حدیجہ بھی توبیہ کی  
بزرگ داشت کریں توبیہ ان دنوں آزاد تھیں ان کی آزادی کی عرض سے حدیجہ  
نے ابولہب سے درخواست کی کہ ان کے ہاتھ فروخت کر دیں کہ آزاد  
کر دی جائیں، مگر ابولہب نے انکار کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
جب مدینہ میں ہجرت کی تو ابولہب نے توبیہ کو آزاد کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ  
(۶۸)  
علیہ وسلم وہاں سے بھی توبیہ کو صلے بھجواتے اور کپڑے دیتے، تا آن کہ  
غزوہ خیبر سے واپس آتے وقت سہ ماہ میں خبر ملی کہ توبیہ انتقال کر گئیں،  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

توبیہ کے بیٹے مسروق نے کیا کیا؟

کہا گیا:

وہ توبیہ سے پہلے ہی مر چکے تھے، ان کی قرابت میں بھی کوئی باقی نہیں  
تاسم بن عباس الانصاری کہتے ہیں:

ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توبیہ کا حال دریافت



فرمایا کرتے اور ان کے لئے صلے اور کپڑے بھیجا کرتے، حتیٰ کہ ان کی وفات کی خبر آئی تو استفسار فرمایا:

ان کی قرابت میں کون باقی ہے؟ لوگوں نے کہا:  
کوئی نہیں۔

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: حمزہ بن عبد المطلب میرے رضاعی بھائی ہیں۔

ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں:

حمزہ بن عبد المطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ شریک بھائی تھے، آنحضرت کو بھی اور انھیں بھی ایک عربیہ نے دودھ پلایا تھا، قبیلہ بنی سعد بنی بکر کے لوگوں میں حمزہ کے دودھ پلانے کا انتظام تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنی (دودھ پلانے والی) ماں حلیمہ کے پاس تھے کہ حمزہ کی والدہ نے آنحضرت کو اپنا دودھ پلایا تھا۔

ام سلمہ زوجہ انبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی:

یا رسول اللہ! اب حمزہ کی لڑکی کی جانب سے کہاں (بھولے ہوئے) ہیں؟ یا آپ سے یہ کہا گیا:

حمزہ کی لڑکی کو آپ کیوں نہیں پیغام دیتے؟  
آنحضرت نے فرمایا:

رضاعت کی حیثیت سے حمزہ میرے بھائی ہیں۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ حمزہ کی بیٹی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواہش کی گئی تو فرمایا:

وہ مجھ پر حلال نہیں، وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے، جو نسب سے حرام وہ رضاعت سے بھی حرام ہے۔

علی بن ابی طالب علیہ السلام کہتے ہیں کہ حمزہ کی لڑکی کی نسبت میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی اور ان کے حسن و جمال کا بھی تذکرہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ازروءے رضاعت وہ میرے بھائی کی لڑکی ہے، کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو نسب سے حرام کیا ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہے۔

محمد بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو صالح کو علی (ابن ابی طالب) سے روایت کرتے سنا کہ وہ کہتے تھے:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حمزہ کی لڑکی کے لئے تذکرہ کیا تو فرمایا:

وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے۔

عراق بن مالک سے روایت ہے کہ زینب بنت ابی سلمہ نے ان کو خبر دیا کہ ام جمیعہ (ام المؤمنین) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی:

ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ آپ ذرۃ بنت ابی سلمہ سے نکاح کرنے والے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَعْلَىٰ أَسْلَمَةٍ (کیا ام سلمہ پر؟) پھر فرمایا:

لَوَاقِي لَمَوَانِكِحِ أَسْلَمَةٍ مَا حَلَّتْ لِي، أَنْ أَبَاهَا  
اخْتِي مِنَ الرِّضَاعَةِ (میں اگر ام سلمہ سے نکاح نہ بھی کیے ہوتا تو بھی ذرۃ بنت ابی سلمہ میرے واسطے حلال نہ ہوتی، ازروءے رضاعت اس کا باپ تو میرا بھائی ہے)

## حلیۃ سعیدیہ



یہ بچی بن یزید السعدی کہتے ہیں:

میں نے بنو سعد بن بکر کی بی بی سعیدیہ سے قبیلہ بنو سعد بن بکر کی بی بی سعیدیہ سے

آئیں، سب کو تو بچے مل گئے، ایک باقی رہیں تو حلیمہ باقی رہیں۔  
 حلیمہ بنت عبدالمطلب بن الحارث بن شیبہ بن جابر بن ازارم  
 بن ناصرة بن قصیة بن نصر بن سعد بن بكر بن هوازن بن منصور  
 بن بكر بن کنانة بن قصیة بن قیس بن عیلان بن مضر۔  
 حلیمہ کے ساتھ ان کے شوہر حارث بھی تھے، ابن عبدالمطلب بن  
 رفاعہ بن بلان بن ناصرة بن قصیة بن نصر بن سعد بن بكر بن هوازن۔  
 حارث کی کنیت ابو ذؤیب تھی، حلیمہ کے لڑکے عبد اللہ انھیں کے  
 صلب سے تھے اور منور شہر خوار تھے۔

حارث کی دو لڑکیاں بھی تھیں، انیسہ بنت الحارث اور جدانہ  
 بنت الحارث، جدانہ کا لقب شیبا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو وہی گود میں لیے رہیں اور اپنی ماں کے ساتھ آنحضرت کو کھلایا کرتیں۔  
 حلیمہ پر آنحضرت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی رضاعت پیش کی گئی تو  
 کہنے لگیں:

يَتِيمٌ وَلَا مَالَ لَهُ وَمَاعَسَتْ أُمَّهُ أَنْ تَفْعَلَ

دیتیم، بے مال و منال، ان کی ماں کیا کر لیتی،

تقبیلے کی تمام عورتیں حلیمہ کو چھوڑ کے چلی گئیں تو حلیمہ نے اپنے شوہر سے کہا  
 تیری کیا رائے ہے؟ میری ساتھ والیاں تو چلی گئیں اور یکے میں دو وہ  
 پلانے کے لئے بجز اس تیم بچے کے اور کوئی تمہیں، اگر ہم اسے لے لیں  
 تو کیا؟ کیونکہ مجھے یہ برا معلوم ہوتا ہے کہ بچے کے لئے گھر واپس جائیں۔  
 شوہر نے جواب دیا:

اُس کو لے لے، شاید اللہ تعالیٰ اسی میں ہمارے لیے بہتری کرے۔  
 حلیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کے پاس آئیں ان سے  
 لے کے آنحضرت کو اپنے آغوش میں لیا تو دونوں چھاتیوں اس قدر

لے (شیبا، وہ عورت جس کے جسم پر رو رہے تھیں)



بجھ آئیں کہ اب ان سے دو دودھ پیکھا کہ تب پیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسودہ ہونے کے دو دودھ پیا اور آپ کے دو دودھ شریک نے بھی پیا جس کی پہلے یہ حالت تھی کہ بھوک کے مارے ہوتا نہ تھا۔

آنحضرت کی والدہ نے (حلیمہ سے) کہا:

مہربان اور شریف دائمی۔ اپنے بچے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے خیر وار رہنا کیوں کہ عن قریب اس کی ایک خاص شان ہوگی۔ آمنہ نے آنحضرت کی ولادت کے وقت جو کچھ دیکھا تھا اور اس مولود کی نسبت جو ان سے کہا گیا تھا، حلیمہ کو سب کچھ بتا دیا اور یہ بھی کہا: مجھ سے (متواتر) تین شب کہا گیا کہ اپنے بچے کو اولاد قبیلہ بنی سعد بن بکر میں، پھر آل ابو ذویب میں دو دودھ پلوانا۔

حلیمہ نے کہا:

یہ بچہ جو میری گود میں ہے اسی کا باپ ابو ذویب میرا شوہر ہے۔ غرض کہ حلیمہ کی طبیعت خوش ہو گئی اور ان سب کوششوں کے خوشی خوشی آنحضرت کو لئے ہوئے اپنی فروگاہ پر پہنچیں، گدھی پر اسباب رکھا وہ رکھا اور حلیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے آگے لئے ہوئے بیٹھ گئیں، حارث ان کے آگے بیٹھے، چلتے چلتے وادی التمر میں پہنچے، ساتھ والیوں سے ملاقات ہوئی جو شاداں و مسرور تھیں اور حلیمہ و حارث کوشش کر رہے تھے کہ ان کے برابر آجائیں۔

حلیمہ سے ان عورتوں نے پوچھا:

کیا کیا؟

جواب دیا:

اخذت واللہ خیر مولود من ایتہ قط و اعظم ہم بركة (خدا کی قسم جتنے

(۷۰)

بچے میں نے دیکھے ہیں ان سب میں بہترین مولود و بزرگترین برکت والے کو میں نے لیا ہے) عورتوں نے کہا۔

کیا وہ عید المطلب کا لڑکا؟

حلیمہ نے کہا:

ہاں - طیبہ کہتی ہیں:  
ہم نے اس منزل سے کوچ بھی نہ کیا تھا کہ دیکھا بعض عورتوں میں حسد  
نمایاں ہے۔  
محمد بن عمر کہتے ہیں بعض لوگوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کو حلیمہ اپنے گھر لے کے چلیں تو آمنہ بنت وہب نے کہا:

أَعِيدَ لَهٗ بِاللَّهِ ذِي الْجَلَالِ مَشْرُوقًا عَلَى الْجِبَالِ

(جسم پر جو شمر گزرتے ہیں، جو بدی و خسرانی و خستگی لاحق ہوتی ہے، جو آفات و امراض  
پیش آتے ہیں، ان سب سے میں اس بچے کو خدائے ذوالجلال کی پناہ میں دیتی  
ہوں اور اس کے لئے خدا سے پناہ مانگتی ہوں)

حَتَّىٰ لَمَّا حَالَ الْحِلَالِ وَيَفْعَلُ الْعُرْفُ إِلَى الْمَوَالِي

دیں اس وقت تک کے لئے اس کو خدا کی پناہ میں دیتی ہوں کہ اسے احرام  
کا حال اور غلاموں کے ساتھ نیکی کرتے دیکھ لوں)

وغيرهم من جنوة الرجال

(اور صرف غلاموں ہی کے ساتھ نہیں بلکہ میں یہ بھی دیکھوں کہ ان کے علاوہ  
دوسرے ادنیٰ درجے کے لوگوں کے ساتھ بھی وہ نیکیاں کر رہا ہے)

۱۵ (اس نظم کے دوسرے مصرع میں لفظ جبال، بوزن خیال، آیا ہے،  
جبال کے معنی جسم کے ہیں، معاوڑہ عرب میں کہتے تھے:  
هو عظیم الجبال یعنی وہ شخص بڑے جسم و جثہ، اکلے ٹھٹے  
کا تناور و تنومند آدمی ہے، آخری مصرع میں جنوة، وارد ہے جس کے معنی ارادل  
کے ہیں، یعنی کم پایہ انصار)

## شق صدر

محمد بن عمر اپنے اصحاب سے روایت کرتے ہیں:  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو برس تک قبیلہ بنی سعد میں رہے  
دو دو چھڑا گیا ہے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آپ چار برس کے میں آنحضرت  
کی والدہ سے ملنے کے لئے آپ کو لے کے چلے، حلیمہ نے ان سے آنحضرت  
کے حالات بیان کئے اور آپ کی برکت سے جو دیکھا تھا اس کی کیفیت سنائی،  
آمنہ نے کہا:

میرے بچے کو واپس لے جائیں اس کی نسبت کہتے کی وبا سے ڈرتی  
ہوں خدا کی قسم، اس کی ایک خاص شان ہوگی،

چنانچہ حلیمہ آنحضرت سلام اللہ علیہ کو واپس لے گئیں،  
آنحضرت جب چار برس کے ہوئے تو اپنے بھائی بہنوں کے ساتھ  
نکل جاتے تھے، یہ جگہ محلہ کے قریب ہی تھی، اور یہاں چار پائے رہتے  
تھے، اسی مقام پر دو فرشتوں نے آگے آنحضرت کا شکم چیر کر ایک سیاہ  
نقطہ نکال کے اس کو پھینک دیا اور سونے کے ایک ٹشت میں رکھ کے  
برفاب سے شکم کو دھویا، امت کے ایک ہزار آدمیوں کے ہم سنگ کر کے  
آپ کو تولا تو آپ ہی بھاری ٹھیرے، ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا:

دَعَا فَلَوزن بامتد کلھا لوزنہم رجائے دو، اگر  
تمام امت کے ساتھ وزن کرو گے تب بھی آپ ہی کا پلہ گراں ہوگا،

آنحضرت کے بھائی جینے چلائے اپنی ماں کے پاس پہنچے کہ  
اَدْرِکِی اِسْحٰی الْقُرَشِیِّ (میرے قریشی بھائی کی خبر لے)۔  
حلیمہ مع اپنے شوہر کے دوڑتی ہوئی نکلیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کو ایسی حالت میں پایا کہ آپ کا رنگ اڑا ہوا تھا، آمنہ کے پاس آنحضرت



کو لے کے پہنچیں اور کیفیت سنا کے کہا: اِنَّا لَا نَرِدُّكَ اِلَّا عَلٰی جِذَاعِ  
اَنْفِئَارِهِمْ اِس بچے کو یوں واپس نہیں کرتے، اپنی ناک کٹا کے واپس کرنے پر مجبور  
ہوئے ہیں)

مگر مراجعت کے وقت آنحضرت کو پھر لیتی آئیں اور ایک سال یا اسی کے  
قریب قریب آنحضرت (واقعہ شق صدر کے بعد) حلیمہ ہی کے پاس رہے  
کہ اب آپ کو وہ کہیں دور جانے نہ دیتیں،  
کچھ دن گزرے تھے کہ حلیمہ نے دیکھا، ایک ابرا آنحضرت پر سیاہی پتر  
ہے، جب آپ ٹھہر جاتے ہیں تو وہ بھی ٹھہر جاتا ہے، اور چلتے ہیں تو وہ  
بھی چلتا ہے، حلیمہ اس بات سے بھی ڈریں، اور آنحضرت کو لے کے چلیں کہ  
آپ کو آپ کی والدہ کے سپرد کریں، اس وقت آپ پانچ برس کے تھے  
دوہاں سے لے کے چلیں تو کتے کے قریب پہنچی تھیں کہ، توگوں کے مجمع میں  
آپ کو گم کر دیا تلاش کیا اور نہ پایا تو آ کے عبدالمطلب کو خبر دی، عبدالمطلب  
نے چھی جستجو کی انھیں بھی نہ ملے تو کعبے کے پاس آ کے وہ کھڑے ہو گئے اور  
کہنے لگے:

لَا هُمْ اِذْ رَاكَ بِمُحَمَّدٍ اِدَّءُ اِلٰی وَاَصْطَنَعُ عِنْدَكَ  
رِیَا اللہ میرے شہسوار محمد کو مجھے دے دے، آئے مجھ کو دیدے، میرے پاس  
بھیج دے، اور اس عنایت کی بدولت مجھ پر اپنا فضل و کرم کر

اِنَّ الَّذِیْ جَعَلْتَهُ عَصَا لَیْبَعِدَنَّ الرَّحْمٰنُ عِبَادًا  
رِیَا اللہ تو ہی نے اس لڑکے کو میرا بازو بنایا ہے، یا اللہ ایسا نہ ہو کہ زمان اس کو دور  
کر دے تو پھر یہ دور ہی ہو جائے گا)

اِنَّ الَّذِیْ سَمَّیْتَهُ مُحَمَّدًا

(تو ہی نے تو اس کا نام محمد رکھا ہے اور اس ستودگی اور ستائش سے مومنوم کیا ہے)

کنڈیر بن سعید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے:  
میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ ایک شخص نظر آیا جو کہہ رہا تھا:

سرت

(اے میرے پروردگار)

(۷۱)

رَدِّ اِلَى رَا حَبْنِي مُحَمَّدًا مَرَّةً اِلَى قِوَا صُنْعِ عِنْدَ اِيْدَا

د محمد کو مجھے واپس کر دے، اُسے میرے پاس واپس کر دے اور اس طرح میرے  
حق میں عنایت کر

میں نے کہا: یہ کون ہے؟  
لوگوں نے جواب دیا:

عبدالطلب بن ہاشم ہیں اپنے اونٹوں کی تلاش میں اپنے ایک فرزند زاوے کو بھیجتا تھا، اور  
اس لڑکے کی بیبرکت ہے کہ جس کام میں اس کو بھیجا وہ ضرور کامیاب ہو کے واپس آیا،  
سعید کہتے ہیں کہ ہم لوگ کچھ ہی دیر ٹھہرے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم آگئے، عبدالطلب نے آنحضرت کو گلے سے لگالیا اور کہا:  
اب میں تجھے کسی ضرورت کے لئے نہ بھیجوں گا۔

ابن القبطیہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت  
قبیلہ بنی سعد بن بکر میں ہوئی۔

## واقعیہ یہود

اسحاق بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو  
جب آنحضرت کی والدہ نے دودھ پلانے کے لئے (حلیمہ سعدیہ کے سپرد  
کیا تو یہ بھی کہا کہ میرے بچے کی حفاظت کرتی رہنا، اسی کے ساتھ وہ تمام باتیں  
بھی حلیمہ کو بتادیں جو آنحضرت کے متعلق انہوں نے دیکھی تھیں،

کچھ روز گزرے تھے کہ حلیمہ کے پاس یہودیوں کا گزر ہوا جن سے حلیمہ نے کہا:

میرے اس بچے کی نسبت تم مجھے کچھ باتیں نہیں بناتے، بیشک تم میں رہا اس طرح رہا، پیدا ہوا تو یوں پیدا ہوا اور میں نے یہ یہ کچھ اس کی نسبت دیکھا ہے، غرض کہ آنحضرتؐ کی والدہ نے جو باتیں بتانی تھیں سب کہیں،

ایک یہودی نے ان میں سے کہا:

اقتلوا (اسے قتل کر ڈالو)۔

دوسروں نے پوچھا:

ایتیم ہوا (کیا یہ بچہ یتیم ہے؟)۔

حلیمہ نے کہا:

نہیں، یہ (اپنے شوہر کی طرف اشارہ کر کے) اس کا باپ ہے اور میں

اس کی ماں ہوں،

سب نے کہا:

لو کان یتیمًا قتلنا لا (اگر یہ بچہ یتیم ہوتا تو ہم اس کو قتل

کر دالتے)۔

جب یہ واقعہ پیش آیا تو حلیمہؓ آنحضرتؐ کو لے کے چلی گئیں اور کہنے لگیں:

قریب تھا کہ میں اپنی امانت ہی کو ضائع و خراب کر چکی تھی،

اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دو دو

شریک بھائی تھے جو آنحضرتؐ سے کہنے لگے:

اقربى اناذ یكون بعثت دکیا آپ کی رائے میں پیغمبری و

بعثت ہونے والی ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اما والذی نفسی بیدک لا اخذت بیدک یوم القیامۃ

ولا عرفناک (تم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ قیامت

کے دن میں تیرا ہاتھ پکڑ لوں گا اور تجھے پہچان لوں گا)۔



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد جب یہ صاحب ایمان لائے تو بیٹھ کے رویا کرتے تھے اور کہتے تھے: اِنَّمَا اَسْرَجُوْا اَنْ يَّاخُذَ النَّبِيُّ عَلِيًّا وَالسَّلَامُ بِيَدِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَاجْمَعُوْا (مجھے تو صرف اتنی امید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن میرا ہاتھ پکڑ لیں گے تو میری نجات ہو جائیگی)۔

## پاس رضاعت

سیحی بن زید السعدی کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم سب میں زیادہ فصیح میں ہوں۔ اس لئے کہ میں قریش سے ہوں اور میری زبان بنی سعد بن بکر کی زبان ہے (جو فصحاء عرب مشہور تھے)۔

اسامہ بن زید اللیثی قبیلہ بنی سعد کے ایک بزرگ سے روایت کرتے ہیں کہ حلیمہ بنت عبد اللہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کے پیچھے، یہ وہ زمانہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ سے نکاح کر چکے تھے، حلیمہ نے آنحضرت سے قحط و گرانی اور مویشی کے ہلاک ہو جانے کی شکایت کی، آنحضرت نے خدیجہ سے اس باب میں گفتگو کی تو انھوں نے حلیمہ کو چالیس بکریاں دیں اور سواری کے لئے ایک اونٹ عنایت کیا جو سامان و متاع سے لدا ہوا تھا، حلیمہ یہ سب لے کے اپنے اہل و عیال میں واپس گئیں۔

محمد بن المنکدر کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایک عورت نے، کہ آنحضرت کو دودھ پلایا تھا، آنے کی اجازت طلب کی، جب یہ خاتون حاضر ہوئی تو آنحضرت نے فرمایا:

میری ماں، میری ماں، اپنی چادر لے کے اُن کے لئے بچھا دی  
جس پر وہ بیٹھیں۔

عمر بن سعد کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ آنحضرت کے پاس آئیں تو  
آپ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھا دی، ان کے کپڑوں کے اندر  
اپنا ہاتھ لے جا کے ان کے سینے پر رکھا اور جو ضرورت ان کی تھی پوری کر دی،  
ابو بکرؓ کے پاس آئیں تو انھوں نے بھی اپنی چادر بچھا دی اور کہا:  
مجھے اجازت دیجئے کہ باہر سے اپنا ہاتھ آپ کے کپڑوں تک  
لے جاؤں۔ اس کے بعد ان کی ضرورت پوری کر دی، بعد کو عمرؓ کے پاس  
آئیں تو انھوں نے بھی یہی کیا۔

## وقد ہوازن



زہری، عبد اللہ بن جعفر، اور ابن ابی سبرہ وغیر ہم کہتے ہیں:  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگاہ میں قبیلہ ہوازن کا وفد  
بمقام جعرا نہ پیش ہوا جب کہ آنحضرتؐ مال غنیمت تقسیم کر چکے تھے،  
اس وفد میں ابو شروان بھی تھے کہ رشتہ رضاعت سے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہوتے تھے، اس موقع پر انھوں نے عرض کی:  
ان خلیفوں میں وہ ہیں جنہوں نے آپ کی کفالت کی تھی، آپ کی چچی  
ہیں، خالائیں ہیں، دائیاں ہیں، ہم اپنے آغوش میں آپ کو پالتے رہے ہیں،  
اپنی چھاتیوں سے آپ کو دودھ پلاتے رہے ہیں، میں نے آپ کو دودھ پیتے دیکھا ہے، کوئی دودھ  
چٹا چچا آپ سے اچھا نہیں دیکھا، آپ کو دودھ چھوڑتے دیکھا ہے، کوئی دودھ چھڑایا ہوا بچہ  
آپ سے اچھا نہیں دیکھا، آپ کو جوان دیکھا، کوئی جوان آپ سے اچھا نہیں دیکھا  
ہے، نیک خصلتیں آپ میں درجہ کمال تک پہنچ چکی ہیں،

بائیں ہمہ آپ کی جڑ بنیاد ہم ہیں آپ کے خاندان کے لوگ ہم ہیں ہم پر احسان کیجئے، اللہ آپ پر احسان کرے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں نے اتنی سستی و تاخیر کی کہ میں نے گمان کیا اب تم لوگ نہ آؤ گے۔

حالت یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بروئے رجولڑائی کے لونڈی غلام بنائے گئے، تقسیم کر چکے تھے اور ان کے حصے بھی لگ چکے تھے،

ہوازن کے چودہ آدمی مسلمان ہو کے آئے تھے اور جو لوگ رہ گئے تھے ان کے اسلام کی خبر لائے تھے، ان لوگوں کے سردار اور خطیب ابو عمرو بن ہبیر بن صدقہ تھے جنہوں نے عرض کی:

یا رسول اللہ! ہمیں آپ کے بیخ و بن اور آپ کے خاندان میں جس مصیبت میں ہم مبتلا ہیں وہ آپ پر مخفی نہیں، انھیں حنظلوں میں آپ کی پھوپھیاں ہیں، خالائیں ہیں، وائیاں ہیں، کھلائیاں ہیں جو آپ کی کنالت کر چکی ہیں، اگر ہم حارث بن ابی شیمز (پادشاہ غسان) یا نعمان بن منذر (پادشاہ حیرہ) سے یہی سلوک کیے ہوتے اور جو منزلت آپ کی ہے ہم میں یہی محل و مقام ان کو حاصل ہوا ہوتا تو ہم ان کی عاطفت و افادہ کے اچھی امیدوار ہوتے، اور آپ تو بہترین کفیل ہیں،

وہ سردی روایت یہ ہے کہ اس دن ابو صرد نے حسب غیل تقسیر کی:

یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، یہی حنظیرے ہیں جن میں آپ کی بہنیں ہیں، پھوپھیاں ہیں، خالائیں ہیں، چچیری اور خالہ زاد بہنیں ہیں اور ان میں جو دور کے رشتے کی بھی ہیں وہ بھی آپ سے قریبی تعلق رکھتی ہیں، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، انھیں نے اپنے کنار و آغوش میں آپ کو لیا ہے، اپنی چھاتیوں کا دودھ آپ کو پلایا ہے،



اور اپنے زانوں پر آپ کو کھلایا ہے، اور اب آپ ہی بہترین کفیل ہیں،  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
سب سے اچھی بات وہی ہے جو راستی میں سب سے اچھی ہو،  
مسلمانوں میں جو میرے پاس ہیں انہیں تم دیکھ رہے ہو اب بتاؤ کہ تمہیں  
اپنے زن و فرزند زیادہ محبوب ہیں یا مال و منال؟  
و فدائے عرض کی:

یا رسول اللہ! حسب و مال دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کر لینے  
کی آپ نے ہمیں اجازت دی ہے، ہم تو حسب کے برابر کسی چیز کو نہیں سمجھتے  
آپ ہمارے بال بچوں کو واپس کر دیجئے،  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:  
جو میرے لئے اور اولاد عبدالمطلب کے لئے ہے وہ تمہارے  
لئے ہے، مسلمانوں سے بھی میں تمہارے لئے منال کروں گا، لوگوں کے  
ساتھ ظہر کی نماز جب میں پڑھ چکوں تو تم کہنا:

نستشفع برسؤل اللہ الی المسلمین و  
بالمسلمین الی رسؤل اللہ مسلمانوں سے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی  
پدولت ہم طلبگار کشفاعت ہیں، اس پر میں تم سے کہوں گا کہ میرے اور  
بنی عبدالمطلب کے حصے میں جو ہیں وہ تمہارے ہیں، مع ہذا میں تمہارے لیے  
لوگوں سے بھی طلبگاری کروں گا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ظہر کی نماز پڑھ چکے تو ان لوگوں نے  
اٹھ کے جو باتیں آنحضرتؐ نے فرمائی تھیں، عرض کیں،  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور بنی عبدالمطلب کے حصے کے برودے (لوندی غلام)  
ان کو واپس کر دیے، اور ہاجرین و انصار نے بھی اپنے اپنے حصے واپس  
کر دیے، قبائل عرب سے بھی آنحضرتؐ نے ان کے لئے خواہش ظاہر فرمائی  
سب نے اسی ایک بات پر اتفاق کر لیا کہ تسلیم و رضا پر آمادہ ہیں، جتنے

بروے قبضہ میں ہیں سب واپس کرویں گے، البتہ کچھ لوگوں نے برووں کے  
وینے سے ہاتھ روک لئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں معاوضے  
میں اونٹ دے دیئے۔

## وفاة أمتہ امّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

زہری، عاصم بن عمر بن قتادہ، عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم،  
اور ابن عباس سے روایت ہے جن کے بیانات خلط خلط ہو گئے ہیں،  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ آمنہ بنت وہب کے پاس  
تھے، چھ برس کے ہوئے تو آنحضرت کو مدینے، آپ کے نھیال، بنی عدی  
ابن النجار میں لے کے چلیں کہ ان سے مل لیں، ساتھ میں امّ النبی تھیں جو  
آپ کی کھلانی تھیں، دو اونٹ سواری میں تھے، نابغہ کے گھر آنحضرت  
کو لے کے اتریں، اور ایک مہینے تک انھیں لوگوں میں رہیں، وہاں کی  
اقامت میں جو باتیں پیش آئی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو  
یا دکر کے بیان کیا کرتے تھے، بنی عدی بن النجار کا اطم دیکھا تو پہچان لیا۔  
اور فرمایا:

میں اس اطم پر انصار کی ایک لڑکی اُنیسہ کے ساتھ کھیلا کرتا تھا اور  
اپنے نھیالی لڑکوں کے ساتھ ہم ایک چڑیا کو اڑایا کرتے تھے جو اس اطم  
پر آ آ کے بیٹھا کرتی تھی،

گھر کو دیکھ کے فرمایا:

میری ماں مجھے لے کے یہیں اتری تھیں، اور اسی گھر میں میرے والد  
عبد اللہ بن عبد المطلب کی قبر ہے، بنی عدی بن النجار کے حوض میں میں نے

لہ اطم، قصر، یادہ گھر جو مربع و مستطیل ہو۔

اچھی طرح سے پیرا کی سیکھ لی تھی، کچھ یہودی بھی وہاں آ آ کے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کرتے تھے امّ امین کہتی ہیں کہ میں نے ان میں سے ایک کو کتے سنا کہ یہ (یعنی آنحضرت) اس امت کے پیغمبر ہیں اور یہی ان کا دارالہجرہ ہے۔ میں نے (یعنی امّ امین نے)، اس کی باتوں میں سب کو ذہن نشین کر لیا، آنحضرت کی والدہ آپ کو لے کے واپس چلیں، مقام ابواء میں پہنچ کے انتقال کر گئیں، وہیں ان کی قبر ہے،

امّ امین نے آنحضرت کو لے کے کتے مراجعت کی، سواری میں وہی دونوں اونٹ تھے جنہیں مدینے جاتے وقت لائے تھے، آنحضرت کی والدہ زندہ تھیں تب بھی اور بعد کو بھی امّ امین ہی آنحضرت کو پالتی پوتی تھیں، عمرہ حدیبیہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابواء میں پہنچے تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنی ماں کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ قبر کے پاس آنحضرت آئے، اس کو درست کیا، صفائی ستھرائی کی اور روئے، مسلمان بھی آپ کے رونے پر گریاں ہوئے، جب اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی تو فرمایا:

مجھ پر ان کی رحمت و محبت چھا گئی تو میں رو دیا۔

قاسم کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کے لیے (اللہ تعالیٰ سے) اجازت چاہی تو لگئی مگر ان کے لیے آنحضرت کی درخواست کی قبول نہ ہوئی۔

بریدہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ فتح کر لیا تو ایک مقام پر آ کے ایک بن قبر پر بیٹھ گئے اور لوگ بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے، آپ نے اپنی بیہات ایسی بنالی تھی جیسے کوئی کسی سے خطاب کرتا ہو، کچھ دیر یوں ہی گزری تھی کہ روئے ہوئے اٹھ گئے، عمر نے کہ جناب رسالت میں سب سے زیادہ جرأت رکھتے تھے، آنحضرت کے روبرو آ کے عرض کی:



یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، باعث گریہ کیا ہے؟  
 فرمایا:

یہ میری والدہ کی قبر ہے، میں نے اللہ تعالیٰ سے زیارت کے لئے  
 درخواست کی تو اجازت دے دی، مغفرت کے لئے درخواست کی تو قبول  
 کی، مجھے وہ یاد آئیں تو رقت آگئی اور میں رو دیا،  
 یہ ایسا دن تھا کہ اس دن سے زیادہ رونے والوں کی تعداد اور کبھی  
 نظر نہ آئی۔

ابن سعد کہتے ہیں:  
 یہ غلط ہے اس لئے کہ آمنہ کی قبر کے میں نہیں ہے، ابواء میں ہے۔

## بعد وفات والدہ جناب نبوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبدالمطلب کے آغوشِ رافت میں

زہری، عبد الواحد بن حمزہ بن عبد اللہ منذر بن جہم، مجاہد، ابوالخیرت  
 اور نافع بن جبیر، جن کے بیانات باہم خلط ملط ہو گئے ہیں، کہتے ہیں:  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ آمنہ بنت وہب کے  
 ساتھ ہوتے تھے یعنی انھیں کے پاس رہتے تھے، جب وہ انتقال  
 کر گئیں تو آنحضرت کے دادا عبدالمطلب نے آپ کو لے لیا اور اپنی صلیبی  
 اولاد سے بھی زیادہ آپ کے ساتھ رقت و شفقت سے پیش آئے،  
 کمال تقرب کا برتاؤ کرتے، اپنے نزدیک ہی رکھتے، عبدالمطلب جب  
 تنہا ہوتے، جب سوتے رہتے، کہ ایسے وقتوں میں کوئی اندر نہ آسکتا،  
 آنحضرت اس وقت بھی ان کے پاس جاتے، ان کے بستر پر بیٹھ جاتے  
 (حالانکہ کسی دوسرے کی اتنی مجال نہ تھی) یہ دیکھ کے عبدالمطلب کہتے:

دَعَا ابْنِي اِنَّهُ لِيُوَسِّمُ مَلْحَقًا وَمِيرَةً يَكْتُمُ كَوْرِبْنَةً دُوَاوَهُ مَلِكًا وَسَلْطَنَةً سَعَى مَانُوسَ  
نظر آتا ہے۔

تقبیلہ بزرگ کے کچھ لوگوں نے ایک مرتبہ عبدالمطلب سے کہا:  
اِحْتَفِظْ بِهِ فَاِنَّا لَمَنْ نَرُ قَدْ مَا اَشْبَهَ بِالْقَدَمِ الَّتِي فِي الْمَقَامِ  
مند (اس لڑکے کی حفاظت کر کیونکہ منقام ابراہیم میں حضرت ابراہیم کا جو نشان قدم ہے  
اس کے ساتھ اس لڑکے کے قدموں سے زیادہ مشابہ ہم نے کسی کا قدم نہیں دیکھا)۔

عبدالمطلب نے ابو طالب سے کہا:

سُنْ يَهْدِي لَوْ كَمَا كُنْتُمْ هُنَا

اسی بنا پر ابو طالب آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت کیا کرتے

تھے،

اُمِّ امِينٍ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي دَرِيْغِي كَرْتِي تَحْمِيْنَ اِيْكَ مَرْتَبَه  
عبدالمطلب نے کہا،

يَا بَرَكَةُ لَا تَغْضَلِي عَنِ ابْنِي فَاِنِّي وَجَدْتُ مَعَ غِلْمَانِ قَرِيْبًا  
مِنَ السُّدْرَةِ وَاَتِ اَهْلَ الْكِتَابِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّا بِنُوْهُ هَذَا نَبِيٌّ  
هَذَا الْاِلَهِيَّةُ دَاوُدُ بَرَكَةُ مِيرَةُ مِيْرَةٍ سَمِعْتُ غَافِلٌ زُرَّهٌ مِيْنَنِي اَسْمَ جَسَدِ  
لُؤْلُؤِي كَمَا سَمِعْتُ جَبْرِيْلَ كَمَا وَرَثَتِ كَمَا يَاسِيءُ مَا لَكَ اَهْلُ الْكِتَابِ يَبْنُوْنَ  
وَنَصَارَى يَهْدِيْكَ مَنَ كَرْتِي هِيْنَ كَمَا مِيْرَا يَهْدِيْكَ مِيْلًا اَسْمَ اَسْمَ كَمَا مِيْرَةٍ هِيْنَ

عبدالمطلب جب کھانا کھانے بیٹھتے تو کہتے: علیٰ یا ابنی میرے  
بیٹے کو میرے پاس لاؤ، جب تک آپ نہ آتے کھانا نہ کھاتے،  
آجاتے تو کھاتے (اور کھلاتے)

۴۵

لم برکتہ کسی خاتون سے طلب کرتے اور نام نہ لینا چاہتے تو عرب اس کو  
”برکتہ“ کے لفظ سے مخاطب کرتے، یعنی برکت والی بی بی، جیسے ہندوستان  
کی عورتیں ”بوا“ کہتی ہیں اور مصر و شام میں ”کل“ ”حرمتہ“ کا اطلاق کرتے ہیں۔

## عبدالمطلب کی وفات

### ابوطالب سے آنحضرت کے لئے وصیت

عبدالمطلب جب مشرف بہوت ہوئے، وقت رحلت قریب آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و اخیانہ کے لئے ابوطالب کو وصیت کی، مرنے لگے تو اپنی لڑکیوں سے فرمایش کی:

ایکیننی وانا اسمعہ ر مجھے روؤ کہ میں بھی سنوں۔ اس میں امیہ کی سب لڑکیوں نے منگولہ مرثیے کہے اور ان کا ماتم کرتی رہیں امیہ کی فوجت آئی تو عبدالمطلب کی زبان بند ہو چکی تھی، بول نہ سکتے تھے، ان کا مرثیہ سن کے سر لانے لگے، مطلب یہ تھا کہ تو نے سچ کہا، میری جو صفت کی میں حقیقتہً ایسا ہی تھا، امیہ بنت عبدالمطلب کے وہ اشعار یہ ہیں:

أَعْيَنِي جَدُّ ابْدِ مِجِ دِرْسِ عَلِي طَيْبِ الْخَيْمِ وَالْمَعْتَصِرِ

دل سے میری دونوں آنکھوں! آنسو بہاؤ، اشکبار ہو۔ ایسے شخص پر جو طبیعت و عادت کا پاک و طیب اور عطیات دینے میں کریم و فیاض تھا۔

عَلِي مَاجِدِ الْجَدِّ وَارِي الزَّنَادِ جَمِيلِ النِّيَمَةِ عَظِيمِ الْخَطَرِ

اُس پر جو صاحبِ مجد و عظمت تھا، نصیبہ ورتھا، اہل حاجت کا عینِ ود و کار تھا، خوب رو تھا، عالی رتبہ و عظیم القدر تھا۔

عَلِي شَيْبَةِ الْحَمْدِ ذِي الْمَلَكَةِ وَذِي الْمَجْدِ وَالْعَزِّ وَالْمَفْتَحِ

آنسو بہاؤ و اشعبتہ النحر پر آنسو بہاؤ، اور اس کرمیت و بزرگی و عزت و نحوہ شخص کو رتھا



وَذِي الْحِلْمِ وَالْفَضْلِ فِي النَّبَاتِ كَثِيرُ الْمَكَارِمِ جَمَلُ الْفَخْرِ

دوہ کہ جو اوش و مصائب کے وقت تحمل و بردباری و فضیلت اُس سے ظاہر ہو کر تھی بہت سی کرتیں اُس کی ذات میں تھیں، بہت سے فخر اُس میں موجود تھے۔

لَهُ فَضْلٌ مَّجِيدٌ عَلَى قَوْمِهِ مَبِينٌ يَلُوحُ كَضَوْءِ الْقَمَرِ

دوہ اپنی قوم پر ایسی فضیلت و برتری کا و بزرگی رکھتا تھا جو ضیاء سے ماہتاب کی طرح کھلی ہوئی واضح و روشن تھی۔

أَتَتْهُ الْمَنِيَا فَلَمْ تَشْوِهْهُ بِصَفِ اللَّيَالِي وَهِيَ الْقَدَسَا

دوہ نے فضائل اس میں جمع تھے مگر موت آئی تو گردشِ ایام و حادثہ تقدیر سے کوئی چیز اس کو بچا نہ سکی۔

عبدالمطلب انتقال کے بعد منہام حجوں میں دفن کیے گئے، وہ اُس وقت بیاسی (۸۲) برس کے تھے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک سو دس (۱۱۰) برس کی عمر تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا:  
کیا آپ کو عبدالمطلب کی موت یاد ہے؟  
قرا یا:

ہاں، میں اُن دنوں آٹھ برس کا تھا،  
آم امین کہتی ہیں:

میں نے اُس دن دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبدالمطلب کے تابوت کے پیچھے پیچھے رو رہے ہیں۔

ہشام بن محمد بن السائب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:  
عبدالمطلب بن ہاشم نے یوم الفجار سے پیشتر وفات پائی، اُن کی عمر اکیسویں (۱۳۰) برس تھی۔

# ابوطالب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کے اغوش رفت میں

—

مجاہد ابن عباس، محمد بن صالح، عبد اللہ بن جعفر، ابراہیم بن اسماعیل ابن ابی حمیہ، جن کی روایتیں باہم خلط ملط ہو گئی ہیں، کہتے ہیں:

عبدالطلب جب انتقال کر گئے تو ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس رکھا اور آنحضرت علیہ السلام انھیں کے ساتھ رہنے لگے ابوطالب مال و دولت والے نہ تھے، مگر آنحضرت کو بہت ہی جانتے تھے، حتیٰ کہ اپنی اولاد کے ساتھ بھی اتنی محبت نہ تھی، سوکتے تو آنحضرت بھی انھیں کے پہلو میں سوتے، باہر نکلتے تو آنحضرت بھی ساتھ ہوتے، یہ گرویدگی اتنی بڑھی اس حد تک پہنچی کہ کسی شے کے ابوطالب اتنے گرویدہ نہ ہوئے تھے۔

آپ کو خاص طور پر اپنے ساتھ کھانا کھلاتے، حالت یہ تھی کہ ابوطالب کے عیال و اطفال، خود ایک ساتھ یا الگ الگ، کسی طرح بھی کھانا کھاتے مگر سیر و آسودہ نہ ہوتے لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے میں شریک ہوتے تو سب کے سب آسودہ ہو جاتے،

لڑکوں کو کھانا کھلانا جانتے تو ابوطالب کہتے:

کما انتم حتیٰ یخضر ابنی ذم لوگ تو جیسے ہو ظاہر ہے، ٹمھر و میرا بیٹا

آجائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آتے اور ساتھ کھاتے تو کھانا بج جاتا اور اگر آپ ساتھ میں نہ ہوتے تو لڑکوں کو سیری نصیب نہ ہوتی، اسی بنا پر ابوطالب آنحضرت صلوات اللہ علیہ سے کہا کرتے کہ اذک بلبلک ذو حقیقت میں بابرکت ہے

صبح کو لب لڑکے اٹھتے تو آنکھوں میں چمپیرے بھرے ہوتے بال بکھرے ہوتے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں تیل اور آنکھوں میں سرمہ لگا ہوتا۔

ابن القبطیہ کہتے ہیں:

ابو طالب کے لیے بطحا، میں ایک دوہرا وسادہ رکھ دیا جانا تھا جس پر وہ تکیہ لگا کے بیٹھا کرتے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکے آسے بچھا دیا اور اسی پر لیٹ رہے، ابو طالب آئے اور تکیہ لگانا چاہا تو وسادہ نہ ملا، پوچھا:

وسادہ کیا ہوا؟

لوگوں نے جواب دیا:

وہ تو تیرے بھتیجے نے لے لیا!

ابو طالب نے کہا:

جل بطحا، کی قسم، حقیقت میں یہ میرا بھتیجا نعمت کی قدر کرتا ہے۔

عمر بن سعید کہتے ہیں:

ابو طالب کے لیے ایک وسادہ ڈال دیا جانا جس پر وہ بیٹھا کرتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہنوز لڑکے تھے آکے آس پر بیٹھ گئے، ابو طالب نے یہ دیکھ کے کہا:

قبیلہ ربیعہ کے محبوب کی قسم ہے کہ یہ میرا بھتیجا فی الواقع نعمت کی قدر کرتا ہے۔

## شام کا پہلا سفر

خالد بن خدّاش سجاولہ، متفقین بن سلیمان روایت کرتے ہیں کہ معتمر کہتے تھے، میں نے اپنے والد سلیمان، کو ابو مجلز سے یہ روایت کرتے سنا ہے کہ عبدالمطلب یا ابو طالب نے، اس روایت میں خالد کو شبہہ نہا



کہ عبدالمطلب کا نام تھا یا ابوطالب کا۔ عیدائش کے انتقال کر جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب توجہ کی جب کبھی سفر میں جاتے تو ساتھ میں آنحضرت سلام اللہ علیہ کو بھی لے جاتے ایک مرتبہ شام کا رخ کیا منزل پر پہنچ کے اتر پڑے وہاں ایک راہب ان کے پاس آگے کہنے لگا۔  
تم میں کوئی صلاح آدمی ہے؟

جواب دیا:

ہم میں ایسے لوگ ہیں جو مہمان کی میزبانی کرتے ہیں قیدی کو رہا کرتے ہیں۔  
اور نیکی کرتے ہیں یہ یا اسی قبیل کا جواب دیا تھا۔

راہب نے پھر کہا:

تم میں ایک صلاح آدمی ہے۔ کچھ دیر ٹھہر کے پھر لو چھا:  
اس لڑکے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ کہاں ہیں؟

مخاطب نے جواب دیا:

یہ اس کے ولی و مرنی موجود ہیں۔ یا یہ جواب دیا گیا کہ:  
یہ اس کے ولی ہیں،

راہب نے کہا:

احتفظ بملذات العلام ولا تذهب به الی الشام ان  
الیہود حسدوا فی احتشام علیہ راس لڑکے کی حفاظت کر اور اسے  
لے کے شام نہ جا، یہودی حسد کرنے والے ہیں اور مجھے اس لڑکے کی نسبت ان سے  
خوف ہے)

انہوں نے کہا: یہ تو نہیں کہتا، یہ اللہ تعالیٰ کے کہہ رہا ہے،

راہب نے اس کا جواب دیا اور کہا:

یا اللہ میں محمد کو صلی اللہ علیہ وسلم تیرے پیرو کرنا ہوں۔ یہ کہا اور پھر

مرگیا۔

بحیرا راہب

داؤد بن الحصین کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بارہ برس کے ہوئے تو ارض شام میں تجارت کرنے کے لئے ایک قافلہ روانہ ہو رہا تھا، ابو طالب بھی آنحضرت صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کے نکلنے اور قافلے کے ساتھ ہو گئے، اہل قافلہ صحرا میں کے پاس جا کے اترے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بحیرانے ابو طالب سے جو کہنا تھا کہا اور انھیں حکم دیا کہ آنحضرت کی حفاظت کریں۔ اسی بنا پر آنحضرت علیہ السلام کو لے کے ابو طالب کے واپس آئے۔

## ”الْأَمِينُ“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کے ساتھ ہی رہے اور جوان ہوئے، اللہ تعالیٰ کو آپ پر اپنا فضل و کرم کرنا تھا، اس لئے خود ہی آپ کی حراست و حفاظت کرتا تھا، اور جاہلیت کے امور و محائب سے آپ کو بچاتا تھا۔

یہ اُس وقت کی بات ہے جب آپ اپنی قوم ہی کے طریقے پر تھے اور انھیں کامسک رکھتے تھے، تا آنکہ ایسے جوان ہوئے کہ مرد و ست و جوان مردی میں تمام قوم سے افضل، خلق میں سب سے اچھے، اختلاط و معاشرت میں سب سے شریف تر، باتیں کرنے میں سب سے بہتر، حلم و امانت میں سب سے بڑے، نکلنے میں سب سے سچے، فحش و اذیت میں سب سے دور و نفور تھے، نہ کبھی گالی گلوچ یا بدکلامی کرتے دیکھے گئے نہ کسی سے لڑتے جھگڑتے یا کسی پر شک و شبہ کرتے پائے گئے۔

ایسی اچھی اچھی خیر و صلاح کی عادتیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں جمع کر دی تھیں کہ قوم نے آپ کا نام ہی ”الامین“ رکھ دیا، نکلنے میں شہر آپ کا ہی لقب رہا۔ ابو طالب مرتے وقت تک آپ کی حفاظت و احتیاط و حمایت و نصرت میں سرگرم رہے۔

## ابوطالب کی اولاد

مُحَمَّد بن السائب کہتے ہیں:

ابوطالب کا نام عبد مناف تھا۔ ابوطالب کنیت تھی، ان کی اولاد میں

(۱) طالب بن ابی طالب سب سے بڑے تھے، مشرکین جس پر

انھیں اور تمام نبی ہاشم کو نکال کے غزوہ بدر میں لے گئے تھے، طالب نکل کے کہنے لگے:

اَهْرَامًا يَخْرُونَ طَالِبٌ فِي مِقْتَبٍ مِنْ هَذَا الْمَقَابِ

دیا اللہ! ان ضرر رساں بھٹیروں کے ایک غول میں ہو کر طالب لڑتو رہا ہے، لڑنے میں ان لڑکوں کا ساتھ تو دیتا ہے۔

فَلَيْكِنِ الْمَغْلُوبِ غَيْرِ الْغَالِبِ وَلَيْكِنِ الْمَسْلُوبِ غَيْرِ الْمَسَالِبِ

مگر یا اللہ! جو غالب ہے وہ مغلوب ہو جائے اور جو چھین رہا ہے اس سے چھین جائے

مشرکین قریش کو جب نہر بیت ہوئی تو وہ (طالب) نہ قید بوند میں

پائے گئے نہ سفتو لوں میں ملے، نہ کبے واپس آئے، اور نہ ان کا حال معلوم ہوا۔

ان کی اولاد بھی نہیں۔

(۲) عقیل بن ابی طالب، ان کی کنیت ابو زید تھی، طالب میں اور

ان میں دس برس کی چھوٹائی بڑائی تھی (یعنی طالب ان سے دس برس

بڑے تھے) انساب قریش کے یہ عالم تھے۔

(۳) جعفر بن ابی طالب، یہ عقیل سے دس برس چھوٹے تھے، قدیم اسلام

مہاجرین حبشہ میں، غزوہ موتہ میں شہید ہوئے، ذوالجناحین (دو پروں

والے) وہی ہیں کہ ان پروں کے ذریعے بہشت میں وہ جاں چاہتے ہیں



پر واکر تے ہیں۔

(۴) علی بن ابی طالب، یہ جعفر سے دس برس چھوٹے تھے۔

(۵) الف۔ امّ ہانی بنت ابی طالب، ان کا نام پرہیزہ تھا۔

(۶) ب۔ جمانہ بنت ابی طالب۔

(۷) ج۔ ریطہ بنت ابی طالب، بعض لوگ اسما بنت ابی طالب

بھی کہتے ہیں، ان سبکی ماں فاطمہ تھیں، بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ابن قصی۔

(۸) ظلیقہ بنت ابی طالب، ان کی ماں علیہ تھیں، اور ان کے ماں جاعے

بھائی حویزہ تھے، ابن ابی ذباب بن عبد اللہ بن عامر بن الحارث ابن حارثہ بن سعد بن تیم بن مرہ۔

## ابو طالب کا خاتمہ اور عرض اسلام

سعید بن المسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ابو طالب کے احتضار کا جب وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے، دیکھا تو وہاں عبد اللہ بن امیہ اور ابو جہل بن ہشام ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يا عم قل لا اله الا الله، كلمته اشهدك بها عند الله (چچا! لا الہ الا اللہ کہ، اس کلمے کے کہنے سے اللہ تعالیٰ کے پاس میں تیرے حق میں گواہی دوں گا)۔

اس پر ابو جہل اور عبد اللہ بن امیہ نے کہا:

اے ابو طالب، کیا تو عبد المطلب کی ملت سے بیزار و نفور ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر کلمہ توحید ان پر پیش کرتے رہے اور کہتے رہے کہ اے چچا! لا الہ الا اللہ کہ، اس کلمے کے باعث اللہ تعالیٰ کے پاس

میں تیرے حق میں گواہی دوں گا۔

یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اور وہ دونوں کہنے لگے تھے کہ اے ابوطالب کیا تو عبدالمطلب کی ملت سے پھر جاتا ہے؟

یہ مکالمہ (عرصہ ورتہ) یوں ہی ہوتا رہا تا آنکہ آخری بات جو ابوطالب

نے کہی وہ یہ تھی کہ میں عبدالمطلب کی ملت پر ہوں یا یہ کہا اور پھر انتقال کر گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تستغفرت لك مالوا انما (اے ابوطالب اے چچا، مجھے جب تک روکا نہ جائے میں تیرے لئے مغفرت طلب

کرتا رہوں گا استغفار کیا کروں گا)

ابوطالب کے مرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے استغفار

کرتے رہے تا ان کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

ما كان للبتي والذين امنوا ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا

اولى قربى من بعد ما تبين لهم انهوا اصحاب الجحيم (پیغمبر اور

مومنین پر جب یہ بات واضح ہو چکی کہ مشرکین جہنمی ہیں تو چاہے یہ مشرکین قرابتدار ہی

کیوں نہ ہوں ان کے لیے استغفار کرنا مناسب نہیں)

عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر العذری کہتے ہیں:

ابوطالب نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) کہا:

اے میرے بھتیجے، خدا کی قسم، اگر قریش کے اس کہنے کا خوف نہ ہوتا

کہ میں ڈر گیا۔ کیونکہ ایسی بات کہی گئی تو یہ تجھ پر اور تیرے باپ کی اولاد پر گالی

ہو گی۔ تو میں وہی کرتا جو تو کرتا ہے اور اس سے تیری آنکھ کو ٹھنڈک پہنچاتا

اس لئے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تیری باتیں میرے ساتھ قابل شکر ہیں، محسوس

کر رہا ہوں کہ تجھے کیا کچھ شغف و شفقت مجھ سے ہے، مشاہدہ کرتا ہوں کہ

تو میرے حق میں کیسی ہیئت و خیر خواہی مرعی رکھتا ہے۔

ابوطالب نے اس کے بعد قرظندان عبدالمطلب کو طلب کر کے کہا

لن تزالوا بخير وما سمعتم من محمدا وما اتبعتم امره فالتبعوا  
واعينوا توفئوا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں جب تک سنتے رہو گے

اور حکم مانتے رہو گے اُس وقت تک برابر خیر و فلاح میں رہو گے، ان کی پیروی کرو انہیں بددو کہ خود تم کو ہدایت نصیب ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کے فرمایا:

أَتَا مَرَّهُمْ بَهَا وَتَذَعَهَا لِنَفْسِكَ (تو انہیں تو اس کا حکم دیتا ہے مگر خود اپنے لئے چھوڑ دیتا ہے؟)

ابوطالب نے کہا:

إِنَّمَا أَنْتَ لَوْ سَأَلْتَنِي الْكَلِمَةَ وَأَنَا صَاحِبُهَا لَتَابَعْتُكَ عَلَى الَّذِي تَقُولُ وَلَكِنِّي أَكْفَرُ أَنْ أَجْزِعَ عِنْدَ الْمَوْتِ فَتَرَى قَرِيشَ إِنِّي أَخَذْتُهَا جَزَعًا وَرَدْتُهَا فِي صَحْتِي.

(میں جب تندرست تھا اس وقت اگر تو مجھ سے اس کلمے کا سوال کرتا تو جو تو کہہ رہا ہے میں اُسی کی پیروی کرتا لیکن موت کے وقت یہ بُرا جانتا ہوں کہ جزع و فرجع میں ڈالا جاؤں اور خوفزدہ مشہور ہوں، کیونکہ اس صورت میں قریش کی رائے یہ ہوگی کہ میں نے اپنی تندرستی کی حالت میں تو اس کے ماننے سے انکار کر دیا تھا، مگر سکرات کے وقت ڈر کے قبول کر لیا)

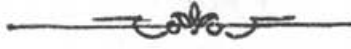
عمر بن دینار، ابوسعید یا ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ آیت انک لا تھدی من احببت (تو جس سے محبت کرتا ہے اُس کو ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتا) ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔

ابن عباس آیت وہم ینہکون عنہ ویناؤن عنہ (وہ لوگ مشرکین و کفار کو تو پیغمبر کی اذیت رسانی سے باز رکھتے ہیں مگر خود اس کا اتباع و امتثال نہیں کرتے) کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی جو لوگوں کو روکتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ پہنچے اور آپ دائرۃ اسلام میں داخل ہونے سے بچتے تھے اور اس میں مستی کرتے تھے۔





## اموات مشرکین کے لئے استغفار



علی (ابن ابی طالب) کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب کے انتقال کی خبر دی تو آپ رونے لگے اور پھر فرمایا:

اذهب دفا غلذ و کفتہ و وار لا غفرلہ و جرمہ  
(جا کے آسے غسل دے اور کفن پہنا اور توپ دے، یعنی دفن کر دے، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرے (اور رحم فرمائے) چنانچہ میں نے یہی کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کئی دن تک ابو طالب کے لیے استغفار کرتے رہے اور گھر سے نہ نکلے، تا آنکہ جبریل یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

ماکان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین (پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں مناسب نہ تھا کہ مشرکوں کے لئے استغفار کرتے) علی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حب حکم میں نے بھی غسل کیا (یعنی ابو طالب کی میت کو غسل دینے کے بعد بوجہ ارشاد و ہدایت نبوی خود بھی غسل کر ڈالا تھا)

عمر و کہتے ہیں کہ ابو طالب نے جب انتقال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے اور تجھے بخش دے جب تک جناب الہی سے جانعت نہ ہوگی میں تیرے لیے استغفار کرتا رہوں گا۔

اس ارشاد سے مسلمان بھی اپنے ان مردوں کے لیے دعائے مغفرت کرنے لگے جو شرک کی حالت میں مرے تھے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ماکان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولیٰ قربی۔ (پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں، مناسب نہ تھا

مشرکوں کے لیے استغفار کریں یا چاہے وہ قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں)

## تجہیز و تکفین



۷۹

علیؑ (ابن ابی طالب) کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں حاضر ہو کر عرض کی: ان عمک الشیخ الضال قدامت (یا حضرت آپ کا بوڑھا گمراہ چچا مر گیا) بوڑھے گمراہ چچا سے علیؑ کی مراد خود ان کے والد (ابو طالب) سے تھی، آنحضرت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ارشاد فرمایا: اذہب فوارک ولا تخذلن شیئاً حتی تاتیننی (جا کے اُسے دفن کر دے اور جب تک میرے پاس نہ آنا اُس وقت تک کوئی بات نہ بیان کرنا یا اس وقت تک کچھ نہ کرنا)

میں نے زندقین سے فارغ ہونے کے بعد حاضر ہو کر (کیفیت) بیان کی تو مجھے حکم دیا اور اس کے مطابق میں نے غسل کیا، تو آنحضرت (سلام اللہ علیہ) نے میرے لیے ایسی دعائیں کیں کہ خواہ کوئی کیسی ہی چیز پیش کی جائے مگر تپتی مہتر مجھے آن دعاول سے ہوئی ہے اتنی کسی چیز سے نہ ہوگی۔

## منزلت بعد الموت

عباس بن عبدالمطلب کہتے ہیں:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: هل نفعت ابا طالب بشیء؟ فانہ قد کان یحوطک ویغضب لک (کیا آپ نے ابو طالب کو بھی کچھ نفع پہنچایا جو آپ کو گھیرے رہا کرتے تھے، مخالفت

کیا کرتے تھے، اور اگر کوئی آپ کو ایذا دینا چاہتا تو اس سے آپ کے لیے بگڑ بیٹھا کرتے تھے)

فرمایا:

نعم، وهو في صحاح من الناس ولو لا ذلك لكان في الذك  
الاسفل من الناس (ہاں وہ خیف اور کئی سی آگ میں ہے، اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو دوزخ کے طبقہ اسفل میں ہوتا)

ابن شہاب سے روایت ہے کہ انہیں علی بن الحسین (ابن علی بن ابی طالب) نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ابو طالب نے وفات پائی تو جو جعفر (ابن ابی طالب) کو ان کا (یعنی ابو طالب کا) ورثہ و ترکہ نہ ملا بلکہ طالب و عقیل (فرزندان ابو طالب) ان کے وارث ہوئے، اس کا سبب یہ تھا کہ نہ مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے اور نہ کافر مسلمان کا۔

عروہ کہتے ہیں:

جب تک ابو طالب نے وفات نہیں پائی اس وقت تک آپ سے رُکے رہے۔ عروہ کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ابو طالب جیتے رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی سے قرض رُکے رہے۔ اسحاق بن عبد اللہ بن الحارث کہتے ہیں: عباس (ابن عبد المطلب) نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر جولاہی طالب (یا رسول اللہ! کیا آپ ابو طالب کے لیے بھی امید رکھتے ہیں، یعنی آیا ان کے لیے بھی کچھ امید مغفرت ہے؟)

فرمایا:

کل الخیر ارجو من ربی (میں اپنے پروردگار سے ہر طرح کی خیر و خوبی دیکھنے کی امید رکھتا ہوں۔)

وفات خدیجہ الکبریٰ

محمد بن عمر الاسلمی کہتے ہیں:



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دسویں سال، ماہ شوال کا نصف  
تھا کہ ابوطالب نے انتقال کیا، اس وقت وہ کچھ اوپر سی (۸۰) برس کے تھے  
ان کی وفات کے ایک مہینے پانچ دن کے بعد خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سینٹھ (دعا)  
برس کی عمر میں انتقال کر گئیں، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر  
دو ہر تھیستین جمع ہو گئیں، خدیجہ بنت خویلد کی موت (جو آپ کی بیوی  
تھیں) اور ابوطالب کی موت جو آپ کے چچا تھے۔

## مکہ میں آنحضرت کا شغل شبانی

راعی خلق بحیثیت راعی غنم

عبید بن عمیر کہتے ہیں:  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،  
ما من نبی الا وقد رعى الغنم (کوئی ایسا پیغمبر نہیں جس نے  
بھیڑ بکریاں نہ چرائی ہوں۔)  
لوگوں نے عرض کی:  
وانت یا رسول اللہ (یا رسول اللہ) اور آپ؟ یعنی کیا آپ نے بھی  
چرائی ہے۔)

فرمایا: وانا (اور میں نے بھی)  
ابو ہریرہ کہتے ہیں:  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
اللہ تعالیٰ نے اسی کو پیغمبر مبعوث کیا جو بھیڑ بکریاں چراچکا ہو۔  
لوگوں نے عرض کی:

یا رسول اللہ! اور آپ؟  
 فرمایا: وانا رخصتھا لاهل مکة بالقتل ریطرا اور میں نے بھی  
 اہل مکہ کے لئے جب ترہندی یعنی امی کے بدلے چرائی ہیں)

ابو سلمۃ بن عبد الرحمن کہتے ہیں:  
 اراک یعنی درخت مسواک، پیلو) کے پھل لیے ہوئے کچھ لوگ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سے گزرے تو آنحضرت نے فرمایا:  
 ان پھلوں میں جو سیاہ ہو گیا ہو اسے لو، بھیڑ بکریاں چراتا تھا تو میں بھی  
 ان کو چنا کرتا تھا،

لوگوں نے عرض کی:  
 یا رسول اللہ! آپ نے بھی بھیڑ بکریاں چرائی ہیں؟

فرمایا:  
 ہاں، اور ایسا کوئی پیغمبر نہیں جس نے نہ چرائی ہوں۔

جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں:  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ہم لوگ کبثا (اراک کے  
 پکے پکے پھل) چنا کرتے تھے، آنحضرت (صلوات اللہ علیہ) نے فرمایا:  
 جو سیاہ ہو گیا ہو وہ لو، کہ سب میں اچھے وہی ہوتے ہیں، میں جب  
 بھیڑ بکریاں چراتا تھا تو میں بھی اسے چنتا تھا۔

ہم نے عرض کی:  
 یا رسول اللہ! کیا آپ بھی بھیڑ بکریاں چراتے تھے؟

فرمایا:  
 ہاں، اور کوئی ایسا پیغمبر نہیں جس نے نہ چرائی ہوں۔

ابو اسحاق کہتے ہیں:  
 بھیڑ بکریاں چرانے والوں اور اونٹ چرانے والوں میں تنازع اور جھگڑا  
 تھا جس میں اونٹ والوں نے ان پر زیادتی کی اور بڑھ چلے، ہم کو اطلاع ملی،  
 اور تحقیقت حال خدا کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

موسیٰ مبعوث ہوئے اور وہ بھڑکریوں کے چرواہے تھے، داؤد مبعوث ہوئے اور وہ بھڑکریوں کے چرواہے تھے، میں مبعوث ہوا تو میں بھی اُجیاد میں اپنے لوگوں کی بھڑکریاں چراتا تھا۔

## انحضرت خرب فجاریں

ابراہیم بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن ابی ربیع، محمد بن ابراہیم التیمی، یعقوب بن عقیبۃ الاضنی سے روایت ہے، اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی اس واقعے کے بعض حصے بیان کئے ہیں، ان سب کا قول یہ ہے کہ جنگ فجار کا باعث یہ ہوا کہ نطمان بن منذر (فرماں فرماے حیرہ) نے تجارت کے لیے بازار عکاظ میں کچھ کپڑے بھیجا تھا اس کو عروہ بن عقبہ بن جابر ابن کلاب الرحالی نے اپنی پناہ میں لے لیا تھا۔

۱۔ (اُجیاد: مکہ مبارکہ کی ایک سرزمین یا پہاڑی کا نام ہے جو چہرہ گاہ کا کام دیتی تھی)  
 ۲۔ لطمہ: مشک، خوشبوئیات؛  
 رحال: وہ شخص جو اونٹوں کے کجاوے کے فن میں ماہر ہو، عروہ ابن عقبہ کا یہ خاص لقب تھا اور اسی تجارت کے باعث وہ "رحال" مشہور تھے۔  
 پناہ میں لینا: جس طرح اس زمانے میں مال و متاع کا بیمہ کرتے ہیں، اسی طرح عرب میں بھی دستور تھا کہ مال کو کہیں بھیجنے تو کسی کی پناہ میں دے دیتے جو اس کی حفاظت وغیرہ کا ذمہ دار ہوتا۔

عکاظ: عرب کا مشہور ترین بازار جہاں ہر سال ایک بڑا بھاری میلہ ہوتا تھا، عرب کی پیداوار و دستکاری و دل و دماغ کی نمائش کی جاتی، اور علم ادب کا سب سے بڑا ذریعہ ہوتا، اس میں ایک مرتبہ بازار لگتا، اور ماہ ذیقعدہ کی پہلی سے بیسویں تاریخ تک نکھلا رہتا۔ اس کا موقع و مقام وہ میدان تھا جو نخل اور لحائف کے درمیان واقع ہے۔



جو لوگ وہ لپیٹ لے کے آئے تھے ایک تالاب پر فروش ہوئے جسے اوارہ کہتے تھے، قبیلہ بنی بکر بن عبد مناتہ بن کنانہ کا ایک شخص برّاض ابن قیس شاطر آدمی تھا، جس نے عروہ پر حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا اور بھاگ کے خیبر میں چھپ رہا، بشر بن ابی نازم الاسدی سے کہ شاعر تھا، ملاقات ہوئی تو یہ واقعہ بیان کر کے کہدیا کہ عبداللہ بن جندعان، ہشام بن المنیر و حرب ابن امیہ، نوفل بن معاویہ الدلی، اور بلعہ بن قیس کو اس کی اطلاع کر دے، ان لوگوں کو خبر ہوئی تو جان بچا کے حرم (بیت اللہ) سے التجا کی، اسی دن جب کہ دن آخر ہو چلا تھا، قبیلہ قیس کو یہ خبر ملی تو ابو براء نے کہا:

ہم تو قریش کی طرف سے دھوکے ہی میں تھے،  
 آخر ان پناہ گیروں کے پیچھے چلے مگر انھیں اس وقت پایا جب کہ  
 حرم کے اندر وہ جا چکے تھے۔  
 قبیلہ بنی عامر کے ایک شخص نے جسے اوزم بن شعیب کہتے تھے،  
 اپنی پوری آوازیں ان پناہ گیروں سے پکار کے کہا:

ان میعاد ما بیننا و بینکم ھذا الیالی من قابل  
 وانا اناتلی فی جمیع (آئندہ سے ہمارے تمہارے درمیان انھیں راتوں کا وعدہ  
 ہے، اور ہم فرولفہ میں کمی اور سستی نہ کریں گے) یہ کہہ کر اور م نے یہ شعر بھی پڑھا:  
 لقد صدنا خیر شأ وھما کارھما  
 بان تجی الی ضرب رجا بیل

## احابیش

اس سال عکاظ کا بازار نہ لگا، قریش، قبیلہ کنانہ، اسد بن خزیمہ اور

۱۔ عرب میں تو رہتا کہ سخت سے سخت مجرم بھی جب تک حرم کعبہ میں پناہ گیر رہتا اس سے تعرض نہ کرتے۔

احابیش کے سب لوگ جو ان میں شامل تھے، سال بھر تک ٹھہرے رہے اور اس جنگ کے لئے (جو عن بن علی تھی) طیاریاں کیا کئے، احابیش میں یہ قبائل تھے:

(۱) الحارث بن عبدمناة بن کنانہ

(۲) عقیل

(۳) القارة

(۴) دیش

(۵) المصطلق، یہ لوگ قبیلہ خزاعہ کے تھے، اور ان کی شرکت کا باعث یہ تھا کہ قبیلہ بلحارث بن عبدمناة کے ساتھ ان کا محالفہ (ابھی عہد و پیمانہ) تھا۔

## سواران قریش



قبیلہ قریش عیلام کے لوگوں نے بھی جنگ کی تیاری کر لی اور آئندہ سال کے لئے موجود ہو گئے،

۱۔ دامیش: کہ مبارک کے پائین میں ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جسے خشعی کہتے ہیں، اسی پہاڑی کے دامن میں ان سب لوگوں نے آپس کی مناصرت و معاہدت پر قریب کھائی تھیں۔ قسم کے الفاظ یہ تھے: نحن لیدک علی غیرنا ما سجا لیل و وضع نہما آرد و مارسا حبشہ یعنی جب تک رات کی شان یہ ہے کہ اندھیری ہو، جب تک دن کا منظر یہ ہے کہ روشن رہے، جب تک کوہ حبشی اپنی جگہ پر قائم و استوار رہے گا، اُس وقت تک ہم لوگ غیروں کے مقابلے میں یکدست رہیں گے۔ اسی مناسبت سے یہ محالفین احابیش قریش کے نام سے مشہور ہوئے یہ سبھی یاد رکھنا چاہئے کہ حبشی (پہاڑی) معروف باللام نہیں۔ بلحارث: اہل میں ابابالحارث تھا قبیلہ مذکورہ اسی ابوالحارث کے نام سے منسوب ہے، جسے عرف عام میں بلحارث ہی کہتے ہیں۔

سرداران قریش یہ لوگ تھے:

(۱) عبدالمنذر بن جدعان

(۲) ہشام بن المغیرہ

(۳) حرب بن اُمیہ

(۴) ابو اُمیۃ سعید بن العاص

(۵) عقبہ بن ربیعہ

(۶) العاص بن وائل

(۷) معمر بن جبیب الحججی

(۸) عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار۔

شکر جو نکلا تو جدا جدا جھنڈوں کے تحت نکلا، سب کی ٹولیاں اور جماعتیں الگ الگ تھیں، کسی ایک سر شکر کے ماتحت نہ تھا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبدالمنذر بن جدعان کے یہ سب ماتحت تھے۔

## سرداران قیس

قبیلہ قیس میں یہ لوگ تھے:

(۱) ابو براء عامر بن مالک بن جعفر۔

(۲) سبیح بن ربیعہ بن معاویہ النصری۔

(۳) درید بن الضمہ

لہ (روایت کا خاص لفظ ہے حَرَجُوْا مَتَسَانِدًا مِّنْ، متساندین کے متبادر معنی تو ایک دوسرے پر ٹھیک لگانے والے اور سہارا لینے والے کے ہیں، مگر عہد جاہلیت کے محاورے میں اس کا وہی مفہوم تھا جو ترجمے میں لکھا گیا، يقال: لهم متساندون، ای تحت ریایم شتی لا تجتمعہم رأیۃ امیر واحد)۔



(۳) مسعود بن معتب الثقفی

www.KitaboSunnat.com (۵) ابو عمرو بن مسعود

(۶) عوف بن ابی حارثہ المرزی

(۷) اعباس بن رعل الشلمی

یہ سب لوگ سردار و سپاہ سالار تھے (یعنی غنیم کی طرح ان سرداروں میں سے بھی ہر ایک کی فوج اپنی اپنی جگہ مستقل و خود مختار تھی اور کوئی ایک سر لشکر نہ تھا جس کے سب ماتحت و فرماں بردار ہوتے) لیکن یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابو براء ان سب کے اولی الامر تھے، چنڈا انھیں کے ہاتھ میں تھا اور جنھیں انھیں نے برابر کیں (مصنف نے یہ دوسرا قول بصیغہ تصنیف بیان کیا ہے، واللہ اعلم)

## مقابلہ قریش

قریش کا مقابلہ ہوا تو ان کے ابتدائی حصے میں قریش پر کنازہ پڑا اور ان کے متعلقین قریش کے لئے شکست ہوئی مگر پچھلے پہروں میں قریش و کنازہ کے لئے قیس پر ہزیمت آئی۔

فاحشوں نے اپنے حریفوں کے قتل کرنے میں ایسی مگر کامرگی پھیلانی (یعنی اس کثرت سے لوگوں کو قتل کیا) کہ عقبہ بن ربیعہ نے جو اس وقت جوان تھے اور ہنوز ان کی عمر پورے تیس برس کی بھی نہ ہوئی تھی صلح کے لئے آواز دی اور اس شرط پر مصالحت ہو گئی کہ مقتولوں کا شمار کیا گیا اور قریش نے اپنے مفقودین کے علاوہ غنیم کے جن لوگوں کو قتل کیا تھا قیس کو ان سب کے خون بہا دیئے، جنگ نے

یعنی پہلے ہلے میں قیس کو فتح، قریش کو شکست اور پچھلے میں قیس کو شکست قریش کو فتح ہوئی۔ ترجمہ میں عرب کا خاص انداز بیان دکھایا ہے کہ وہ اس مفہوم کو کیوں نہ ادا کرتے ہیں۔

اپنے بوجھ رکھ دیے (یعنی لڑائی ختم ہو گئی) اور قریش و قیس دونوں اپنے اپنے مقام پر واپس گئے۔

## جنگ میں آنحضرت کی شرکت



حرب الفجار کا تذکرہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے چاؤں کے ساتھ اس جنگ میں موجود تھا، میں نے اس میں شرکت کی تھی، تیر چلائے تھے، اور میں یہ نہیں جانتا کہ ایسا میں کاش نہ کیئے ہوتا (یعنی یہ شرکت جنگ و تیر اندازی موجب پشیمانی نہیں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس جنگ میں شریک ہوئے ہیں اس وقت میں برس کے تھے، اور یہ جنگ فجار واقعہ اصحاب قبیل کے بیس برس بعد ہوئی تھی۔

حکیم بن حزام کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرب الفجار میں موجود ہیں۔ محمد بن عمر کہتے ہیں:

عربوں نے فجار کے متعلق بہت سے اشعار کہے ہیں۔

## آنحضرت حلف الفضول میں



عروۃ بن الزبیر کہتے ہیں:

میں نے حکیم بن حزام کو کہتے ہوئے سنا کہ قریش جب فجار سے واپس آ رہے تھے اس وقت حلف الفضول کا واقعہ پیش آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں بیس برس کے تھے۔ محمد بن عمر کہتے ہیں:

ضحاک کے علاوہ دوسرے راوی نے مجھ سے روایت کی کہ جنگ فجار شوال میں ہونی تھی اور اس حلف کی نوبت ذی قعدہ میں آئی لیکن جتنے عہد و پیمان ہو چکے تھے حلف الفضول کا معاہدہ ان سب میں معتز تھا، سب سے پہلے زبیر بن عبد المطلب نے اس کی دعوت دی، بنی ہاشم و بنی زہرہ و بنی تیمم یہ سب لوگ عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے، زبیر نے ان کے لیے کھانے کا انتظام کیا، سب نے اللہ تعالیٰ کو بیچ میں ڈال کے ان نفلوں میں عہد کیا۔

جب تک دریا میں صوف کے بھگولنے کی شان باقی ہے ہم مظلوم کا ساتھ دیں گے تا آنکہ اس کا حق ادا کیا جائے اور محاشس میں ہم (اس کی) خبر گیری و مواسات (دبھی) کریں گے۔

تقریباً نے اسی بنا پر اس حلف (عہد) کا نام حلف الفضول رکھا۔  
جہیز بن مطعم کہتے ہیں :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :  
میں ابن جدعان کے گھر جس حلف میں شریک ہوا تھا، مجھے یہ پسند نہیں کہ سرخ رنگ کے اونٹ ملیں تو میں اس کو توڑ دوں، ہاشم و زہرہ و تیمم نے قسمیں کھانی تھیں کہ کوئی دریا جب تک کسی صوف کو بھگول سکتا ہے، وہ مظلوم کا ساتھ دیں گے، اور اگر مجھ کو (اب بھی) اس میں بلایا جائے تو میں قبول کر لوں گا، حلف الفضول یہی ہے۔

محمد بن عمر کہتے ہیں :  
ہم کو معلوم نہیں کہ اس حلف میں بنی ہاشم سے کوئی سبقت

۱۔ پہلی روایت۔ جو الہ عروۃ بن الزبیر کے راوی محمد بن عمر الواقدی ہی ہیں جو انہوں نے ضحاک بن عثمان سے روایت کی ہے، ضحاک نے عبد اللہ بن عروۃ بن الزبیر سے اور عبد اللہ نے اپنے والد عروۃ سے یہ دوسری روایت کسی دوسرے راوی سے ہے جس میں روایت ضحاک کی بظاہر تصحیح اور حقیقت میں توضیح کی ہے۔



لے گیا ہو (یعنی جہاں تک علم کی رسائی ہے سب سے پہلے نبی ہاشم سے لے کر خیر کی طرح ڈالی اور ایسے بابرکت عہد و پیمان کے آثار استوار کیے۔

## آنحضرت کا دوسرا سفر شام

نفسہ بنت منیہ کہ یحییٰ بن منیہ کی بہن تھیں، کہتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب یحییٰ برکس کے ہوئے تو ابو طالب نے کہا کہ میں ایسا شخص ہوں کہ میرے پاس مال کہاں، زمانہ ہم پر سخت گزر رہا ہے اور یہ تمہاری قوم کے قافلے ہیں جن کے سفر شام کا وقت آ گیا ہے، خدیجہ بنت خویلد اپنے تجارتی قافلوں میں تمہاری قوم کے کچھ لوگوں کو بھیجا کرتی ہیں، اگر وہاں جا کے تم اپنے آپ کو ان پر پیش کرو تو فوراً تمہیں منظور کر لیں گی، یہ گفتگو جو آنحضرت اور آپ کے چچا کے درمیان ہوئی تھی خدیجہ کو اس کی خبر پہنچی تو انہوں نے اس باب میں پیغام بھیجا اور آنحضرت کو کہلایا کہ آپ کی قوم کے کسی شخص کو میں جتنا (اجورہ) دیتی ہوں (آپ اس تجارتی سفر کے لیے رضامند ہو جائیں تو) آپ کی خدمت میں اس کا دونائیش کروں گی۔

۸۳

عبداللہ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں: ابو طالب نے کہا، اے میرے بھتیجے، مجھے خبر ملی ہے کہ خدیجہ نے فلاں شخص کو دو بکروں کے عوض اپنا اخیر مقرر کیا ہے جو معاوضہ خدیجہ نے اس کو دیا ہے ہم اس معاوضے پر تیرے لیے تو راضی نہیں، مگر کیا تو اس سے گفتگو کرنے پر آمادہ ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما احببت (تو میا چاہیے)

ابو طالب نے یہ سنا تو خدیجہ کے پاس گئے اور ان سے کہا: اے خدیجہ، کیا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اجرت پر کام دینے کے لیے

راضی ہے ہا ہم کو خبر ملی ہے کہ تو نے فلاں شخص کو دو بکروں کے معاوضہ پر اپنا  
اجیر مقرر کیا ہے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو چار بکروں سے کم پر راضی  
نہ ہوں گے،

خدیجہ نے کہا:  
اگر کسی دور کے مبغوض آدمی کے لئے بھی تو یہ سوال کرتا تو ہم ایسا ہی کرتے،  
چد جائے کہ تو نے تو ایک قریبی دوست کے لئے یہ خواہش کی ہے۔

## نسطور راہب



نفسہ بنت معینہ کہتی ہیں:  
ابوطالب نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہا، وہ رزق ہے کہ خود اللہ تعالیٰ  
نے تیری جانب سے کھینچ کے بھیجا ہے، آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ کے غلام متیسرہ کے ساتھ روانہ  
ہوئے، اور آپ کے جتنے حجاج تھے سب نے اہل قافلہ کو آپ کے متعلق وصیت  
کی، چلتے چلتے آنحضرت اور متیسرہ ناک شام کے شہر بصری میں پہنچے اور  
وہاں ایک درخت کے سایے میں فروکش ہوئے، نسطور راہب نے یہ دیکھ کے  
کہا:

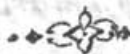
اس درخت کے نیچے بجز پیغمبر کے اور کوئی نہیں اترے،  
میسرہ سے پوچھا:  
کیا اس شخص یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں سرخی ہے؟  
میسرہ نے کہا:  
ہاں اور یہ سرخی کبھی اس سے جدا نہیں ہوتی،

لہذا ذکرہ: اردو میں نوکبرہ گو سفند زینہ کو کہتے ہیں، مگر عربی میں جوان اونٹوں پر اس کا  
اطلاق ہوتا ہے، اور یہاں مراد بھی یہی ہے۔

نسطور نے کہا:

وہ پیغمبر ہے، اور سب میں کچھلا پیغمبر ہے۔

## بتوں سے نصرت



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارتی مال و اسباب کو فروخت کر لیا تو ایک شخص سے مناقشہ ہو پڑا جس نے آنحضرتؐ سے لات و عزی کے طلف اٹھانے کو کہا، آنحضرتؐ نے فرمایا:

میں نے کبھی ان دونوں کی قسم نہیں کھائی، اور میں لوگڑرتے وقت ان سے منہ موڑ لیا کرتا ہوں، اُس شخص نے کہا:

بات وہی ہے جو آپ نے فرمائی، اور پھر منیرہ سے کہا:

هَذَا وَاللَّهِ بَنِي نَجْدَةَ احبارنا (میں نے کتبہم (خدا کی قسم یہ تو وہی پیغمبر ہے جس کی صفت ہمارے مٹلا اپنی کتابوں میں مذکور باتے ہیں)۔

منیرہ کا یہ حال تھا کہ جب دو پہر ہوتی اور گرمی بڑھتی تو وہ دیکھتا کہ دو فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ سے سایہ کر رہے ہیں، یہ سب کچھ اُس کے دل نشین ہو گیا، اور خدا نے اُس کے دل میں آنحضرتؐ کی ایسی محبت ڈال دی کہ گویا وہ آنحضرتؐ کا غلام بن گیا۔

## قافلے کی مراجعت



قافلے نے اپنا تجارتی مال و اسباب فروخت کر کے فراغت کر لی۔ جس میں معمول سے دو چاند نفع اٹھایا، واپس چلے تو مقام مثرانظران میں پہنچ



کے میسرہ لئے عرض کی؛  
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ خدیجہ کے پاس چل دیجئے اور آپ کے  
باعث اللہ تعالیٰ نے خدیجہ کو جو نفع پہنچایا ہے اُس کی اطلاع دیجئے، خدیجہ  
آپ کا یہ حق یاد رکھیں گی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس رائے کے مطابق پہلے روانہ ہو گئے،  
تا آنکہ ظہر کے وقت مکے پہنچے، خدیجہ اس وقت اپنے ایک بالاخانے میں بیٹھی  
ہوئی تھیں، دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر سوار تشریف  
لاتے ہیں اور دو فرشتے ادھر ادھر سے سایہ کئے آتے ہیں، خدیجہ نے اپنے  
ہاں کی عورتوں کو یہ نظارہ دکھایا تو ان کو تعجب ہوا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور منافع کا حال بیان  
کیا تو خدیجہ خوش ہوئیں اور جو کچھ دیکھا تھا بعد کو میسرہ کے آنے پر جب بیان کیا  
تو میسرہ لئے کہا؛

میں توجب سے ملک شام سے واپس چلا ہوں یہی دیکھتا آتا ہوں،  
میسرہ لئے وہ باتیں بھی کہیں جو نسطور راہب نے کہی تھیں، اور اس شخص  
کی گفتگو بھی بیان کر دی جس نے مال کے بیچنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
سے مخالفت کی تھی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم سے خدیجہ کی یہ تجارت ایسی  
کامیاب نکلی کہ تبنا پہلے نفع ہوا کرتا تھا اس کا دو چند نفع ہوا، آنحضرت  
ر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے خدیجہ نے جو معاوضہ نامزد کیا تھا اس کو بھی  
دو چند کر دیا (یعنی بجائے چار کے آٹھ اونٹ دیے)۔

## خدیجہ سے آنحضرت کی تزویج

نفسہ بنت منیہ کہتی ہیں؛

خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قحطی اس بزرگی اور برتری کے ہوتے ہوئے بھی جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے چاہی تھی، حقیقتاً ایک عاقبت اندیش، مستقل مزاج اور شریف بیوی تھیں۔

اور اس وقت تمام قریش میں یہ اعتبار خاندان کے سب سے زیادہ شریف، بہ اعتبار عزت کے سب سے بڑی اور بہ اعتبار مال و دولت کے سب سے بڑھ کے تھیں، اگر ہو سکتا تو قوم کے جتنے لوگ تھے سب ان کے ساتھ نکاح کرنے کے خواہشمند تھے، سب یہ درخواست کر چکے تھے اور سب نے مال و زر بھی پیش کئے تھے۔

خدیجہ کے تجارتی قافلے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب شام سے واپس آئے تو چپکے سے خدیجہ نے مجھے ان کے پاس بھیجا اور میں نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو نکاح کرنے سے کیا امر مانع ہے؟ فرمایا:

میرے ہاتھ میں وہ سامان نہیں جس سے نکاح کر سکوں، میں نے عرض کی: اگر سامان ہو جائے اور آپ کو حسن و جمال و زر و مال و شرف و کفالت کی جانب دعوت دی جائے تو کیا آپ قبول فرمائیں گے؟

اچھا تو کون ہے؟

میں نے عرض کی:

خدیجہ

فرمایا:

وہ میرے لیے کیونکر؟ (یعنی میرے ساتھ ان کی تزویج کی کیا سبیل ہے)

میں نے عرض کی:

یہ میرا دستہ

۱۔ مستقل مزاج، اصل میں جلالت ہے جس کے معنی شدت و قوت والی عورت کے ہیں، استقلال طبیعت کے یہی اوصاف ہیں اور صحارے میں مراد بھی یہی ہے۔

فسر یا: تو میں کروں گا، میں نے جا کر خدیجہ کو خبر دی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ فلاں وقت آئیں، اور اپنے چچا عمر بن اسد کو بلا لیا کہ وہ آکر نکاح کر دیں، چنانچہ وہ حاضر ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچاؤں کے ساتھ تشریف لائے جن میں سے ایک نے رسم نکاح ادا کی، عمر بن اسد نے اس موقع پر کہا:

هَذَا الْبَيْعُ لَا يَتَّبِعُ الْفَتْحَ لِوَهْ عَقْدُ نِكَاحٍ هُوَ كَمَا سَكَانَ كِنَانُكَ بِنْتِ كُرَيْبٍ  
 جاسکتی، یعنی اس پر کسی قسم کی نکتہ جینی و حرف گیری ممکن نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ نکاح کیا ہے تو آپ اس وقت پچیس برس کے تھے اور خدیجہ ان دنوں چالیس برس کی تھیں، واقعہ اصحاب قبیل سے وہ پندرہ برس پہلے پیدا ہو چکی تھیں۔ محمد بن جبیر بن مطعم، عائشہ اور ابن عباس کہتے ہیں: خدیجہ کے چچا عمر بن اسد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدیجہ کا نکاح کیا خدیجہ کے والد حرب فجار سے پہلے مر چکے تھے۔ ابن عباس کہتے ہیں:

عمر بن اسد بن عبد الغزنی بن قسبی نے خدیجہ بنت خویلد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں دیا عمر اس وقت بہت بوڑھے تھے، اسد کے صلب سے اس وقت بجز عمر کے اور کوئی اولاد باقی نہیں رہی تھی، اور عمر بن اسد کے نو کوئی پیدا ہی نہ ہوا،

## دو جھوٹی روایتیں

(۱) معمر بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ بیان کرتے ہوئے



سنا ہے کہ ابو مجلز نے روایت کی کہ خدیجہ نے اپنی بہن سے کہا،  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کے ان سے میرا تذکرہ کر، یہی الفاظ  
تھے یا اسی قسم کے الفاظ کہے، خدیجہ کی بہن آنحضرت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے پاس آئیں  
اور جو خانے بنایا آنحضرت نے ان کو جواب دیا،

ان لوگوں نے یعنی خدیجہ کی طرف کے لوگوں نے، اتفاق کر لیا کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی خدیجہ کے ساتھ نکاح کریں، خدیجہ  
کے والد کو اتنی شراب پلانی گئی کہ وہ مست ہو گئے، پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم  
کو بلا کے خدیجہ کو آب کے نکاح میں دے دیا، بوڑھے کو ایک لباس پہنا دیا،  
جب وہ ہوش میں آیا تو پوچھا،  
یہ حلہ کیسا؟

لوگوں نے جواب دیا:

یہ تجھے تیرے داماد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پہنایا ہے،  
بوڑھا بگڑ گیا اور ہتھیار اٹھالیا، بنی ہاشم نے بھی ہتھیار سنبھالے اور کہا:  
کچھ اس قدر ہم تمہارے خواہشمند تھے،  
اس کٹناکشی کے بعد آخر کار مصالحت ہو گئی۔

(۲) محمد بن عمر نے اس سند کے علاوہ دوسری سند سے یہ روایت کی ہے  
کہ خدیجہ نے اپنے والد کو اس قدر شراب پلانی کہ وہ مست ہو گیا، گائے و بچ کی،  
والد کے جسم میں خوشبو لگائی اور ایک مخطوط (دھاری دار) حلہ پہنایا، جب  
اسے ہوش آیا تو پوچھا:

ما هذا العقیقہ وما هذا البعیر وما هذا الحبیبر؟ ویذیجہ کیسا؟  
یہ خوشبو کیسی؟ اور یہ دھاری دار لباس کیسا؟

خدیجہ نے جواب دیا:

تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں مجھے دیا ہے، یہ سب  
کچھ آسمانوں میں ہے۔  
اس نے کہا:

میں نے یہ کام نہیں کیا، بھلا میں ایسا کروں گا، بزرگان قریش نے تجھے پیغام دیا، تب تو میں نے کیا ہی نہیں،

محمد بن عمر کہتے ہیں:

ہمارے نزدیک یہ سب غلط و سہو و نیاں اور وہم ہے، جو بات ہمارے نزدیک ثابت ہے اور اہل علم سے محفوظ چلی آتی ہے وہ یہ ہے کہ خدیجہ کے باپ خویلد بن اسد کا جنگ فجار سے پیشتر انتقال ہو چکا تھا اور خدیجہ کو ان کے چچا عمرو بن اسد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں دیا تھا۔

## آنحضرت کی اولاد اور ان کے نام

ابن عباس کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے فرزند قاسم تھے جو نبوت سے پہلے کے میں پیدا ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کے نام پر کنیت بھی کرتے تھے، یعنی ابوالقاسم کنیت اسی بنا پر تھے کہ قاسم آپ کے فرزند کا نام نامی تھا،

(۲) بعد کو آپ کے صلب سے زینب پیدا ہوئیں،

(۳) پھر رقیہ پیدا ہوئیں،

(۴) پھر فاطمہ پیدا ہوئیں،

(۵) پھر ام کلثوم پیدا ہوئیں،

(۶) عہد اسلام میں (یعنی بعثت کے بعد) آپ کے صلب سے عبد اللہ

لہ و تم و تو: اصل میں لفظ اول ہے جس کے معنی ضعف، نیاں، وہم اور غلط کے ہیں، توہل کا استعمال ہیں سے نکلا ہے جس کے معنی مرض غلط میں آنے یا لانے کے ہیں۔

پیدا ہوئے جن کا طیب و طاهر لقب پڑا،  
 ان تمام بی زاروں اور بی زاریوں کی والدہ خدیجہ بنت خویلد  
 ابن اسد بن عبد العزی بن قصی، اور خدیجہ کی ماں فاطمہ تھیں، بنت زینبہ  
 ابن المصعب بن مریم بن رواحہ بن حجر بن معین بن عامر بن لوی،  
 ان میں سب سے پہلے قاسم نے انتقال فرمایا، پھر عبد اللہ نے وفات  
 پائی اور یہ دونوں حادثے کئے میں ہوئے، عاص بن وائل السہمی نے اس  
 موقع پر کہا کہ قد انقطع ولادہ فھو ابتر رآب کی اولاد منقطع ہوگی  
 لہذا ابتر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ آیت نازل فرمائی کہ ان شامناکھو الابتر  
 (حقیقت میں ابتر وہ ہے جو تیری عیب جوئی کرتا ہے، یا بچھر پر عیب لگاتا ہے،)  
 محمد بن جعفر بن مطعم کہتے ہیں: رآب  
 قاسم دو برس کے آتھے کہ انتقال کیا۔  
 محمد بن عمر کہتے ہیں:

سلمیٰ صفیہ بنت عبد المطلب کی آزا لونڈی، خدیجہ کی زوجگی میں ایگی کا  
 کام کرتی تھیں (یعنی وہی قابلہ ہوا کرتیں)، لڑکا ہوتا تو خدیجہ نے دو بکریاں  
 لڑکی ہوتی تو ایک بکری کا عقیدہ کرتیں، دو دو لڑکوں کی ولادت کے  
 درمیان ایک ایک کا فاصلہ تھا۔ لڑکوں کے لیے دو دو پلانے والیاں  
 مقرر کیا کرتیں اور ان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی یہ انتظام کر لیتیں،



لے اس روایت کا سلسلہ اشادیوں ہے:

اخا بننا محمد بن عمر قال حدثنی عمر بن سہلۃ الہذلی بن سعید  
 ابن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیہ قال الخ، اس میں سلمۃ الہذلی اور سعید کے  
 درمیان لفظ بن "غلط ہے اور سچا ہے اس کے" عن "ہونا چاہیے، کیونکہ سعید بن محمد کے  
 سلسلہ اولاد میں عمر بن سلمہ نہ تھے، واللہ اعلم۔



## ابراہیم بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عبدالحمید بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کے چھٹے سال ماہ ذی قعدہ میں حدیبیہ سے واپس آئے تو آپ نے حاطب بن ابی بلنتہ کو مقوقس قبلی والی اسکندریہ کے پاس بھیجا اور انہیں ایک خط بھی لکھ دیا جس میں مقوقس کو اسلام کی دعوت دی گئی، مقوقس نے جب یہ خط پڑھا تو حاطب سے اچھی باتیں کیں، خط سر پہ تھرتھا، مقوقس نے اس کو ہاتھی دانت کی ایک ڈیا میں رکھ کے اس پر گھنگا کے ایک لونڈی کے سپرد کر دیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کا جواب لکھا مگر اسلام نہ لایا۔

مقوقس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں

(۱) ماریہ کو۔

(۲) ان کی بہن میرین کو۔

(۳) اپنے گدھے کو جس کا نام لعفور تھا۔

(۴) اپنے خچر کو جس کا نام دلدا تھا، تحفہ بھی اپنے سفید گدھے کا تھا اور ان دونوں

عرب بھریں ایسا خچر نہ تھا۔

ابوسعید کہ اہل علم میں سے تھے، کہتے ہیں:

ماریہ علاقہ اقصا (مصر) کے مقام حن کی تھیں۔

عبدالرحمن بن عبدالرحمن بن ابی صعصعہ کہتے ہیں:

ماریہ قبیلہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے تھے، وہ

گورے رنگ گھونگر والے بال کی حسین و جمیل بیوی تھیں،

## ماریہ قطیبہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور ان کی بہن کو ام سلمہ بنت  
لحان کے ہاں ٹھہرایا اور پھر ان کے پاس آکر دونوں بیٹیوں پر اسلام پیش کیا  
اور دونوں مسلمان ہو گئیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماریہ قطیبہ کو ملک یمن کی حثیت سے  
اپنے پاس رکھا، نبی الانبیا کے اموال کا سیلاب میں آنحضرت کا کچھ مال بمقام  
عالیہ میں تھا، ماریہ کو بھی وہیں بھیج دیا جہاں وہ گرمیوں میں رہیں اور خزاؤں داخل  
میں بھی رہتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں ان کے پاس آیا کرتے تھے،  
وہ اچھی دیندار تھیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماریہ کی بہن سیرین بنت حسان بن ثابت  
شاعر کو بخش دی جن کے بطن سے حسان کے بیٹے عبدالرحمن پیدا ہوئے۔

## بیعت زاورہ اسلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صلب سے ماریہ کے ایک لڑکا  
پیدا ہوا جس کا نام آنحضرت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ابراہیم رکھا ساتویں  
دن آنحضرت نے ان کا غنیمت کیا، ایک بکری ذبح کی، ابراہیم کے سر کے بال  
اُتروائے اور اس کے ہموزن چاندی مسکینوں کو خیرات کی، بالوں کو فسر یا  
توزین میں دفن کر دیئے گئے، اور لڑکے کا نام ابراہیم رکھا، ابراہیم کی  
دانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آزاد لونڈی سلمیٰ تھیں، سلمیٰ نکل کے

اپنے شوہر ابو رافع کے پاس گئیں اور ان سے کہا کہ میں نے ایک لڑکے کی دانگی کی ہے، ابو رافع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آنحضرت کو مبارک باد دی، آنحضرت نے انھیں ایک غلام انعام دیا۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیسیاں رکھنا کھاتے لگیں۔ اور جس وقت ماریہ کے لڑکا ہوا تو ان پر یہ بات گراں گزرتی۔

ابو جعفر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کچھ دنوں) ماریہ کے پاس نہ گئے، کیونکہ آپ کی بیسیوں سروہ گراں گزرتی تھیں بیسیاں ان پر رشک کھاتی تھیں، مگر نہ اس قدر جتنا عائشہ کو رشک تھا۔  
محمد بن عمر کہتے ہیں:

ابراہیم ہجرت کے آٹھویں سال ماہ ذی الحجہ میں ماریہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

انس بن مالک کہتے ہیں:

ابراہیم جب پیدا ہوئے تو جبرئیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا:

السلام علیک یا ابراہیم (اے ابراہیم کے والد السلام علیک)  
انس بن مالک کہتے ہیں: صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حرم سے) باہر نکل کے ہمارے پاس آئے اور فرمایا کہ آج شب کو میرے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے اور میں نے اپنے باپ کے نام پر اس کا نام ابراہیم رکھا ہے۔

حسن کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل رات میرے ایک لڑکا ہوا ہے اور میں نے اپنے باپ کے نام پر اس کا نام ابراہیم رکھا ہے، ابن عباس کہتے ہیں:

ابراہیم کی والدہ سے جب ابراہیم پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم کی ماں کو (جو نیک بیبین تھیں) ان کے لڑکے (ابراہیم) نے



آزاد کر دیا۔

## شیر خوارگی



عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی صعصعہ کہتے ہیں:

ابراہیم جب پیدا ہوئے تو زمان انصار نے باہم رغبت کی کہ کون انھیں دودھ پلائے (یعنی سب چاہتی تھیں کہ ابراہیم کو ہم ہی دودھ پلائیں، کوئی دوسری مرضعہ نہ ہو)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کو ام بردہ کے سپرد کر دیا بنت المنذر بن زید بن ابیدین خواش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار ام بردہ کے شوہر برائے تھے، ابن اول بن خالد بن الجور بن عوف بن منذر بن عمرو بن غنم بن عدی بن النجار۔

ابراہیم کو ام بردہ دودھ پلائی تھیں اور وہ اپنے انھیں رضاعی باپ ماں کے پاس تلخہ بنی النجار میں رہتے تھے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ام بردہ کے گھر آتے تھے اور دو بہر کے وقت وہیں قبول فرماتے تھے اور (اس وقت) ابراہیم آنحضرت (علیہ السلام) کے پاس لائے جاتے تھے،

## آنحضرت اپنے عیال کے ساتھ



انس بن مالک کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات میرے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جس کا نام میں نے اپنے باپ کے نام پر ابراہیم

رکھنا ہے (علیہ السلام)  
 آنحضرت (صلوات اللہ علیہ) نے ابراہیم کو اہم سیف کے حوالے کر دیا  
 جو دینے کے ایک لوہار کی بیوی تھیں، اس لوہار کا نام ابو سیف تھا،  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے چلے اور میں آپ کے پیچھے  
 ہوا، تاکہ ہم ابو سیف کے پاس پہنچے جو اس وقت اپنی دھونکنی دھونک رہے  
 تھے اور تمام گھر دھویں سے بھر گیا تھا، میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 سے آگے بڑھنے میں جلدی کر کے ابو سیف کے یہاں پہنچ گیا اور ان سے کہا:  
 ابو سیف! روک دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے،  
 ابو سیف روک گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑاکے کو بلوایا، سیتے  
 سے لگایا اور جو خدا نے چاہا فرمایا۔

انس بن مالک کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ میں نے کسی کو عیال و اطفال  
 پر مہربان نہ پایا، ابراہیم کے دودھ پینے اور رہنے کا انتظام عوالی مدینہ  
 (بالائی حصہ شہر) میں تھا، آنحضرت وہیں تشریف لیجاتے تھے اور ساتھ ساتھ  
 ہم بھی آتے تھے۔

۸۸

گھر میں دھواں بھرا ہوتا اگر آپ اندر چلے جاتے، کیونکہ ابراہیم کی  
 مرضعہ کے شوہر لوہار تھے، ابراہیم کو آنحضرت (اپنی گود میں) لے لیتے اور  
 بوسہ دیتے تھے۔

عائشہ کہتی ہیں:

ابراہیم جب پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو لیے  
 ہوئے میرے پاس آئے اور فرمایا:  
 میرے ساتھ اس کی شباہت دیکھ،  
 میں نے کہا:  
 میں تو کوئی شباہت نہیں دیکھتی،  
 فرمایا:

کیا تو اس کے گورے رنگ اور گوشت کو نہیں دیکھتی۔

میں نے کہا:

جو صرف دائی (یا اونٹنی) کے دو دھ سے پالا جاتا ہے وہ گورا ہوتا  
فریب ہو جایا کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عائشہؓ کی دوسری روایت عمرہ  
نے کی ہے اور اس کا بھی یہی مضمون ہے، البتہ اس میں یہ فقرہ زیادہ ہے  
کہ عائشہؓ نے کہا:

جسے بھیر کا دو دھ پلایا جائے وہ فریب اور گورا ہوتا ہے

محدثین عمر کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند اس بھیر بکریاں ابراہیمؑ  
کے واسطے مخصوص تھیں اور ایک اونٹنی کا دو دھ بھی انھیں کے لیے خاص  
تھا، یہی باعث ہے کہ ان کا اور ان کی والدہ ماریہ کا جسم اچھا تھا،

## ابراہیم کی وفات

### آنحضرتؐ بوقت وفات ابراہیمؑ

بچھڑے

مکحول کہتے ہیں:

ابراہیمؑ کے نزع روح کا عالم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
عبدالرحمن بن عوف کے سہارے اندر تشریف لائے ابراہیمؑ انتقال کر گئے  
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آب ویدہ ہو گئے، عبدالرحمنؓ نے یہ  
دیکھ کے کہا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی بات تو ہے جس سے  
آپ لوگوں کو منع فرمایا کرتے، مسلمان جب آپ کو روٹے دیکھیں گے



تو سب رونے لگیں گے،

آنحضرت کے جب آنسو تھمے تو فرمایا:  
فقط رحم کی بات ہے، اور جو خود رحم نہیں کرتا اس پر رحم کیا بھی  
نہیں جاتا، ہم تو لوگوں کو صرف نوحہ کرنے سے روکتے ہیں اور اس امر  
سے کہ کسی شخص کا ماتم یوں کیا جائے کہ جو باتیں اس میں نہ ہوں ان کا  
بین ہو،

پھر فرمایا:

اگر یہ جامع راستہ نہ ہوتا (یعنی اگر سبیل موت جامع جمیع عالم  
نہ ہوتی) اگر یہ ایسی راہ نہ ہوتی جس پر سب ہی کو چلنا ہے اور جو ہم میں  
پھیلے ہیں وہ ہمارے اگلوں سے مل جانے والے ہیں، تو اس غم کے  
علاوہ ہم ابراہیم پر کچھ اور ہی غم کئے ہوتے، اور ہم اس حالت میں  
بھی (اسکے اسی وفات) پر رنجیدہ ہیں، آنکھیں اشکیار ہیں، دل بچیدہ  
ہے، مگر ہم ایسی بات نہیں کرتے جو رور و دگار کو ناخوش کر دے، ابراہیم  
کی رضاعت (شیر خوارگی) کا جو زمانہ باقی رہ گیا تو وہ بہشت میں پورا ہوگا،  
عبدالرحمن بن عوف کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کے اس نخلستان کو لے چلے  
جہاں ابراہیم تھے، ان کا دم نکل ہی رہا تھا کہ آپ نے میری آغوش میں  
دے دیا، آنحضرتؐ یہ دیکھ کے آبدیدہ ہو گئے تو میں نے عرض کیا:  
یا رسول اللہ! آپ گریاں ہیں، کیا آپ نے گریہ و بکا سے منع نہیں  
کیا تھا؟

فرمایا:

میں نے نوحہ کی ممانعت کی تھی، دو احمقانہ و فاجرانہ آوازوں کی نعمت  
کی تھی، ایک وہ آواز کہ عیش و نعمت کے وقت بلند ہو جو لہو لعل و مزامیر  
شیطان ہے، اور دوسری وہ آواز کہ مصیبت کے وقت نکلے، جو چہروں کا  
خراشنا، جیب و دامن پھاڑنا، اور شیطان کی جھنکار ہے،

مَدِیْنَةُ میں عبد اللہ بن عمر نے (اسی ذیل میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فقرہ بھی) بیان کیا کہ:  
یہ تو فقط رحم کی بات ہے اور جو خود رحم نہیں کرتا اس پر رحم کیا بھی نہیں جاتا۔

اے ابراہیم اگر یہ (موت کا معاملہ) امر حق نہ ہوتا، اگر یہ وعدہ صادق نہ ہوتا، اگر یہ ایسا راستہ نہ ہوتا جس پر سب ہی کو چلنا ہے اور ہم میں جو پیچھے رہ گئے ہیں وہ بھی اگلوں کے ساتھ عنقریب شامل ہو جانے والے ہیں، تو ہم تجھ پر اس سے کہیں زیادہ سخت رنج کیے ہوتے، اور حقیقت میں ہم تیرے واسطے رنجیدہ ہیں، آنکھ میں آنسو بھرے ہیں، دل رنج سے لبریز ہے، اس پر بھی ہم ایسی بات نہیں کہتے جو پروردگار عزوجل کو ناخوش کر دے۔

کچھول سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرزند ابراہیم کے پاس تشریف لے گئے جو سکرات اور جل چلاؤ کے عالم میں تھے، اور آنحضرت (سلام اللہ علیہ) آبدیدہ ہو گئے، عبد الرحمن بن عوف ساتھ تھے، عرض کی:  
آپ گریہ کرتے ہیں حالانکہ آپ نے گریے سے روکا ہے،

فرمایا:  
میں نے فقط نوح کرنے سے روکا ہے اور اس بات کی ممانعت کی ہے کہ مرنے والے میں جو وصف نہ رہا ہو اس کا بن کیا جائے، اگر وہ بے اختیار تو حقیقت میں رحمت ہے،  
علما کہتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم نے جب انتقال کیا تو

۱۰۱ یہ ایک جملہ معترضہ تھا، اب پھر روایت سابقہ شروع ہوتی ہے، آنحضرت صلوات اللہ علیہ کے بقیہ ارشادات

آنحضرت (علیہ السلام) نے فرمایا: دل عنقریب رنجیدہ ہو اچانتا ہے، آنکھ عنقریب اشکبار ہونے کو ہے، بائیں ہاتھ ایسی بات ہرگز ہم نہ کہیں گے جو پروردگار کو ناخوش کر دے، اگر یہ سچا وعدہ اور جامع دن نہ ہوتا تو ہمارا غم تجھ پر بہت سخت بڑھ جاتا، اور اے ابراہیمؑ ہم تیرے لیے رنجیدہ ہیں۔

مکبیر بن عبد اللہ بن الأشج سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیمؑ پر گریہ فرمایا، اسامہ بن زید نے چیخ کے نالک، آنحضرت نے انھیں روک دیا، اسامہ نے عرض کی: میں نے تو آپ کو روتے دیکھا،

www.KitaboSunnat.com

فرمایا:

رونا رحمت سے ہے اور چیخنا شیطان سے،  
حکم کہتے ہیں:

ابراہیمؑ نے جب انتقال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ مگدو داخل نہ ہوتی، اگر یہ معلوم وقت نہ ہوتا، تو جنت رنج ہم نے کیا ہے اس سے زیادہ سخت رنج کرتے، آنکھ آبدیدہ ہے، دل رنجیدہ ہے، مگر اللہ نے چاہا تو ہم وہی بات کہیں گے جو پروردگار کو راضی رکھے، اور اے ابراہیمؑ ہم تیری وفات پر رنجیدہ ہیں،  
فقادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیمؑ نے وفات پائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آنکھ آبدیدہ ہے، دل رنجیدہ ہے، مگر اللہ نے چاہا تو ہم ابھی ہی بات کہیں گے، اور اے ابراہیمؑ ہم تجھ پر غمگین ہیں:

اسی روایت میں آنحضرت علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا:

ابراہیمؑ کی بقیہ شیر خوارگی بہشت میں پوری ہوگی،  
عمر بن سعید کہتے ہیں: ابراہیمؑ نے جب وفات پائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:



ابراہیم میرا فرزند ہے، وہ دودھ پیتے مرا ہے، بہشت میں اس کے لیے دودھ پلانے والی دانی ہے جو اس کی شیرخوارگی کی تکمیل کر رہی ہیں۔  
شعبی کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت میں ابراہیم کو ایک دودھ پلانے والی دانی ہے جو اس کی شیرخوارگی کا بقیہ پورا کر رہی ہے۔  
براہن غائب کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم کا جب انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی ایک دودھ پلانے والی بہشت میں ہے۔

انس بن مالک کہتے ہیں:

میں نے ابراہیم کو دیکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ہونے لگا رہے تھے یہ دیکھ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھیں بھرا میں اور فرمایا کہ آنکھ آبدیدہ ہے، دل سنجیدہ ہے، اور ابراہیم کی ایسی بات کے جو ہمارے پروردگار کو راضی رکھے کچھ اور نہیں کہتے اے ابراہیم! واللہ ہم تیرے لئے غمگین ہیں۔

تفادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیم کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا کہ اس کی شیرخوارگی بہشت میں پوری ہوگی۔

براہن غائب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیم پر نماز پڑھی، جو (ماریہ) قبیلہ کے لٹن سے تھے، ابراہیم جب مرے ہیں تو تم لوگ تمینے کے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لہ وہ دودھ پیتے مرا ہے؛ اصل میں ہے انہما مات فی الشدی عربوں میں ان دنوں محاورہ تھا کہ جو بچے عالم شیرخوارگی میں انتقال کرتے ان کے لیے کہتے "دہ چھاتی" پستان میں مرا ہے" مفاد وہی ہے جو ترجمے میں ہے۔

نے فرمایا کہ اُس کے لئے ایک اتا ہے جو بہشت میں اُس کی شیرخوارگی پوری کر رہی ہے، اور وہ صدیق ہے۔

عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیم پر نماز پڑھی اور وہ سولہ (۱۶) مہینے کے تھے!

برائے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابراہیم کی ایک دودھ پلانے والی بہشت میں ہے جو اس کی شیرخوارگی کا بقیہ پورا کر رہی ہے، اور وہ صدیق اور شہید ہے۔ اسماعیل اللہ ہی کہتے ہیں؛

میں نے انس بن مالک سے پوچھا کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیم پر نماز پڑھی تھی؟ انہوں نے کہا: مجھے معلوم نہیں اللہ ابراہیم پر رحم کرے، وہ اگر جیتے تو صدیق و نبی ہوتے۔

انس بن مالک کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیم پر (جنازہ کی نماز میں) چار تکبیریں کہیں،

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم نے انتقال کیا تو آنحضرت نے اُن پر نماز پڑھی،

سُخْرُ بنحو الاعدی بن ثابت روایت کرتے ہیں کہ عدی نے براہِ کویہ کہتے سنا کہ بہشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند متوفی کی دودھ پلانے والی یادانی ہے۔

حدیث میں دودھ پلانے والی کا لفظ تھا یادانی کا ہر سُخْر کو اس میں شک ہے۔

براہِ کویہ کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم نے سولہ (۱۶)

مہینے کی عمر میں وفات پائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
اُسے بقیع میں دفن کرو اس لئے کہ اُس کی ایک دووہہ پلانے والی بہشت  
میں ہے ابراہیمؑ آنحضرت کی جاریہ قبیلہ کے بطن سے تھے۔

محمد بن عمران بن علی بن ابی طالب کہتے ہیں؛  
بقیع میں پہلے پہل عثمان بن مظعون دفن ہوئے، پھر ابراہیمؑ فرزند  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نوبت آئی۔  
محمد بن موسیٰ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ محمد بن عمران بن علی  
ابن ابی طالب نے مجھے خبر دینے کے لیے اپنے ہاتھ سے اشارہ  
کیا کہ۔

91  
بقیع کی حد پر پہنچ کر اُس مزبلے کے نیچے سے گزرتے ہوئے  
جو مکان کے چھوٹے بائیں جانب سے ہوئے مکان کی مشتی سے  
آگے براہ گئے، تو وہیں ابراہیمؑ کی قبر ہے۔  
ابراہیم بن نوفل بن المغیرہ بن سعید الباشمی نے خاندان علی  
(ابن ابی طالب) کے ایک شخص سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے جب ابراہیمؑ کو دفن کر لیا تو فرمایا،  
کیا کوئی ہے جو ایک مشک لائے؟  
ایک انصاری یہ سن کے ایک مشک پانی لایا تو آنحضرت  
علیہ السلام نے فرمایا:

اسے ابراہیمؑ کی قبر پر چھڑک  
ابراہیمؑ کی قبر راستے سے قریب ہے، اسی کے ساتھ راوی نے  
اشارہ کیا کہ یہ قبر عقیل کے مکان کے قریب ہے۔  
علماء کہتے ہیں؛

ابراہیمؑ کی قبر برابر ہو گئی تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ جیسے پتھر قبر کے کنارے پڑا ہوا آنحضرت  
اپنی انگلی سے برابر کرنے لگے اور فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جب



کوئی کام کرے تو اُسے درست طور پر کرنا چاہئے کہ مصیبت زدہ کی طبیعت کو اس سے تسلی ہوتی ہے۔

کچھول کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے کی قبر کے کنارے دیکھا تو لحد میں ایک شگاف نظر آیا، گو رکن کو خشک مٹی کا ایک ٹکڑا اڑا ڈھیللا اُدے کے فرمایا:

اتھالا تضر ولا تنفع وللهافضة عين اتحي (یہ نہ مضر ہے نہ مفید لیکن زندہ آدمی کی آنکھ میں اس سے ٹھنڈک آتی ہے یعنی مرنے والے کو قبر کی نادرستی و دورستی سے کیا سہ و کار نہ اس سے مضرت نہ اُس سے نفع) ماہم دیکھنے والا جب قبر کو درست دیکھتا ہے تو یک گونہ تسلی ہوتی ہے۔

## کسوف بوقت وفات ابراہیم

سائب بن مالک کہتے ہیں: آفتاب میں کسوف (گرہن) آگیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم نے اسی دن وفات پائی۔

مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں: جس دن ابراہیم کی وفات ہوئی سورج میں گرہن لگ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں آفتاب و ماہتاب بھی ہیں، کسی کی موت سے ان میں گرہن نہیں لگتا، جب تم ان دونوں کو گرہن کی حالت میں دیکھو تو ڈو ڈا کرو تا آنکہ کھل جائیں۔

لہ خشک مٹی کا ٹکڑا یا ڈھیللا: اصل میں لفظ مدرہ ہے جس کے یہی معنی ہیں۔

محمود بن لبید کہتے ہیں:  
جس دن ابراہیمؑ کی وفات ہوئی آفتاب میں گہن لگ گیا،  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا تو باہر نکل آئے اللہ تعالیٰ  
کی حمد و ثنا کی اور فرمایا:

## سخت ترین حادثے میں بھی ہدایت و اصلاح جاری ہی

أما بعد! أيها الناس إن الشمس والقمر آيات الله  
لا ينفكمان موت أحدهما لحيات الآخر فإذ أنزلتم ذلك فافزعوا  
إلى المساجد -

(اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد اے لوگو واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ  
کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں آفتاب و ماہتاب بھی ہیں؛ کسی  
کی موت سے گناتے ہیں نہ کسی کی حیات سے؛ لہذا جب  
تم یہ کیفیت دیکھو تو (زوال نعمت کے نونے سے) سہمے  
ہوئے مسجدوں کی جانب رجوع کرو، یعنی جناب النبیؐ میں دست  
بدعا ہو کہ اپنے فضل سے جو نور و نعمت ہیں عنایت فرمائی ہے  
وہ برقرار رہے، ایسا نہ ہو کہ انہیں کی طرح ان میں بھی زوال آئے)  
یہ کہتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو  
بھر آئے،

لوگوں نے عرض کی:  
یا رسول اللہ! آپ تو خدا کے پیغمبر ہیں، پھر آپ روتے ہیں؟  
فرمایا:

میں فقط ایک انسان ہی تو ہوں، آنکھ میں آنسو بھرے ہیں،  
دل میں خشوع ہے، بائیں ہمد ایسی بات نہیں کہتا جو پروردگار کو ناراض کر دے

خدا کی قسم اے ابراہیم، حقیقت میں ہم تیرے لئے رنجیدہ ہیں،  
ابراہیم نے جب انتقال کیا ہے تو اٹھارہ چہینے کے تھے اور  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا کہ ابراہیم کی ایک  
دودھ پلانے والی بہشت میں ہے،

عامر کہتے ہیں:

ابراہیم اٹھارہ چہینے کے تھے کہ وفات پائی۔

اسما بنت یزید کہتی ہیں:

۹۲ ابراہیم نے جب وفات پائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
آنکھوں میں آنسو بھر آئے، تعزیت کرنے والے نے عرض کی:  
یا رسول اللہ خدا کا حق جاننے پہچاننے کے سب سے زیادہ شایاں  
آپ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آنکھ میں آنسو بھرے ہیں دل رنجیدہ ہے، مگر ہم ایسی بات نہیں  
کہتے جو پروردگار کو ناراض کر دے، اگر یہ (وعدہ موت) سچا اور جامع  
وعدہ نہ ہوتا، اگر پچھلے اگلوں کے ساتھ جا ملنے والے نہ ہوتے تو اے  
ابراہیم تجھ پر ہم اس سے زیادہ غم کر سکتے اور ہم واقع میں تیرے  
واسطے رنجیدہ ہیں۔

عبدالرحمن بن حسان بن ثابت اپنی والدہ سیرین سے روایت  
کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا:

ابراہیم کے حادثے میں موجود تھی میں نے دیکھا کہ جب میں اور  
میری بہن چینی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت روکتے  
نہ تھے، ابراہیم جب انتقال کر گئے تو آپ نے نالہ و فریاد سے منع فرمایا،  
فضل بن عباس نے غسل دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور  
عباس بیٹھے ہوئے تھے، اس کے بعد جنازہ اٹھایا گیا تو میں نے دیکھا  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے کنارے تھے اور عباس آپ کے



پہلو میں بیٹھے تھے، قبر میں فضل بن عباس و اسامہ بن زید اترے، میں  
قبر کے پاس آ رہی تھی مگر کوئی منع نہیں کرتا تھا،  
اس دن آفتاب گنا گیا تو لوگوں نے کہا، یہ ابراہیم کی موت کے  
باعث ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آفتاب تگسی کی موت  
و حیات سے نہیں گننا تا،

اینٹ میں شکاف دیکھ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
حکم دیا کہ اسے بند کرو یا جائے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم سے گزارش کی گئی تو فرمایا،

اس سے نہ ضرر پہنچتا ہے نہ نفع ہوتا ہے، لیکن زندہ آدمی کی  
آنکھ اس سے خشک ہوتی ہے، بندہ جب کوئی کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ  
چاہتا ہے کہ اسے درست اور ٹھیک طرح سے کرے۔

ابراہیم نے سہ شنبہ کے دن وفات پائی، ربیع الاول کی دس  
شعب گزر چکی تھیں اور دسواں سال تھا (یعنی ربیع الاول سنہ)۔

عبداللہ بن عبد الرحمن بن ابی صعصعہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم نے بنی مازن میں امم بردہ کے پاس وفات  
پائی، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
فی الواقع بہشت میں ایک مہضوہ اس کی شیر خوارگی کے دن  
پورے کر رہی ہے۔

امم بردہ کے گھر سے ایک چھوٹی سی چوکی پر جنازہ اٹھایا گیا،  
اور بقیع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نماز پڑھی،  
استفسار کیا گیا:

لہ چوکی: اصل میں سریر صغیر ہے، آج کل تو ایک زمانے سے عربی میں سریر  
کا لفظ چار پائی، پلنگ، مسیر کا، اور کوخ ب کے لئے استعمال ہوتا ہے، مگر  
ان دونوں اتنی تعمیم نہ تھی کہ صرف تخت اور چوکی تک محدود تھا۔

یا رسول اللہ ہم انہیں کہاں دفن کریں؟

فرمایا:

ہمارے سلف عثمان بن مظعون کے پاس۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام بروہ کو ایک قطعہ نخلستان  
عنایت فرمایا جسے منتقل کر کے انہوں نے بدلے میں عبد اللہ بن زمعہ  
ابن الاسود الاسدی کا مال حاصل کر لیا،

عم بن الحکم بن ثوبان کہتے ہیں:  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو ایک پتھر ان کی  
(یعنی ابراہیم کی) قبر پر رکھ دیا اور قبر پر پانی کا چھڑکاؤ ہوا۔  
محمد بن عبد اللہ بن مسلم کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن  
عمر و بن حزم کو میں نے اپنے چچا یعنی زہری سے روایت کرتے سنا کہ  
وہ کہتے تھے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم اگر زندہ رہتے  
تو میں ہر ایک قبلی سے جزیہ لیا قسط کر دیتا۔  
ابن جابر نے کھول کر روایت کرتے سنا کہ ابراہیم نے جب  
وفات پائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا:  
وہ (یعنی ابراہیم) اگر زندہ ہوتا تو اس کا کوئی مامو غلام نہ ہوتا  
(یعنی قبلی قوم کے تمام لوگ ابراہیم کے طفیل میں آزاد ہو جاتے)۔

انہدام و تعمیر خانہ کعبہ

تعمیر میں قریش کے ساتھ آنحضرت کی شرکت

عمرو الہذلی، ابن عباس، محمد بن جبیر بن مطعم، جن کی روایتیں اس میں

مل جل گئی ہیں، یہ سب کہتے ہیں:

پانی کی روکتے پر واقع تھی، سیلاب اس کے اوپر سے آتا تھا، ماں کہ خانہ کعبہ تک پہنچ جاتا تھا جس کے باعث درڑ اور شگاف بھی اس میں آگیا تھا، قریش ڈرے کہ منہدم نہ ہو جائے، کچھ زیور اور سونے کا ایک ہرن کہ موتی اور جو اہرات سے مرصع زمین پر نصب تھا بیت اللہ سے چوری گئے،

انھیں دونوں سمندر میں ایک جہاز آ رہا تھا جس میں رومی (عیسائی) سوار تھے اور باقوّم نام ایک شخص ان کا سرگروہ تھا، یہ شخص مہار بھی تھا ہوانے جہاز کو درہم برہم کر کے مقام شعبیہ پہنچا دیا کہ جدے سے پہلے جہازوں کی بندرگاہ یہی مقام تھا، یہاں آ کے جہاز ٹوٹ گیا، ولید بن مغیرہ کچھ قریشیوں کے ساتھ جہاز تک پہنچے اس کی لکڑیاں مول لیں، باقوّم رومی سے بات چیت کی جو ان کے ساتھ ہو لیا، اور لوگوں نے کہا، لو بنینا بیت ربنا (اگر ہم اپنے پروردگار کا گھر بنائیں۔ فصیح حادّ جالبیت اسی قدر بے مطلب یہ کہ اگر ہم اپنے پروردگار کا گھر بنائیں یعنی خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر کریں تو کیا اچھی بات ہے)۔

## آنحضرت بیت اللہ کی عمارت گری میں

قریش نے یہ انتظام کیا کہ پتھر جمع کر کے کنارے صاف و درست کر لیے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انھیں لوگوں کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کے لے جا رہے تھے، آپ اس وقت سنتیس (۳۵) برس کے تھے،

حالت یہ تھی کہ لوگ اپنی اپنی تہ بند کے دامنوں کو اٹھا کے گردن پر ڈال لیتے تھے اور پتھر اٹھاتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے بھی



یہی کیا مگر دامن پھنس جانے کے باعث پھسل جانے کی نوبت آچلی تھی کہ پیکار ہوئی، عوسرت تک (اپنا پروہ یعنی اپنی سرعورت کا خیال رکھو اور دیکھو بے پردگی نہ ہونے پائے) یہ پہلی پیکار تھی، ابو طالب نے کہا، اے میرے بیٹے مجھے اپنے تہ بند کا دامن سر پر ڈال لے، آنحضرت نے فرمایا، یہ جو کچھ مجھے پیش آیا محض اپنی تعدی کے باعث پیش آیا۔ اس کے بعد کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پروہ مکشوف نظر نہ آیا۔

## اخلاق جاہلیت

جب خانہ کعبہ (کی قریب الانہدام عمارت) کے ڈھلانے پر سب نے اتفاق کر لیا تو کسی نے کہا: اس کی عمارت میں صرف پاک کھائی داخل کرو، اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ کوئی قطع رحم نہ ہونے پائے اور نہ اس میں کسی پر زور و ظلم ہو۔ انہدام کی ابتدا ولید بن مغیرہ نے کی، پھاؤڑا لے کے کھڑا ہو گیا اور تیچھ گرانے لگا، کہتا جاتا تھا: یا اللہ تجھے ناراض کرنا مقصود نہیں، ہم لوگ تو فقط بہتری چاہتے ہیں۔

ولید خود بھی انہدام میں لگا رہا، اور قریش نے بھی ساتھ دیا جب ڈھانچکے تو عمارت شروع کی، بیت اللہ کا امتیاز و اندازہ کر کے تعمیر کیے قرع ڈالے،

رکن اسود سے رکن حجر تک کعبے کے پیش خانے کی تعمیر  
بنی عبد مناف اور بنی زہرہ کے حصے میں آئی۔

رکن حجر سے دو مہرے رکن حجر تک بنی اسد بن عبد العزی  
و بنی عبدالدار بن قحطی کے حصے میں آیا۔

بنی تیم و بنی مخزوم کے حصے میں ماہین رکن حجر تاہ رکن  
یسانی۔

بنی سہم و بنی جمح و بنی عدی و بنی عامر بن لؤئی، ماہین رکن یسانی  
تاہ رکن اسود، اسی تقسیم کے مطابق سب نے تعمیر آغاز کی۔

## وضع حجر اسود

### قرعہ فال بتام عبیب ذوالجلال

عمارت جب اس حد تک پہنچی جہاں خانہ کعبہ میں رکن و نصب کرنے  
کا موقع تھا تو ہر قبیلے نے اس کے لیے اپنے اپنے استحقاق پر زور دیا  
اور اس قدر مخالفت ہوئی کہ جنگ کا اندیشہ ہونے لگا،

آخر یہ رائے قرار پائی کہ باب بنی شیبہ سے پہلے پہل جو داخل ہو  
وہی حجر اسود کو اٹھا کے (اپنی جگہ پر) رکھ دے۔

سب نے اس پر رضامندی ظاہر کی اور اس رائے کو تسلیم کر لیا،  
باب بنی شیبہ سے پہلے پہل جو اندر آئے وہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم تھے، لوگوں نے جب آپ کو دیکھا تو بول اٹھے:  
یہ امین ہیں، ہمارے معاملے میں جو فیصلہ یہ کریں گے ہم اس پر راضی ہیں۔

۱۔ رکن : حجر اسود۔

## آنحضرت کا فیصلہ

قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قرارداد سے اطلاع دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر اپنی چادر بچھا دی اور رکن (حجر اسود) اس میں رکھ کے فرمایا:

قریش کے ہر ایک ربع سے ایک ایک شخص آئے (یعنی تمام قریش جو چار بڑی جماعتوں میں منقسم ہیں ان میں سے ہر جماعت اپنا اپنا ایک ایک قائم مقام منتخب کر لے)۔

ربع اول نبی عبد مناف میں اکتبہ بن ربیعہ (منتخب) ہوئے،  
ربع ثانی میں ابو زمعہ،

ربع ثالث میں ابو حذیفہ بن المغیرہ،  
اور ربع رابع میں قیس بن عدی،

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم میں سے ہر فرد اس کپڑے کا ایک ایک گوشہ پکڑ لے اور سب مل کے اسے اٹھاؤ۔ سب نے (اسی طرح) اٹھایا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو اسی جگہ (جہاں وہ ہے) اپنے ہاتھ سے اٹھا کے رکھ دیا،

سجد کے ایک شخص نے بڑھ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک پتھر دینا چاہا جس سے آنحضرت رکن کو مضبوط رکھ سکیں، عباس بن عبد المطلب نے کہا ”نہیں“ اور اس شخص کو ہٹانے کے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک پتھر دیا جس سے آپ نے رکن کو مضبوط فرمایا سجد ہی اس ہٹانے کے جانے پر غضبناک ہوا تو آنحضرت



صلوات اللہ علیہ لے فرایا:  
 بیت اللہ میں ہمارے ساتھ وہی شخص عمارت کا کام کر سکتا ہے  
 جو ہم میں سے ہو، نجدی لے کہا،  
 تعجب ہے ایسے لوگ جو اہل شرف ہیں، عقلمند ہیں، مس میں،  
 صاحب مال ہیں، اپنے وسیلہ کرمیت و بزرگی و حفاظت میں ایسے  
 شخص کو اپنا سرگروہ قرار دیتے ہیں جو عمر میں سب سے چھوٹا اور  
 سب سے کم مال و دولت رکھتا ہے، گو یا سب لوگ اس کے  
 خدمت گزار ہیں، آگاہ ہو جاؤ، خدا کی قسم یہ شخص سب سے بڑھ جائے گا،  
 سب کو اپنے پیچھے چھوڑ جائے گا، اور خوش سبختی و سعادت ان سب  
 سے بانٹ لیگا،  
 کہا جاتا ہے کہ یہ کہنے والا ایس تھا،  
 ابو طالب نے اس موقع پر کہا:

اتلنا اولاً وَاخِرَةً      فِي الْحِكْمِ وَالْعَدْلِ الَّذِي لَا يَنْكُرُ  
 (اس کی ابتدا بھی حقیقت میں ہمارے ہی      حکم میں بھی اور عدل میں بھی جس میں  
 لئے اور انتہا بھی)      مجال انکار نہیں)

وَقَدْ عَمِدْنَا خَيْرَةً وَاكْبَرَهُ      وَقَدْ عَمِدْنَا حَمْدًا لِنَعْمِكَ  
 (ہم نے اس کی تعمیر اور اس کے آباد کرنے      کے لئے کوشش کی)

فَإِنْ يَكُنْ حَقًّا فِينَا أَوْفَرًا

(اب اگر کوئی حق ہے تو بدرجہ وافر و کثیر ہم ہی لوگوں میں ہے)  
 پھر تعمیر ہونے لگی، تا آن کہ لکڑی کی جگہ آئی (یعنی چھت بنانے  
 کی نوبت پہنچی جس میں لکڑیوں کی ضرورت پڑتی ہے) پسند رہے

شہتیر لہ تھے جن پر چیت قایم کی گئی، سات ستونوں پر بنیاد رکھی اور  
حجر کو بیت اللہ کے باہر کر دیا۔

## نقص بنیان

عائشہؓ کہتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اے عائشہؓ) تیری قوم  
نے کعبے کی عمارت میں کھجی کر دی، اگر کوہ شہرگ کو چھوڑ کے ابھی نئے نئے  
مسلمان نہ ہوئے ہوتے تو جو کچھ اس تعمیر میں انھوں نے چھوڑ دیا ہے  
میں اس کو پھر سے بنا دیتا، میرے بعد اگر تیری قوم اسے بنانا  
چاہے تو آ، انھوں نے جو چھوڑا ہے میں اسے تجھ کو دکھا دوں۔  
اس کے بعد آپ نے حجر میں سات گز کے قریب قریب  
عائشہؓ کو دکھایا (جسے خالی چھوڑ دیا گیا تھا)۔

عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیان  
میں یہ بھی (فرمایا تھا کہ زمین میں اس کے دو مشرقی و مغربی دروازے  
بھی میں بناتا۔ کیا تو جانتی ہے کہ تیری قوم نے کس لئے دروازہ اونچا  
کر دیا؟

میں نے عرض کی، میں تو نہیں جانتی۔

فرمایا:

تعریز کے لیے کہ جسے وہ چاہیں وہی اندر آسکے اور کوئی دوسرا  
داخل نہ ہو۔ جب یہ لوگ کسی کے اندر آئے تو مکر وہ خیال کریں تو

لہ شہتیر: اصل میں لفظ 'جائز' ہے جس کے یہی معنی ہیں۔ حجر: وہ مقام جس پر عظیم حادی ہے  
اور خانہ کعبہ زاوہ اللہ شرفاً تغلیماً گوشالی جانب سے محیط ہے۔

اُسے چھوڑ دیتے تھے کہ وہ داخل ہونے لگتا تو اُسے ڈھکیلتے یہاں تک کہ گر پڑتا۔

سعید بن عمر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے: میں نے قریش کو دیکھا کہ دو شنبہ و بیخ شنبہ کے دن خانہ کعبہ کو کھولتے تھے جس کے دروازے پر دربان بیٹھے ہوتے، وہ شخص (جسے زیارت کرنی ہوتی) چڑھ کے اوپر آتا (اور پھر دروازے میں سے ہو کے اندر جاتا) اگر مراد یہ ہوتی کہ وہ اندر آئے تو وہ ڈھیل دیا جاتا جس سے وہ گر پڑتا، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ چوٹ بھی لگتی کعبے کے اندر جوتی پہنے داخل نہ ہوتے، اُس کو بڑی (بڑی) بات جانتے تھے، زینے کے نیچے اپنی جوتیاں رکھ دیا کرتے تھے۔

ابن قریش کے ایک آزاد غلام تھے، کہتے ہیں کہ میں نے عباس بن عبدالمطلب کو کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج کے موقع پر دھاری دارغلاف چڑھایا۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی، یا رسول اللہ! آپ کب سے پیغمبر ہوئے؟ لوگوں نے کہا ہائیں، ہائیں! آنحضرت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے فرمایا: اُسے کہنے دو، آدم ہنوز روح و جسم کی درمیانی حالت میں تھے کہ میں پیغمبر تھا۔ ابن ابی الجعداء کہتے ہیں: میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! آپ کب سے پیغمبر ہوئے؟ فرمایا: جب آدم ہنوز روح اور جسم کے درمیان تھے۔



مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر کہتے ہیں  
ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کب سے مخیر ہیں؟  
فرمایا: آدم کی روح و خاک کے درمیان (یعنی روح و خاک سے آدم علیہ السلام  
کا جسم ابھی مرکب بھی نہ ہوا تھا کہ مجھے شرف نبوت حاصل ہو چکا تھا،  
مطلب یہ کہ میری نبوت ازلی ہے، موقت نہیں ہے)

عائشہ کہتے ہیں:

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی آپ کب سے مخیر ہوئے؟  
فرمایا مجھ سے جب شتاق لیا گیا ہے تو آدم اس وقت روح و جسم کی درمیانی حالت میں تھے  
عرباض بن ساریہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں،  
کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے

سنا:

آدم ہنوز اپنی خاک ہی میں رہے تھے کہ میں خدا کا بندہ  
اور خاتم النبیین ہو چکا تھا، میں ابھی ابھی تم لوگوں کو اس کی خبر بھی دیتا  
ہوں، میرے والد ابراہیم (خلیل اللہ علیہ السلام) کی دعا میرے لیے  
عیسیٰ (علیہ السلام) کی بشارت، اور میری ماں کا خواب جو انھوں  
نے دیکھا تھا (یہ تمام باتیں ولادت سے پیشتر ہی ظہور کی خبر دے  
چکی تھیں۔  
پیغمبروں کی نبیوں ہی رویا دیکھتی ہیں اور اسی طرح انھیں خواب  
دکھایا جاتا ہے،

وضع محل کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے  
ایک نور دیکھا تھا کہ آن کے لیے شام کے ایوان (تہک) اُس سے روشن  
ہو گئے تھے۔

صنعاک سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے والد ابراہیم  
کی دعا ہوں، خانہ کعبہ کے قاعد سے بلند کر رہے تھے کہ انھوں نے کہا تھا

ربنا وابعث فيهم رسولا منهم (اے ہمارے پروردگار،  
ان لوگوں میں ایک پیغمبر بھیج جو انہیں میں سے ہو) اس کو پڑھ کے آنحضرتؐ  
نے آخر تک یہ آیت تلاوت فرمائی۔

عبداللہ بن عبدالرحمن بن مہر کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے والد ابراہیمؑ  
کی دعا ہوں اور میرے لیے عیسیٰ بن مریمؑ نے بشارت دی تھی۔  
ابو امامہ باریلی کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی گئی کہ یا رسول اللہؐ آپ  
اپنے ابتدائے امر سے آگاہ فرمائیے، حضرت نے فرمایا: میرے والد  
ابراہیمؑ کی دعا اور میرے لیے عیسیٰ بن مریمؑ نے بشارت دی۔  
قتادہ کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آفریش و خلقت  
میں سب سے پہلا اور بشارت میں سب سے پچھلا شخص ہوں۔

## علامات نبوت قبل وحی

خالد بن معدان کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی گئی کہ آپ اپنی  
نسبت ہمیں مطلع فرمائیے، ارشاد ہوا:

ہاں میں دعائے ابراہیمؑ ہوں، میری بشارت عیسیٰ بن مریمؑ نے  
دی، میری ماں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا کہ ان سے آہٹ  
ایسا نور نکلا کہ شام کے قصر و ایوان (تک) اُس سے روشن ہو گئے۔  
میري رضاعت قبیلہ ابی سعد بن بکر میں ہوئی ایک مرتبہ میں اپنے  
(رضاعی) بھائی کے ساتھ تھا، ہم اپنے مکانات کے پیچھے جانوروں کو

۹۷

چرا ہے تھے کہ دو سفید پوش آدمی سونے کا ایک طشت لیے جو برف سے  
 لہریز تھا، ہرے پاس آئے، دونوں نے پیکر کے میرا سینہ چاک کیا، میرا دل  
 نکالا اور چاک کر کے ایک سیاہ نقطہ نکال کر پھینک دیا،  
 میرے سینے اور دل کو اسی برف سے دھویا اور پھر ان میں  
 سے ایک نے دوسرے سے کہا: انھیں ان کی امت کے سو آدمیوں کے برابر تو ان کے  
 ساتھ تجھے تو لاؤ بھاری ٹھہرا، پھر کہا: انھیں انکی امت کے ہزار آدمیوں کے برابر وزن  
 کرو وزن ہو تو پھر میں بھاری ٹھہرا، آخر اس نے کہا: انھیں چھوڑ دے کہ اگر ان کی  
 تمام امت کے ساتھ ان کا وزن ہو تب بھی انھیں کا پلہ بھاری رہے گا۔  
 موسیٰ بن عبیدہ اپنے بھائی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں  
 نے کہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پیدا ہوئے اور زمین پر آئے  
 تو دونوں ہاتھوں کے بل تھے، سر آسمان کی جانب اٹھا ہوا تھا،  
 اور ہاتھ میں ایک مشت خاک تھی، خاندان کرب کے ایک شخص کو  
 یہ خبر پہنچی تو اس نے اپنے ایک ساتھی سے کہا:  
 اسے بچا، فال اگر سچ نکلی تو واقعاً یہ سچا اہل زمین پر غالب آئے گا۔  
 انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ اسی حالت میں ایک آنے والا آپ کے  
 پاس آیا جس نے پیکر کے آپ کا شکم چاک کر ڈالا اور اس میں سے  
 ایک نقطہ نکال کر پھینک دیا اور کہا، ہذا نصیب الشیطان  
 منک (مجھ میں سے یعنی تیرے جسم میں سے یہ شیطان کا حصہ تھا)  
 پھر سونے کے ایک طشت میں اسے رکھ کے آب زمزم سے دھویا  
 اور جوڑ دیا، تجھے آنحضرت کی دایہ کے پاس (یہ کہتے ہوئے) دوڑے  
 کہ ”محمد قتل ہو گئے، محمد قتل ہو گئے“ (صلی اللہ علیہ وسلم) دو رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں تو (دیکھا) آپ کا رنگ متغیر تھا  
 انس کہتے ہیں:



فی الواقع ہم دیکھا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے میں سوئی (بجلیہ) کا نشان موجود ہے۔

زید بن اسلم کہتے ہیں:   
 حلیمہ جب (بچے میں) آئیں تو ساتھ ان کے شوہر بھی تھے اور ایک چھوٹا بچہ تھا جسے دودھ پلاتی تھیں، اس بچے کا نام عبد اللہ تھا، سفید رنگ کی ایک گدھی اور ایک بوڑھی سن دراز اونٹنی بھی تھی جس کا بچہ بھوک کے مارے مر چکا تھا، اور اس کی ماں (یعنی اونٹنی) کے تھن میں دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ تھا، ان لوگوں نے آپس میں گفتگو کی کوئی بچہ مل گیا تو اسے دودھ پلائیں گے۔

حلیمہ کے ساتھ قبلہ سعد کی (دوسری) عورتیں بھی تھیں، سب نے آآکے چند روز قیام کیا، بچے لیے مگر حلیمہ نے کوئی نہ لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر پیش کیے جاتے تھے مگر وہ کہتی تھیں، یتیم کا اب لہ (بچہ یتیم ہے، اس کا تو باپ مر چکا ہے، یعنی اجرت رضاعت کی یہاں کیا امید ہے) حتیٰ کہ آخر میں جب چل چلاؤ کا وقت آیا تو حلیمہ نے آنحضرت کو لے لیا، ساتھ والیاں ایک دن پہلے ہی جا چکی تھیں،

آمنہ نے (چلتے وقت) کہا:   
 اے حلیمہ! تو نے ایک ایسے بچے کو لیا ہے جس کی ایک خاص شان ہے، خدا کی قسم میں حاملہ تھی مگر حمل سے جو اذیت عورتیں پاتی ہیں مجھے کچھ نہ ہوئی، یہ واقعہ ہے کہ میں سامنے لانی گئی اور مجھ سے کہا گیا تو ایک بچہ جنے گی، اس کا نام احمد رکھنا، وہ تمام جہان کا سردار ہوگا۔ یہ بچہ جب پیدا ہوا تو اپنے دونوں ہاتھوں پر ٹیک لگا کے زمین پر آیا اور آسمان کی جانب سر اٹھائے ہوئے تھا،   
 حلیمہ نے خاص اپنے شوہر کو خبر دی، وہ خوش ہو گئے، آخر گدھی پر (سوار ہو گئے) واپس چلے جو تیز رفتار ہو گئی تھی اور اونٹنی کا تھن

دو دھ سے بھر گیا تھا، شام و سحر دونوں وقت اسے دو ستے تھے جاتے جاتے حلیمہ اپنے ساتھ والیوں سے جا ملیں، انہوں نے دیکھا تو پوچھا،

مَنْ أَخَذَتْ (کس کو لیا؟)  
جواب میں واقعے کی اطلاع دی تو کہنے لگیں، وَاللَّهِ أَذًا لِّنَجْوِ  
اَنْ يَكُونَ مَبَارَكًا (خدا کی قسم ہم امید کرتے ہیں کہ یہ بچہ مبارک ہوگا)

حلیمہ نے کہا: ہم نے تو اس کی برکت دیکھی، میری چھاتیوں میں اتنا دودھ بھی نہ تھا کہ اپنے بیٹے عبد اللہ کو سیر کر سکتی، بھوک کے مارے وہ ہمیں سونے نہیں دیتا تھا، اب کیفیت یہ ہے کہ وہ اور اس کا بھائی (آنحضرت علیہ السلام) دونوں قبلا جاتے ہیں و دودھ پیتے ہیں، بی کے آسودہ ہو جاتے ہیں اور سورتے ہیں، اگر ان کے ساتھ تیرا بچہ ہو تو وہ بھی سیر ہو جائے، اس کی ماں نے مجھے حکم دیا کہ اسی کا ہن سے) اس کے متعلق دریافت کروں،

## عَرَّافٌ بِذَيْلٍ

انے دیار میں ہنح کے حلیمہ رہنے سہنے لگیں،  
۹۸ تا آنکہ عکاظ کا باقر لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیے ہوئے  
قبیلہ ہذیل کے ایک عراف (قسمت شناس کا ہن) کے پاس چلیں جسے  
لوگ اپنے بچے دکھاتے تھے، عراف نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کو دیکھا تو چلایا:   
يَا مَعْشَرَ كَذِبٍ يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ رِذِيلٌ كَ لَوْ دَوَّرُوْا  
عرب کے لوگو دوڑو،  
میلے والے اس کے پاس جمع ہو گئے تو اس نے کہا: اَقْتُلُوْا هٰذَا  
الصَّبِيَّ (اس بچے کو مار ڈالو)

اتنے میں آنحضرتؐ کو لے کے حلیمہ چل دیں،

لوگ پوچھنے لگے:

کون سا بچہ؟

وہ کہتا:

یہی۔

لیکن کوئی بھی کچھ نہیں دیکھ سکتا تھا، اس لیے کہ آنحضرتؐ کو تو وہ لے جا چکی تھیں۔ عراف سے کہتے: وہ کیا بات ہے؟ آخر اس نے کہا:

ذاتِ مَلَأَ مَا وَالْهَتْدِ لِيَقْتَلَنَ أَهْلَ دِينِكَ وَدِينِكَ سِرِّنَ  
أَلْهَتَكَ وَذِيظَهْرَتِ أَمْرًا عَلَيَّ كَمَا فِي رَأْيِكَ دِيكَهَا، اُس کے  
موجودوں کی قسم ہے وہ تمھارے دین والوں کو قتل کر ڈالے گا، تمھارے  
دیوتاؤں کو توڑ پھوڑ ڈالے گا، اور اُس کا حکم تم سب پر غالب آئے گا۔

سوق عکاظا میں جستجو ہونے لگی، مگر کہ اٹے کیوں کہ حلیمہ آپ کو  
لے کے اپنے گھر واپس جا چکی تھیں، اس واقعے کے بعد آنحضرتؐ کو  
حلیمہ نہ کبھی کسی عراف کے روبرو پیش کرتیں اور نہ کسی کو دکھاتی تھیں۔

## آسمانی تعلق

عیسیٰ بن عبدالمذنب مالک کہتے ہیں:

اے عراف: علم العراذ کا ماہر عرب جاہلیت میں اس علم کا رواج تھا، شکل سے شکل  
پہچیدگیوں میں عراف سے رجوع کرتے، خصوصاً مائیں، قضا یا مائیں، امراض میں، رویا و خواب  
میں، عرض کہ ان سے نزدیک جس بات کو اہم سمجھتے سب میں عراف کی رائے لیتے  
اور اسے اشارہ یعنی سمجھتے، گویا اس فن کو علم و فلسفہ و قضا و طب و دین و مذہب  
سب سے تعلق تھا اور اس کا ماہر ان سب کے متعلق پیش گوئی کر سکتا تھا۔



قبیلہ ہذیل کا یہ بوڑھا (عراف) چلا یا کہ یا ہذیل فالہتہ  
 (ہذیل اور اس کے ویوتاؤں کے بچے) اتھ لالینتظر امرامن السماء  
 (یہ بچہ آسمان سے کسی حکم کا انتظار کر رہا ہے)  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لوگوں کو بھڑکا تا رہا اس  
 حالت میں کچھ ہی روز گزرے تھے کہ راپو اٹھ ہو گیا، عقل جاتی رہی حتیٰ کہ  
 کافر ہی مرا۔

ابن عباس کہتے ہیں:  
 علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلیں، یہ وہ وقت  
 تھا کہ وہ ہر کی دھوب سے جا رہے تھے، لگے تھے، رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ہمیشہ (یعنی دو دھو شریک ہیں، دختر علیہ)  
 کے ساتھ پایا تو کہنے لگیں فی ہذا الحجر (ہا میں، اس گرمی میں!)  
 آنحضرت کی ہمیشہ بولیں:  
 یا اہل مدینہ (اے میری ماں) میرے بھائی کو گرمی لگی ہی نہیں  
 میں نے دیکھا کہ ایک ابران پر سایہ کئے ہوئے ہے، جب بھرتے ہیں  
 وہ بھی ٹھہر جاتا ہے اور جب چلتے ہیں وہ بھی ساتھ چلتا ہے، تا آنکہ آپ  
 اس جگہ پہنچے۔  
 ابو موسیٰ نے کہا کہتے ہیں:

اے دیوانہ ہو گیا: اصل میں ہے "دلہ" اہل عرب زوال عقل و خود فراموشی کو "دلہ"  
 کہتے ہیں جو لازماً دیوانگی ہے۔

ابو موسیٰ صحیح السنہ: علم حدیث کے ایک مشہور راوی، فن تاریخ کے نہایت ممتاز  
 ماہر اور سیرۃ نبوی کے ایک نامور مصنف گزرے ہیں اور صدر اول کے اساتذہ اخبار و  
 سیر و مخازی میں شمار کیے جاتے ہیں، ان کا خاندان سندھ سے نکل کر عرب پہنچا تھا اور وہاں  
 پہنچ کے مدینت عرب کا رکن رکین بنا تھا، ہندوستان کو یہ فخر حاصل ہے کہ آنحضرت  
 علیہ الصلاۃ والسلام کا ممتاز ترین سیرۃ نویس اسی ملک کا تھا۔

کہنے کے سایہ میں عبد المطلب کے لئے ایک بچھو ناپچھا دیا جاتا تھا جس کے ارد گرد ان کے بیٹے بیٹھ کر عبد المطلب کا انتظار کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بالکل ہی کسٹ تھے، دو دو چھوٹ چکا تھا کچھ کھانے لگے تھے اور جسم میں گوشت بھر چلا تھا، آتے اور آگے بچھو نے بھر چلا جاتے اور بیٹھ رہتے، چا کہتے،

قَدْ لَأَيُّهَا مَحْمَدٌ عَنِ فِرَاشِ بَيْتِكَ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

اپنے باپ کے بچھو نے سے ہٹا کے بیٹھو)

عبد المطلب جب یہ دیکھتے تو کہتے ”میرے بیٹے سے بوسے حکومت و مملکت آتی ہے، یا یہ کہتے ”وہ اپنے جی میں حکومت کی باتیں کر رہا ہے“

عمر بن سعید سے روایت ہے کہ ابو طالب نے بیان کیا:

مقام ذی المجاز میں تھا اور میرے ساتھ میرا بھتیجا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے، مجھے پیاس لگی تو آپ سے شکایت کی اور کہا، اے میرے بھتیجے، کچھ پیاس لگی ہے، میں نے یہ اس وقت کہا جب کہ میں دیکھ رہا تھا کہ خود ان پر بھی کچھ نشنگی غالب ہے، البتہ انھیں بے قراری واضطراب نہیں ہے۔

آنحضرت نے یہ سن کے پاؤں موڑ لیے اور اتر کے فرمایا:

اے میرے چچا، کیا پیاس لگی ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ آپ نے زمین پر ایرٹی دبائی، ایک ایک دیکھتے ہیں تو پانی موجود ہے، فرمایا: اے میرے چچا بیو۔ ابو طالب کہتے ہیں کہ میں نے پانی پیا۔

۱۰۱

لحم کسن: اصل میں ہے غلاف ”حجفا“ جو ایسے چھوٹے بچے کو کہتے ہیں کہ اس کی پٹیوں پر گوشت چرٹھنے لگا ہو، جسم بھرنے لگا ہو، اور دو دو چھوڑ کے کچھ کھانے پینے کی عادت پڑی ہو۔

## آثار پیغمبری

۹۹

عبداللہ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں:

ابوطالب نے شام کا سفر کرنا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے چچا، تو مجھے یہاں کس کے پاس چھوڑے جاتا ہے میرے تو کوئی ماں بھی نہیں جو کفالت کرے اور نہ کوئی دوسرا ہے جو پناہ دے سکے، ابوطالب کو رقت آئی، آنحضرت علیہ السلام کو اپنے پیچھے بٹھالیا اور لے کے چلے، اثنائے سفر میں ایک ذیر کے راہب کے پاس فروکش ہوئے جس نے پوچھا:

یہ لڑکا تیرا کون ہے؟

ابوطالب نے کہا: میرا بیٹا،

راہب نے کہا: وہ تیرا بیٹا نہیں ہے اور نہ اس کا باپ زندہ

ہو سکتا ہے۔

ابوطالب نے پوچھا: یہ کیوں؟

اس نے جواب دیا: یہ اس لیے کہ اس کا منہ پیغمبر کا منہ ہے

اس کی آنکھ پیغمبر کی آنکھ ہے،

ابوطالب نے دریافت کیا: پیغمبر کیا چیز ہے؟

راہب نے کہا: پیغمبر وہ ہے کہ آسمان سے اس کے پاس وحی

آتی ہے اور وہ زمین والوں کو اس کی خبر دیتا ہے،

ابوطالب نے کہا: تو جو کہتا ہے، افسر اس سے کہیں برتر ہے،

راہب نے کہا: یہودیوں سے اس کو بچائے رکھنا،

وہاں سے چلے تو پھر ایک دوسرے ذیر کے راہب کے پاس



فروکش ہوئے، اس نے بھی پوچھا: یہ لڑکا تیرا کون ہے؟  
ابوطالب نے کہا: یہ میرا بیٹا ہے،  
راہب نے کہا: یہ تیرا بیٹا نہیں ہے، اس کا باپ زندہ ہو ہی  
نہیں سکتا،

ابوطالب نے کہا: یہ کیسے لیے؟  
راہب نے کہا: یہ اس لیے کہ اس کا منہ پیغمبر کا منہ ہے، اس کی  
آنکھ پیغمبر کی آنکھ ہے،  
ابوطالب نے کہا: سبحان اللہ! تو جو کہہ رہا ہے اللہ اس سے  
کہیں بڑتر ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوطالب کہنے لگے:  
اے میرے بھتیجے، کیا تو نہیں گستاخ کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟  
آنحضرت نے فرمایا: اے میرے چچا، اللہ کی کسی قدرت کا  
انکار نہ کر۔

## نبوت کی نشانیاں عہد طفلی میں

محمد بن صالح بن دینار، عبد اللہ بن جعفر الزہری، اور واؤد بن  
الحصین کہتے ہیں،

ابوطالب جب شک شام کو چلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
ساتھ تھے، یہ پہلی مرتبہ کا واقعہ ہے، آنحضرت سلام اللہ علیہ اُس وقت  
بارہ برس کے تھے، شام کے شہر بصری میں جب اترے تو وہاں ایک  
راہب تھا جسے بچہ کہتے تھے، وہ اپنے ایک صومعہ (عبادت خانے)  
میں رہتا تھا جس میں علمائے نصاریٰ رہا کرتے اور موروثی طور پر  
رہتے آئے تھے، یہاں ایک کتاب کا درس بھی دیتے تھے۔

قافلے والے بھجیرا کے پاس اترے، بھجیرا کی یہ حالت تھی کہ اکثر قافلے گزرا کرتے مگر وہ اُن سے ہم کلام بھی نہ ہوتا، اس سال نوبت آئی تو حسب معمول اُس کے صومعے کے قریب ہی اترے کہ پہلے بھی جب ادھر سے گزرتے ہیں اترا کرتے تھے، بھجیرا نے (اب کی مرتبہ) اُن کے لیے کھانا لکھوایا اور سب کو دعوت دی، دعوت دینے کا سبب یہ ہوا کہ قافلہ پہنچا تو بھجیرا نے دیکھا کہ ایک بادل ہے جو تمام لوگوں کو چھوڑ کر اکیلے ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سایہ کئے ہے، لوگ درخت کے نیچے اترے تو بھجیرا نے دیکھا کہ وہی بادل درخت پر سایہ کئے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے سایے میں آئے تو شاخیں سرسبز ہو گئیں،

بھجیرا نے یہ کیفیت دیکھی تو کھانا منگوایا اور پیغام بھیجا: اے جماعت قریش میں نے تم لوگوں کے لیے کھانا تیار کر لیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ تم سب اس میں شریک ہو، چھوٹے، بڑے، آزاد، غلام، کوئی بھی رہ نہ جائے، اس سے میری عزت ہوگی۔ ایک شخص نے کہا: بھجیرا! تیری یہ خاص بات ہے، تو ہمارے لیے ایسا تو نہیں کیا کرتا تھا، آج کیا ہے؟ بھجیرا نے کہا: میں تمہاری بزرگداشت کرنا چاہتا ہوں، اور تم اس کے مستحق ہو،

۱۰۰۔ سب لوگ آئے مگر کمنی کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رہ گئے کیونکہ سب میں آپ ہی چھوٹے تھے، قافلے کا سامان درخت کے نیچے تھا، آپ بھی وہیں بیٹھے رہے، بھجیرا نے ان لوگوں کو دیکھا تو جس کیفیت کو وہ جانتا پہچانتا تھا کسی میں نہ پائی اور کہیں نظر نہ آئی، وہ بادل سر پر دکھائی نہ دیا، بلکہ دیکھا تو وہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر رہ گیا ہے، بھجیرا نے یہ دیکھ کر کہا:

تم میں سے کوئی ایسا نہ ہو کہ میرے ہاں کھانا کھانے سے رو جائے،  
لوگوں نے کہا: بخیر ایک لڑکے کے کہ سب میں کم سن وہی ہے اور  
اسباب کے پاس ہے، دوسرا کوئی باقی نہیں رہا،  
بخیر نے کہا: اُسے بھی بلاؤ کہ میرے کھانے میں شریک ہو،  
یہ کتنی نری بات ہے کہ تم سب تو آؤ اور ایک شخص رہ جائے، باوصف  
اس کے کہ میں دیکھتا ہوں وہ بھی تمہیں لوگوں میں سے ہے،  
لوگوں نے کہا: خدا کی قسم، وہ ہم سب میں شریف النیب ہے،  
وہ اس شخص۔ یعنی ابوطالب۔ کا بھتیجا اور عبدالمطلب کی اولاد میں ہے،  
حارث بن عبدالمطلب بن عبدمناف نے کہا: خدا کی قسم، ہمارے  
لیے یہ قابل ملامت امر تھا کہ عبدالمطلب کا لڑکا ہم میں نہ ہو اور اچھے  
رہ جائے،

حارث یہ کہہ کے اٹھے، آنحضرت علیہ السلام کو آنغوش میں لیا  
اور لاکے کھانے پر بٹھا دیا، ابراس وقت بھی آپ کے سر پر بہات  
افروز حسن و جمال تھا، بخیر سخت نظر تامل سے آپ کو دیکھنے لگا، جسم  
کی چیزیں دیکھنی شروع کیں جن کی علامتیں آنحضرت کے اوصاف کی نسبت  
اس کے پاس لکھی ہوئی) موجود تھیں۔

## بتوں کا واسطہ اور خدا کا سہارا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کے اس راہب نے کہا:  
اے لڑکے! تجھے لات و عزی کا واسطہ دلاتا ہوں کہ جو کچھ تجھ سے  
پوچھوں اس کا جواب دے،  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لات و عزی کا واسطہ  
اولا کے مجھ سے نہ پوچھو کہ خدا کی قسم، جتنا میں ان دونوں سے بغض رکھتا ہوں



اس قدر کسی چیز سے منتہر نہیں،  
 راہب نے عرض کی: میں تجھے اللہ کا واسطہ دلاتا ہوں کہ جو کچھ  
 میں تجھ سے پوچھوں اس کا جواب دے؟  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تیرے جی میں آیا ہے  
 پوچھ لے!

راہب نے آنحضرتؐ کے حالات کی نسبت سوالات شروع  
 کئے تھے کہ آپ کے سونے کی کیفیت بھی دریافت کی، رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم جواب دیتے جاتے تھے، جو خود اس کے معلومات کے مطابق اتر رہا  
 تھا، راہب نے پھر آنحضرتؐ کی آنکھوں کے درمیان نظر کی، پھر آپ  
 کی بیٹھ کھول کے مہر نبوت دیکھی اور دونوں مونڈھوں کے درمیان اسی  
 طرح نمایاں تھی جس طرح صفت و کیفیت راہب کے پاس (مرقوم)  
 تھی، یہ سب دیکھ کے مہر نبوت جہاں تھی اُس کو چوم لیا،  
 تشریح کی جماعت میں چرچے ہوئے کہ اس راہب کے نزدیک  
 محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خاص قدر و عزت ہے!

## یہودیوں سے احتیاط

راہب کا یہ برتاؤ دیکھ دیکھ کے ابو طالب اپنے بھتیجے (آنحضرتؐ)  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت خوف کھا رہے تھے، ابو طالب سے  
 اُس نے پوچھا:  
 یہ لڑکا تیرا کون ہے؟  
 ابو طالب نے کہا: میرا بیٹا،  
 راہب نے کہا: وہ تیرا بیٹا نہیں ہے، اور نہ یہ امر اس لڑکے  
 کے شایان شان ہو سکتا ہے کہ اُس کا باپ زندہ ہو،

ابوطالب نے کہا: تو میرا بھتیجا ہے،  
 راہب نے کہا: اس کا باپ کیا ہوا؟  
 ابوطالب نے جواب دیا: وہ اپنی ماں کے شکم ہی میں تھا کہ باپ  
 مر گیا،

راہب نے پھر پوچھا: اس کی ماں کہا ہوئی؟  
 ابوطالب بولے: تھوڑا ہی زمانہ گزرا کہ انتقال کر گئی،  
 راہب نے کہا: تو نے سچ کہا، اپنے بھتیجے کو لے کے اُس کے  
 شہر و دیار میں واپس پہنچا دے، یہودیوں سے بچائے رکھنا کہ خدا کی قسم  
 اگر اسے دیکھ لیا اور جو کچھ میں اس کی نسبت جانتا ہوں وہ بھی جان گئے تو اُسے  
 اذیت پہنچانا چاہیں گے، تیرے اُس بھتیجے کی بڑی شان ہونے والی ہے  
 جو ہماری کتابوں میں (لکھی ہوئی) موجود ہے اور ہم اپنے آباد اجداد  
 سے اُس کی روایت کرتے چلے آئے ہیں، یہ بھی جان لے کہ میں نے تیری  
 خیر خواہی کی ہے اور نصیحت کا فرض ادا کیا ہے،

اہل قافلہ جب تجارت سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو لے کے ابوطالب فوراً چل دیئے۔

کچھ یہودیوں نے آنحضرت کو دیکھ لیا تھا اور آپ کے اوصاف  
 بھی جان لیے تھے، ان لوگوں نے دھوکا دے گئے بیکارک ہلاک کرنا چاہا،  
 بخیرا کے پاس جا کے اس امر میں مذاکرہ کیا تو اُس نے سخت مخالفت کی۔  
 اور پوچھا:

اتجدون صفتہ (تم لوگ نبی موعود کی صفت اس لڑکے میں

پاتے ہو؟)

یہودیوں نے کہا: ہاں،  
 بخیرا نے کہا: فما لکم الیہ سبیل (جب یہ بات ہے تو اس کی  
 اذیت رسائی کی سبیل ہی ممکن نہیں)

یہودیوں نے یہ بات مان لی اور باز آئے،

ابوطالب نے آنحضرت کی معیت میں مراجعت کی تو ازراہ شفقت پھر کبھی آپ کو لے کے سفر کو نہ نکلے۔

سعید بن عبدالرحمن بن ابزنی سے روایت ہے کہ ابوطالب سے اس راہب نے کہا:

یہاں کے علاقے میں اپنے بھتیجے کو لے کے نہ نکلنا، اس لیے کہ یہودی عداوت پیشہ ہیں اور یہ اس امت کا پیغمبر ہے، وہ عرب ہے، یہودی حسد کریں گے، وہ چاہتے ہیں کہ نبی موعود نبی اسرائیل کی قوم کا ہو، لہذا اپنے بھتیجے کو بچائے رکھنا۔

## آنحضرت کی برکت

نفیسہ بنت منبہ، کہ ابعلی بن منبہ کی بہن تھیں، کہتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پیس برس کے ہوئے کتبے میں اس وقت تک آپ "امین" ہی کے نام سے موسوم تھے اور یہ نام اس لئے مشہور تھا کہ نیک خصلتیں آپ کی ذات میں حد کمال کو پہنچی ہوئی تھیں، آپ اسی عمر میں تھے کہ ابوطالب نے گزارشس کی۔

اے میرے بھتیجے، میں ایک ایسا شخص ہوں کہ میرے پاس مال و زر نہیں، زمانہ ہم پر شدت و سخت گیری کر رہا ہے، لپے در لپے کئی ہفتنگے سے گزارتے چلے آئے ہیں، اور حالت یہ ہے کہ نہ ہمارے پاس مایہ و بضاعت ہے نہ سامان تجارت ہے، یہ تیری قوم کا ناطق ہے کہ ملک شام میں اس کے سفر کا وقت آگیا ہے، خدیجہ بنت خویلد تیری قوم کے لوگوں کو اپنے اسباب کے ساتھ بھیجتی ہے، اگر تو بھی اپنے آپ کو پیش کرے (تو بہتر ہے)۔

خدیجہ کو یہ خبر ملی تو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیغام بھیجا اور جو اجرت و دوسروں کو دیتی تھیں آپ کے لیے اس کا دو نامساو حصہ قرار دیا،



آنحضرتؐ اس قرار داد کے مطابق خدیجہؓ کے غلام میسرہ کے ساتھ چلے،  
 تاکہ شام کے شہر بصرہ میں پہنچے اور یہاں کے بازار میں ایک درخت  
 کے نیچے فروکش ہوئے، ایک راہب جس کا نام نسطور تھا یہ مقام اس کی  
 عبادت کے قریب ہی واقع تھا، میسرہ کو یہ راہب پہلے سے جانتا تھا،  
 اس کے پاس آ کے پوچھا۔

اے میسرہ، اس درخت کے نیچے کون اترا ہے؟  
 میسرہ نے کہا، ایک قریشی جو حرم کعبہ والوں میں ہے،  
 راہب نے کہا، اس درخت کے نیچے جس نے میسرہ کے اور کوئی  
 دوسرا گز نہیں اترا، یہ کہہ کے میسرہ سے دریافت کیا،  
 کیا اس کی دونوں آنکھوں میں سرخی ہے؟

میسرہ نے جواب دیا،  
 ہاں، اور یہ سرخی کبھی اس سے جدا نہیں ہوتی،  
 راہب نے کہا،

وہی، وہی، آخری پیغمبر، اے کاش، میں وہ زمانہ پاتا جب اس  
 کے اخراج کا وقت آتا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو مال لے کے چلے تھے بصرہ کے  
 بازار میں اس کو بیع ڈالا اور دوسرا سامان مول لیا، ایک شخص کے ساتھ  
 کسی چیز میں اختلاف ہوا، اس نے کہا،  
 لات وعزى کی حلف اٹھاؤ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،  
 میں نے کبھی ان دونوں کی قسم نہیں کھائی، میں تو پاس سے گزرتا  
 ہوں تو ان کی جانب سے منہ پھیر لیتا ہوں۔  
 اس شخص نے تصدیق کی کہ بات وہی ہے جو تو نے کہی، میسرہ سے راہب  
 نے تنہائی میں کہا،

خدا کی قسم یہ پیغمبر ہے، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے

اسی کی قسم کہ یہ وہی ہے جس کی صفت ہمارے علی اپنی کتابوں میں پاتے ہیں  
میسرہ نے یہ بات ذہن نشین کر لی اور آخر کار تمام قافلے والے  
واپس چلے،

میسرہ کی نگاہ (اتناٹے سفر میں) رسول اللہ صلی اللہ وسلم  
پر تھی، جب دوپہر ہوتی اور گرمی پڑھتی تو وہ دیکھتا کہ آنحضرتؐ تو  
اونٹ پر سوار ہیں اور دو فرشتے دھوپ سے آپ پر سایہ  
کیے ہوئے ہیں۔

راویوں کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میسرہ کے دل میں آنحضرتؐ  
کی ایسی محبت ڈال دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ گویا غلام بن گیا  
واپسی میں جب بمقام مرقہ النہران پہنچے تو آنحضرتؐ اسے عرض کی:  
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ خدیجہ کے پاس جائیے اور مجھ سے  
پہلے پہنچ جائیے، آپ کے باعث مال میں اللہ تعالیٰ نے خدیجہ کو جو نفع پہنچایا  
ہے اس سے مطلع فرمائے، آپ کے لیے وہ اس کا خیال رکھیں گی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے، تا آنکہ ظہر کے وقت کے  
پہنچے، خدیجہ اپنے ایک بالاخانے میں چند عورتوں کے ساتھ بیٹھی تھیں  
جن میں ایک نفیہ بنت منیہ بھی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو  
آتے دیکھا کہ آپ اپنے اونٹ پر سوار ہیں اور دو فرشتے سایہ کر رہے ہیں،  
ان عورتوں کو یہ کیفیت دکھائی تو سب متعجب ہوئیں، خدیجہ کے پاس  
آنحضرتؐ تشریف لائے اور مال میں جو نفع ہوا تھا اس کا حال بیان کیا  
خدیجہ اس سے خوش ہوئیں، میسرہ کے آنے پر اپنا مشاہدہ اس سے بیان  
کیا تو میسرہ نے کہا:

جب سے کہ ملک شام سے ہم واپس چلے ہیں یہ اسی وقت سے میں  
دیکھتا آیا،

میسرہ نے نسطور راہب کی بات بھی خدیجہ کو سنا دی اور اس شخص  
کی گفتگو بھی بتا دی جس نے بیع کے معاملے میں آنحضرتؐ کی مخالفت کی تھی،

پہلے جتنا فائدہ ہوتا اس مرتبہ خدیجہ نے اس سے دونا فائدہ اٹھایا  
 آنحضرت کے لیے جو معاوضہ نامزد کیا تھا خدیجہ نے اس کی مقدار بھی دوئی  
 کر دی

## بعض آثار نبوت



ابن عباس کہتے ہیں:  
 من جملہ آثار نبوت پہلے پہل جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے مشاہدہ فرمائی وہ یہ تھی کہ آپ ہنوز لڑکے ہی تھے، کہ حکم ہوا، اس وقت  
 (ستر عورت کر، جن اعضا کو ڈھانک چھا کے رکھنا جائیے انہیں کھلانا  
 رہنے دے) اسی دن سے پھر آپ کے اعضاء نہفتنی نظر آئے۔

عائشہ کہتی ہیں:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے جسم) میں اسے  
 نہ دیکھا۔

بیرہ بنت ابی تہراب کہتی ہیں:

اللہ تعالیٰ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکرام اور  
 نبوت کی ابتدا منظور ہوئی تو یہ کیفیت پیش آنے لگی کہ آنحضرت سلام اللہ  
 علیہ جب قضاے حاجت کے لیے نکلتے تو اتنی دور نکل جاتے کہ کوئی گھر  
 نظر نہ آتا، غاروں اور دروں اور وادیوں میں چلے جاتے، مگر وہاں جس پتھر  
 اور جس درخت کے پاس سے گزرتے وہ کہتا، السلام علیک یا رسول  
 اللہ (اے خدا کے پیغمبر آپ سلامت رہیں) اپنے بائیں اور پیچھے پھر کے  
 دیکھتے تو کوئی نظر نہ آتا۔

ربیع یعنی ابن ختم کہتے ہیں:

عہد جاہلیت میں اسلام سے پیشتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



کو حکم بنایا جاتا تھا، مقدمات پیش ہوتے تھے اور آپ سے فیصلہ کرایا جاتا تھا، اسلام میں تو پھر آپ کی یہ خصوصیت ہو ہی گئی۔

ربیع نے ایک بات کہی ہے، اور وہ کوئی بات ہے، وہ بات یہ ہے کہ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، آپ کو امین بنا دیا تھا، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کا امین آنحضرت علیہ السلام کو ٹھہرایا تھا۔

۱۰۳ مجاہد سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی غفار کے لوگوں نے ایک گوسالے کی قربانی کرنی چاہی کہ اُسے ذبح کر کے بعض دیوتاؤں پر چڑھائیں، گوسالے کو (قربانی کرنے کے لئے) جب باندھا تو وہ چلایا، یالِ دسویں امر، بقیع، صالح البقیع، بکاء یشھدان لا الہ الا اللہ (جماعت کی دُرائی ایک معاملہ کامیاب ہو چکا ہے، ایک چلانے والا، بزبان فصیح، یکے میں اس بات کی شہادت دیتے ہوئے چلا رہا ہے کہ جسے اللہ کے اور کوئی دوسرا معبود نہیں) لوگوں نے دیکھا اور کچھ روز کے بعد اس تاریخ کا حساب لگایا تو معلوم ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معوش ہو چکے تھے۔

## عید بوانہ

ابن عباس کہتے ہیں کہ مجھ سے اُمّ ایمن نے بیان کیا کہ بوانہ ایک بنت تھا جس کے حضور میں قریش حاضر ہو کے اس کی تعظیم کرتے تھے، قربانی کرتے تھے، وہیں انہیں سز منڈاتے تھے، ایک رات دن اسی کے پاس منتکف رہتے تھے، اور یہ تمام رسمیں سال میں ایک دن ہو کرتی تھیں،

لہ ذریعہ، بوزن مدامیر، بمعنی جماعت۔

ابوطالب اپنے لوگوں کے ساتھ اس تقریب میں شریک ہوتے  
 رہتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے کہ لوگوں کی معیت میں آپ بھی اس نہوار میں شرکت فرمائیں  
 مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکار ہی کرتے، حتیٰ کہ میں نے دیکھا ابوطالب آپ سے  
 ہاتھوں ہو گئے اور آپ کی پیچیاں سخت غصناک ہو کے کہنے لگیں،  
 توجہ ہمارے دیوتاؤں سے پرہیز و اجتناب کر رہا ہے تو اس  
 کرتوت سے ہمیں خود تنہ پر خوف ہے۔

یہ بھی کہنے لگیں؛

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ارادہ ہے کہ تم اپنی قوم کے کسی  
 میلے میں نہ شریک ہوتے اور نہ ان کی جمعیت بڑھاتے؟

## میلے میں شریک ہونے کا نتیجہ

ام ایمن کہتی ہیں کہ سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 درپے رہے، ناچار آپ کو جانا پڑا، گئے توجب تک خدا نے جاہان کی  
 نظروں سے غائب رہے، واپس آئے تو مرعوب و دہشت زدہ تھے،  
 چھو پھیوں نے پوچھا:

مادھاك (تجھے کیا ہو گیا ہے؟)

انی اخشى ان يكون لى لعمرو (میں ڈرتا ہوں کہ مجھے خون نہی)  
 ان سب نے کہا: ماكان الله لبتليك بالشيطان و فيك  
 من خصال الخير ما فيك (تجھ میں جو جو نیک خصلتیں ہیں ان کے ہوتے  
 ہوئے اللہ تعالیٰ شیطان کے ابتلا میں تجھے نہ پہنائے گا) فما الذى  
 رأيت (آخر تو نے کیا دیکھا؟)

فرمایا: انى كلما ذنوب من عنم منها قتل لى رجل  
 ابيض طويل يصعب لى "و سراءك يا حمال لائمسة" (دن توں میں

سے جس بت کے پاس میں جاتا تھا ایک سفید رنگ بلند بال آدی دکھائی دیتا جو  
 لکانا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ہٹ جا، اسے نہ چھو  
 اُمّ ایمن کہتی ہیں کہ اس واقعے کے بعد قریش کے کسی میلے میں آنحضرت  
 نے شرکت نہ کی، حتیٰ کہ بتوت سے فائز ہوئے۔

## بادشاہ تیج مدین میں

ابی بن کعب کہتے ہیں: تیج (بادشاہ مین) جب مدینے میں آیا اور  
 ایک نامی کے کنارے فروکش ہوا تو علمائے یہود کو بلا کے کہا:  
 میں اس شہر کو ویران کیا جا رہا ہوں، تاکہ یہودیوں کا مذہب  
 یہاں انتقامت نہ پاسکے، عربوں ہی کا مذہب مرجع قرار پائے،  
 سامول یہودی نے کہ سب سے بڑا عالم تھا، اس کو جواب دیا:

آنحضرت کی نسبت ایک یہودی شیوا کی  
 پیشگوئی

اے بادشاہ! یہ وہ شہر ہے کہ اولاد اسماعیل (علیہ السلام) کے ایک  
 پیغمبر کا یہ تمام ہجرت ہوگا، اس کی ولادت گاہ کہ، نام احمد، اور یہ (شہر  
 مدینہ) اس کا دارالہجرۃ ہوگا، اسی جگہ جہاں تو (اس وقت کھڑا) ہے  
 بہتیرے مقتول و مجروح ہوں گے، اس کے اصحاب بھی اور اس کے  
 دشمن بھی

تیج نے پوچھا



تھارے گمان کے مطابق وہ تو پیغمبر ہوگا، پھر ان دنوں اس سے لڑے گا  
کون؟

سامول نے کہا:

اسی کی قوم اس پر چڑھانی کرے گی اور ہمیں آپس میں لڑاں گے۔

تبع نے کہا:

اس کی قبر کہاں ہوگی؟

سامول نے کہا: اسی شہر میں۔

تبع نے دریافت کیا:

جب اس کے ساتھ لڑیں گے تو شکست کس کو ہوگی؟

سامول نے کہا:

کبھی اُسے اور کبھی انھیں، جس جگہ اس وقت تو ہے یہیں اس کو

ہزیمت ہوگی، اور یہاں اُس کے اتنے اصحاب کام آئیں گے جتنے کسی

دوسری جگہ نقل نہ ہوئے ہوں گے، مگر انجمن کا اسی کو فتح

ہوگی، وہی غالب آئے گا اور ایسا غالب کہ اس ام

(نبوت) میں کوئی اس کا متازع (یعنی طرف مقابل)

نہ رہ جائے گا۔

تبع نے پھر پوچھا: اور اس کا حلیہ کیا ہوگا؟

سامول نے کہا:

وہ نہایت قامت ہوگا نہ دراز قد دونوں آنکھوں میں سُرخی ہوگی

ادنٹ پر سوار مہا کرے گا، شملہ پہنے گا، گردن پر تلوار رہے گی، جو اس کے

مقابل آئے گا خواہ بھائی ہو یا بھتیجا، یا چچا، کسی کی پروا نہ کرے گا، تا آنکہ

غالب آئے۔

لے شملہ؛ بالکسر بُیَاة اشتمال، کپڑے کو اس طرح پہننا کہ تمام بدن چھپا رہے عمامہ

کا شملہ عربی زبان کا لفظ نہیں ہے۔

منج لے کہا:  
اس شہر پر قبضہ کرنے کی کوئی سبیل نہیں، میں نہیں چاہتا کہ یہ میرے  
ہاتھ پر ویران ہو،  
ناچار منج میں چلا گیا۔

## کتمان ذکر جناب نبوی

عبدالحمید بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ زبیر بن باطآن،  
جو یہودیوں میں سب سے بڑا عالم تھا، کتمان تھا کہ میں نے ایک کتاب  
پائی ہے جس کا حتم، میرا باپ مجھے سکنا یا کرتا تھا، اس کتاب میں "احمد"  
کا تذکرہ ہے کہ وہ ایک پیغمبر ہوں گے اور سرزمین قرظ میں ظہور فرمائیں گے،  
ان کا علیہ ایسا اور ایسا ہو گا، اپنے باپ کے مرنے پر زبیر نے لوگوں سے  
اس کا تذکرہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مبعوث نہیں  
ہوئے تھے، کچھ ہی دن گزرے تھے کہ اس نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے مکے میں ظہور فرمایا، وہ کتاب لی اور (وہ تشریح) مشاوی رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کی شان (جو اس کتاب میں مذکور تھی) چھپا ڈالی اور کہہ دیا  
اس میں نہیں ہے۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

لہ قرظ، برگ وخت سلم، یا درخت سنط کا پھل یہ دونوں قسم کے درخت  
صحرائے عرب میں مشہور تھے، اہل عرب ان کے پتے اور پھل کی بڑی قدر  
کرتے تھے اور اسی کا نام قرظ تھا، قرظ کو بچوڑ کے ایک دو انا تھے تھے جسے "آقا قبا"  
کہتے تھے، ملک میں اس کی تجارت بھی تھی، سعد القرظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر  
اصل نام قرظ "سعد" تھا، اسی تجارت کے باعث "سعد القرظ" مشہور ہوئے، خود ملک عرب کو بھی  
اس زمانے میں اس کا وجود سے سرزمین قرظ کہتے تھے

مبعوث ہونے سے قبل ہی قرظہ و نضیر و خبیر و فدک کے یہودیوں کے ہاں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صفات و شمائل اور علیہ موجود تھا، یہ بھی جانتے تھے کہ آپ کا دارالہجرت مدینہ ہوگا، آنحضرت صلوٰۃ اللہ علیہ جب پیدا ہوئے تو علمائے یہود نے کہا کہ آج شب کو احمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے ہیں یہ ستارہ نکل آیا جب آپ نبی ہوئے تو انہیں لوگوں نے کہا: احمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہو گئے، وہی ستارہ طلوع ہو گیا جو کسی نبی کی نبوت کے وقت طلوع ہوا کرتا ہے۔ وہ لوگ اس کو پہچانتے تھے۔ آپ کا ذکر پڑھا کرتے تھے اور آپ کی صفت بیان کیا کرتے تھے۔ مگر حسد و سرکشی کی وجہ سے انکار کر بیٹھے۔

مذہب بن ابی نمل نے اپنے والد سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ یہود بنی قرظہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اپنی کتابوں میں پڑھا کرتے تھے اور اپنے بچوں کو آپ کی صفت اور نام اور بھائیے یا سب بچہ سرت کر کے آنے کی تلقین دیا کرتے تھے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہو گئے تو ان لوگوں نے حسد کیا اور بغاوت کی اور کہا کہ یہ وہ نہیں ہیں۔

ابوسفیان مولائے ابن ابی احمد سے مروی ہے کہ ثعلبہ بن سعید و اسید بن سعید و اسد بن عبیدہ کا (جو ان لوگوں کے چچا کے بیٹے تھے) اسلام محض ابو عبیدہ ابن الہیبان کی حدیث کی وجہ سے ہوا۔

ابن الہیبان یہودی جو یہود شام میں سے تھا۔ اسلام سے چند سال پہلے آیا۔

لوگوں نے کہا کہ ہم نے کسی شخص کو جو پانچ وقت کی نماز پڑھنا ہو (یعنی مسلمان نہ ہو) اس سے بہتر نہیں دیکھا۔ اور جب ہم سے بارش روک لی جاتی تھی تو ہم اس کے محتاج ہوتے تھے۔ اس سے کہتے تھے کہ اے ابن الہیبان نکلو اور ہمارے لئے بارش کی دعا کرو۔ وہ کہتا تھا نہیں۔ تا وقتیکہ تم لوگ اپنے (نماز استقواء کے لیے) نکلنے سے پہلے صدقہ نہ دو (میں دعا نہ کروں گا) ہم کہتے تھے کیا چیز پہلے کریں۔



۱۰۵

وہ جواب دیتا کہ ایک صلح کھجور یا دو مدجو ہر شخص کے بدلے صدقہ دو  
ہم یہی صدقہ کرتے تھے۔ پھر وہ ہمیں وادی کے وسط میں لیجا تا تھا۔  
واشدہم لوگ (مقام دعائے) نہ ہٹتے تھے تا وقتیکہ ابرہہ گذرنا تھا اور ہم پر بارش نہ کر دیتا تھا۔  
اس نے بہت مرتبہ ہمارے ساتھ یہی کیا اور ہر مرتبہ ہمیں بارش  
دی گئی۔ وہ ہمارے درمیان ہی تھا کہ اس کی وفات کا وقت آ گیا۔  
اس نے کہا کہ اے گروہ یہود تمہارے خیال میں مجھے کس چیز  
نے شراب و خمیر (کی روٹی) کے ٹک سے تکلیف اور جھوک کے ٹک  
کی طرف نکالا۔

لوگوں نے کہا کہ اے ابو عمیر تمہیں زیادہ جانتے ہو۔  
اس نے جواب دیا: میں اس زمین میں محض اس لئے آیا کہ ایک بنی  
کے خروج کا انتظار کروں۔ جن کا زمانہ تم پر آ گیا ہے۔ یہی شہران کی ہجرت  
گاہ ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ میں ان کو یاؤں گا، میں ان کی پیروی کروں گا  
تم لوگ اگر ان کو سنا تو ہرگز کوئی شخص تم پر ان کے پاس سبقت کرنے  
پائے۔ کیونکہ وہ خونریزی بھی کریں گے اور بچوں اور عورتوں کو قید بھی کریں گے  
یہ چیز ہرگز نہیں ان سے روکنے پائے۔

وہ مر گیا۔ جب وہ رات آئی کہ اس کی صبح کو بنی قریظہ پر فتح  
حاصل ہوئی تو ثعلبہ و اسید فرزدان سعید و اسد بن عبید نے جو نوجوان  
تھے ان لوگوں سے کہا کہ اے گروہ یہود و اشذیہ تو وہی شخص ہیں  
جن کا وصف ہم سے ابو عمیر ابن الہیسان نے بیان کیا تھا۔ لہذا اللہ سے  
ڈرو اور ان کی پیروی کرو۔

انہوں نے کہا کہ یہ وہ نہیں ہیں۔

ان نوجوانوں نے کہا و اللہ بالضروریہ وہی ہیں۔

یہ لوگ اتر آئے اور اسلام لائے ان کی قوم نے اسلام لانے سے

انکار کیا۔

محمد بن جہیر بن مطعم نے اپنے والد سے روایت کی کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بخت سے ایک ماہ قبل ہم لوگ صنم روانہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اونٹوں کی قربانی کی تھی۔ اتفاق سے ایک بخت کے پیٹ سے ایک ٹھوکر نکلنے والا شور کر رہا تھا کہ ایک عجیب بات سونوچی کا چرا ناماند ہو گیا۔ اور ہمیں شہاب (انگارے) مارے جاتے ہیں۔ ایک نبی کی وجہ سے جو کہ میں ہونگے اور ان کا نام احمد ہوگا اور ان کی ہجرت گاہ یشرب ہوگی۔

ہم لوگ رک گئے اور متعجب ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہو گئے۔ انصربن سفیان الہمدانی نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہم لوگ اپنے ایک قافلے کے ہمراہ تک شام روانہ ہوئے جب زرقاء و معان کے درمیان پہنچے تو سستانے کے لئے رات کو مقیم ہو گئے اتفاق سے ایک سوار کہہ رہا تھا کہ اے سونے والو بیدار ہو جاؤ کیونکہ یہ وقت سونے کا نہیں ہے۔ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ظاہر ہو گئے ہیں اور جن پورے طور پر کھد پڑ دیئے گئے ہیں۔

ہم لوگ پریشان ہو گئے۔ حالانکہ ہمارے رفیق بہت تھے جنہوں نے اس کو سنا۔ ہم اپنے اعزہ کے پاس آئے تو انہیں کے میں اس اختلاف کا ذکر کرتے سنا جو قریش میں ایک نبی کے متعلق تھا جو نبی عبدالمطلب میں سے ظاہر ہوئے تھے اور نام احمد تھا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

عامر بن ربیعہ سے مروی ہے کہ: میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو کہتے سنا کہ ہم اولاد اسماعیل کی شاخ نبی عبدالمطلب میں سے ایک نبی کے منظر میں میں خیال نہیں کرتا کہ انھیں پاؤں لگا، میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں (اے مخاطب) اگر تمہاری مدت دراز ہو اور تم انہیں دیکھو تو ان سے میرا سلام کہہ دینا۔ اور میں تمہیں بتاؤں گا کہ ان کی صفت کیا ہے یہاں تک کہ وہ تمہیں نہ رہیں گے

میں نے کہا کہ بیان کرو:

انہوں نے کہا: وہ ایسے شخص ہوں گے جو نہ بلند قامت ہوں گے نہ پست قد۔ اور نہ بہت بال والے ہوں گے نہ کم بال والے۔ ان کی



۱۰۶ آنکھوں سے سرخی کبھی جدا نہ ہوگی، دونوں شانوں کے درمیان (اُپٹ پر) مہر نبوت ہوگی۔ نام احمد ہوگا۔

یہ شہر (مکہ) ان کا مقام ولادت و بعثت ہوگا۔ پھر اس (کے) سے قوم انھیں نکال دے گی اور جو کچھ (تعلیمات الہی) وہ لائیں گے ناپند کرے گی۔ یہاں تک کہ وہ یترب کی طرف ہجرت کریں گے اور ان کے ام کو غلبہ ہو جائے گا۔ تمام شہروں میں بس خبردار رہنا کہ انھیں ان سے بسکانہ دیا جائے، میں تمام شہروں میں دین ابراہیم کی طلب و تلاش میں گھوما ہوں جس یہودی نصرانی یا مجوسی سے دریافت کرنا تھا وہ کہتے تھے کہ یہ دین تمھارے بعد آئیگا اور آنحضرت کی صفات اسی طرح بیان کرتے تھے جس طرح میں نے تم سے بیان کی ہیں اور کہتے تھے کہ ان کے سوا اب کوئی نبی باقی نہیں۔

عامر بن ربیع نے کہا: جب میں اسلام لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زید بن عمرو کے قول کی خبر دی اور ان کی طرف سے آپ کو سلام کہہ دیا آپ نے سلام کا جواب دیا، ان کے لئے دعائے رحمت کی اور فرمایا کہ میں نے انھیں جنت میں ناز سے ٹھٹھتے دیکھا ہے۔

عبدالرحمن بن زید بن الخطاب سے مروی ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل نے

کہا:

میں نے نصرانیت و یہودیت کی خوشبو لی مگر ان دونوں کو ناپند کیا شام اس کے مضافات میں پھرا، یہاں تک کہ صومعہ میں ایک راہب کے پاس گیا اس سے اپنی قوم سے جدائی و بت پرستی و یہودیت و نصرانیت سے کراہیت بیان کی تو اس نے کہا:

میں خیال کرتا ہوں کہ تم دین ابراہیم چاہتے ہو۔ اے اہل مکہ کے برادر تم وہ دین تلاش کرتے ہو جس پر آج عمل نہیں کیا جاتا وہ تمھارے باپ ابراہیم کا دین ہے جو حنیف (موجد) تھے نہ یہودی تھے نہ نصرانی وہ اسی بیت اللہ کی طرف نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے تھے جو تمھارے شہر (مکہ) میں ہے۔ لہذا تم اپنے شہر میں چلے جاؤ کیونکہ تمھاری قوم میں سے



تھمارے ہی شہر میں ایک نبی مبعوث ہوں گے جو دینِ حنیفہ ابراہیم کو لائیں گے اور وہ خدا کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ بزرگ ہوں گے“  
عائشہ سے مروی ہے:

مکہ میں ایک یہودی رہتا تھا جو وہیں تجارت کرتا تھا۔ جب وہ شب ہوئی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو اس نے قریش کی ایک مجلس میں کہا۔  
کیا آج کی شب تم لوگوں میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہمیں اس کا علم نہیں ہے۔  
اس نے کہا۔

میں نے غلطی کی، واللہ جہاں میں ناپسند کرتا تھا وہیں ولادت ہوئی اے گروہ قریش دیکھو، جو میں تم سے کہتا ہوں اس کی جانح کرو۔ آج کی شب کو اس امت کے نبی احمد جو سب سے آخر میں پیدا ہوتے ہیں اگر میں تم سے غلطی کرتا ہوں تو وہ فلسطین میں (پیدا ہوئے) ہیں۔ ان کے دونوں شانوں کے درمیان ایک سیاہ وزر ورتسا ہے جس میں برابر برابر بال ہیں۔  
ساری قوم اپنی اپنی نشیگاہ سے منتشر ہو گئی اور وہ لوگ اس کی بات سے تعجب کر رہے تھے۔

جب یہ لوگ اپنے مکان گئے تو انھوں نے اپنے اپنے متعلقین سے ذکر کیا ان میں سے بعض سے کہا گیا کہ آج شب کو عبد اللہ بن عبد المطلب کے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اس کا نام انھوں نے محمد نام رکھا ہے۔

اس روز کے بعد یہ سب لوگ ملے اور اس یہودی کے پاس گئے اس سے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے اس نے کہا کہ میرے خبر دینے کے بعد ہوا ہے یا اس سے پہلے لوگوں نے کہا کہ اس سے پہلے ہوا اسکا نام احمد ہے اس نے کہا کہ ہمیں اس کے پاس لے چلو۔

یہ لوگ اس کے ہمراہ نکلے یہاں تک کہ بچہ کی والدہ کے پاس گئے انھوں نے اس بچہ کو ان

لوگوں کے پاس باپ بچھڑا۔ اس یہودی نے وہ مسابحے کی بیٹی پر دیکھا تو غشس آگیا آفاقہ ہوا تو لوگوں نے کہا کہ تیری بربادی ہو تجھے کیا ہوا جو اب وہاں نبی اسرائیل سے نبوت چلی گئی۔ اور ان کے ہاتھوں سے کتاب الہی نکل گئی۔ یہ لکھا ہوا ہے کہ وہ نبی اسرائیل کو قتل کرے گا اور ان کے اجبار پر غالب آجائے گا۔ عرب نبوت پر فائز ہوئے۔ اے گروہ قریش کیا تم خوش ہوئے۔ خردار۔ واللہ وہ تم کو ایسا غلبہ دے گا جس کی خبر مشرق سے مغرب تک جائے گی۔

یعقوب بن عقبہ بن المغیرہ بن الاخنس سے مروی ہے کہ ستارہ گرنے سے عرب میں سب سے پہلے قبیلہ ثقیف پریشان ہوا۔ وہ لوگ عمرو بن امیہ کے پاس آئے کہ تم دیکھتے نہیں کہ کیا بات پیدا ہوئی۔ اس نے کہا کہ ہاں دیکھتا ہوں۔ تم لوگ غور کرو۔ اگر یہ راہ بتانے والے ستارے وہی ہیں جن سے راستے کا اندازہ کیا جاتا ہے اور چارٹے گرمی بارش کے اوقات معلوم ہوتے ہیں اگر وہی ستارے بکھر گئے ہیں تو دنیا کا فیصلہ ہے اور اس مخلوق کی روانگی ہے جو اس دنیا میں ہے۔ اور اگر یہ کوئی دوسرے ستارے ہیں تو کوئی اور امر ہے جس کا اس مخلوق کے ساتھ اللہ نے ارادہ کیا ہے۔ اور کوئی نبی عرب میں مبعوث ہوگا۔ اس بات کا چرچا ہو گیا۔

محمود بن کعب القرظی سے مروی ہے کہ اللہ نے یعقوب کو وحی بھیجی کہ میں تمہاری ذریت میں سے پادشاہ اور انبیاء مبعوث کروں گا۔ یہاں تک کہ میں اس نبی حرم کو مبعوث کروں گا جس کی امت ہمیکل بیت المقدس تعمیر کرے گی۔ وہ خاتم الانبیاء ہوگا اور اس کا نام احمد ہوگا۔ شعبی سے مروی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے دفتر میں سے کہ تمہاری اولاد میں چند شاخیں اور چند شاخیں ہوں گی (یعنی اولاد اسماعیل و اولاد اسحاق) یہاں تک کہ وہ بنی امی آئیں گے جو خاتم الانبیاء ہوں گے۔



ابن عباس سے مروی ہے کہ جب ابراہیم کو باجر (والدہ اسماء علیہ السلام) کو دکھانے کا حکم ہوا تو انھیں براق پر سوار کیا گیا وہ جس شیریں اور نرم (قابل زراعت) زمین پر گزرتے تھے تو کہتے تھے کہ اے جبرئیل ہمیں ہمارے دو جواب ملنا نہیں، یہاں تک کہ کہ آئے، جبرئیل نے کہا: اے ابراہیم اترو انہوں نے کہا یہاں نہ دودھ کے جانور نہ زراعت۔ جبرئیل نے کہا کہ ہاں یہیں تمہارے بیٹے کی اولاد سے وہ نبی نکلیں گے جن سے کلمہ علیا تکمیل کو پہنچے گا۔

محمد بن کعب القرظی سے مروی ہے کہ جب باجر اپنے فرزند اسماعیل کو نیکے نکلیں تو انھیں ایک طے والا ملا اور کہا، اے باجر تمہارا بیٹا متعدد قبائل کا باپ ہوگا اور اسی کے ایک قبیلے سے بنی امی ہوں گے جو ساکن حرم ہوں گے۔

عاصم بن عمر وغیرہ سے مروی ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کے قلعے میں اترے تو کعب بن اسد نے بنی قریظہ سے کہا کہ اے گروہ یہود! اس شخص کی پیروی کرو کیوں کہ اللہ وہ نبی ہیں تمہیں بھی خوب واضح ہو گیا ہے کہ وہ نبی مرسل ہیں۔ یہ وہی ہیں جن کو تم اپنی کتب میں (دیکھا ہوا) پاتے ہو۔ یہ وہی ہیں جن کے متعلق عیسیٰ نے ایشیاء دی ہے، تم لوگ خوب ان کی صفت پہچانتے ہو۔

ان لوگوں نے جواب دیا: بیشک یہ وہی ہیں، مگر ہم لوگ توریت کے حکم سے جدا نہ ہوں گے (یعنی توریت کو ترک کر کے قرآن پر عمل کریں گے) ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اور فرمایا: تم میں جو سب سے بڑا عالم ہو اسے میرے پاس بھیجو۔

انہوں نے کہا کہ وہ عبداللہ بن عمرو ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے تنہائی میں آئے آپ نے اس کے دین کی اور اس کے انعام کی جو اللہ نے ان لوگوں پر کیا تھا اور اس من وسلو ملی کی جو انھیں



عطا کیا تھا اور اُس ابر کی جس کے ذریعے سے ان پر سایہ ڈالا تھا قسم دی کہ کیا تو جانتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

اُس نے کہا کہ بار الہا۔ ہاں جو میں جانتا ہوں اسے ساری قوم جانتی ہے۔ بیشک آپ کی حالت و صفت توریت میں واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔ لیکن ان لوگوں نے آپ سے حد کیا۔

آپ نے فرمایا: اچھا خود تمہیں کونسا امر مانع ہے۔

عرض کی: میں اپنی قوم کی مخالفت پسند نہیں کرتا۔ عنقریب یہ لوگ آپ کی پیروی کریں گے اور اسلام لائیں گے تو میں بھی اسلام لاؤں گا۔

محمد بن عمارہ بن غزویہ وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وفد نجران آیا، ان میں ابو الحارث بن علقمہ بن ربیعہ بھی تھا جو ان لوگوں کے دین کا عالم اور رئیس تھا، وہ ان کا استقف (بادری) اور امام اور توریت کا معلم بھی تھا، ان لوگوں میں اس کی قدر بھی تھی، اس کے خچر نے اٹھو کر کھا کر اسے گرا دیا، بھائی نے کہا کہ دور ماندہ ہلاک ہو گیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کرتا ہے۔

ابو الحارث نے کہا: تم خود ہلاک و برباد ہوئے، کیا تم اس شخص کو بُرا کہتے ہو جو مسلمین میں سے ہے۔ بیشک یہ وہی ہیں جن کی عیسیٰ نے بشارت دی ہے اور بیشک توریت میں انھیں کا ذکر ہے۔ انھوں نے کہا کہ پھر تجھے ان کا دین قبول کرنے سے کونسا امر مانع ہے

اس نے کہا کہ اس قوم نے ہمیں شریف بنایا، ہمارا اکرام کیا، ہمیں مال دیا، ان لوگوں کو آپ کی مخالفت کے سوا اور کوئی بات منظور نہیں۔

بھائی نے قسم کھائی کہ وہ اس کی وجہ سے کسی طرف مائل نہ ہوں گے تا وقتیکہ مدینہ آکر آنحضرت پر ایمان نہ لائیں۔ اس نے کہا کہ اے پر اور جانے دو کیوں کہ میں تو محض مزاح کر رہا تھا، جواب دیا: اگرچہ مزاح ہو، وہ اپنی سواری کو مارنے لگے اور یہ شعر پڑھنے لگے۔

الیک یذوق لقاء صیئہا معترضا فی بطنہا جنینہا

مخالفہ ابن النصارى دینہا

ابو الحارث کے بھائی آئے اور اسلام لائے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ قریش نے انصر بن الحارث بن علقمہ اور عقبہ بن ابی معیط وغیرہ کو یہود یترب کے پاس بھیجا اور ان لوگوں سے کہا کہ تم ان سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو در پافت کرو۔

یہ لوگ مدینہ آئے اور کہا کہ ہم لوگ تمہارے پاس ایک ایسے امر کے لیے آئے ہیں جو ہم میں پیدا ہو گیا ہے۔ ہمارا ایک شہر خفیر لڑکا بہت بڑی بات کہتا ہے۔ وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ جن کارسول ہے ہم سوا اے جن پیامد سے اور کسی جن کو نہیں پہچانتے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم سے اس کی صفت بیان کرو۔ صفت بیان کی تو پوچھا: تم میں سے کس نے اس کی پیروی کی۔

انہوں نے کہا کہ ہمارے ادنیٰ ترین لوگوں نے ان میں سے ایک عالم ہنسنا اور کہا کہ یہی وہ نبی ہیں جن کی نعت و صفت ہم (اپنی کتاب میں) پاتے ہیں۔ اور ان کی قوم کو ان کا سخت دشمن پاتے ہیں۔

1-9

حرام بن عثمان الانصاری سے مروی ہے کہ اسد بن زرارہ اپنی قوم کے چالیس آدمیوں کے ہمراہ ملک شام سے تجارت کے لئے آئے انہوں نے ایک خواب دیکھا کہ کوئی آنے والا ان کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابو امامہ ایک نبی تمہارے میں ظاہر ہوں گے، تم ان کی پیروی کرنا اس کی علامت یہ ہے کہ تم لوگ ایک منزل میں اترو گے، تمہارے ساتھیوں پر ایک مصیبت آئے گی، تم بچ جاؤ گے اور فلاں شخص کی آنکھ میں طاعون ہو جائے گا۔

لوگ ایک منزل میں اترے اور رات کے وقت ان سب کو طاعون نے آدبا یا۔ سوائے ابو امامہ کے اور ان کے ایک ساتھی کے جس کی آنکھ میں طاعون ہوا سب پر مصیبت آگئی۔

صالح بن کیسان سے مروی ہے کہ خالد بن سعید نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے خواب میں ایک تاریکی دیکھی جس نے مکے کو چھایا یہاں تک کہ میں نہ پہاڑ کو دیکھتا تھا نہ زمین کو۔ پھر میں نے ایک نور دیکھا جو زمزم سے نکلا؛ مثل چراغ کی روشنی کے۔ وہ جب بلند ہوتا بڑا ہو جاتا اور پھیل جاتا۔ وہ بلند ہوا اور سب سے پہلے میرے لیے بیت اللہ روشن ہو گیا؛ روشنی بڑی ہو گئی، کوئی پہاڑ اور زمین ایسی نہ باقی رہی جس کو میں نہ دیکھتا۔ وہ بلند ہو کر آسمان پر پھیل گیا پھر وہ اترا یہاں تک کہ میرے لیے شرب کے کھجور کے باغ بن گیا اور زمین گدائی کھجوریں تھیں روشن ہو گئے۔ میں نے اسی روشنی میں کسی کہنے والے کو سنا کہ وہ کہتا ہے: ”سجائے سبحانہ، ابن مردادورج اور الاکمہ کے درمیان ہضبتہ الحضیٰ میں ہلاک ہو گیا۔ یہ امت سعادتمند ہوئی۔ امیین کا نبی آیا مکتوب الہی اپنی مدت کو پہنچ گیا۔ اس بستی (مکہ) نے اس کو جھٹلایا اس پر دو مرتبہ عذاب ہو گا۔ تیسری بار وہ توبہ کرے گی۔ تین میں دو مشرق میں باقی رہیں اور ایک مغرب میں“

خالد بن سعید نے یہ خواب اپنے بھائی عمرو بن سعید سے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ تم نے عجیب واقعہ دیکھا مگر اگمان ہے کہ یہ امر عبدالمطلب کے خاندان میں ہو گا، کیونکہ تم نے نور کو زمزم سے نکلتے دیکھا ابن عباس سے مروی ہے کہ اللہ نے بعض انبیاء سے نبی اسرائیل کو وحی بھیجی کہ تم پر میرا بہت سخت غضب ہے اس لیے کہ تم نے میرا حکم ضائع کر دیا میں نے قسم کھائی ہے کہ تمہارے پاس روح القدس نہیں آئیں گے تاؤ تم کو میں ملک عرب سے اس نبی امی کو مبعوث نہ کروں جس کے پاس روح القدس آئیں گے۔

ابوحازم سے مروی ہے کہ ایک کاہن کے میں ایسے وقت آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ برس کے تھے اور آپ کی دایہ آپ کو عبدالمطلب کے پاس لائی تھیں اور وہ ہر سال آپ کو ان کے پاس



لایا کرتی تھیں۔ اس کاہن نے جو آپ کو عبدالمطلب کے ساتھ دیکھا تو کہا: اے گروہ قریش اس بچے کو قتل کر دو کیونکہ یہ تم کو قتل کرے گا اور تمہیں جدا کر دے گا۔

عبدالمطلب آپ کو لیکے بھاگے۔ اور قریش کو جیسا کہ کاہن نے ڈرا دیا تھا وہ لوگ آپ کے حال سے برابر ڈرتے رہے۔

علی بن حسین سے مروی ہے کہ بنی النجار میں ایک عورت تھی جس کا نام فاطمہ بنت النعمان تھا، ایک جن اس کے تابع تھا، وہ اس کے پاس آیا کرتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو وہ اس کے پاس آیا اور دلواریں اتر گیا۔ فاطمہ نے کہا کہ مجھے کیا ہوا کہ جس طرح آیا کرتا تھا نہیں آتا اس نے کہا کہ وہ نبی آگئے ہیں جو شراب و زنا کو حرام بتاتے ہیں۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو جن کھدڑا دیے گئے اور انہیں ستارے بارے گئے۔ حالانکہ آپ کی بعثت کے قبل وہ لوگ (آسمان کی خبریں) سنا کرتے تھے۔ (آسمان پر) جنوں کے ہر قبیلے کا ایک ٹھکانا تھا، جہاں بیٹھ کر وہ لوگ (خبریں) سنا کرتے تھے۔ اس واقعے سے سب سے پہلے جو لوگ خوفزدہ ہوئے وہ اہل طائف تھے جن کے پاس اونٹ یا بکری تھی وہ روزانہ اپنے محبوبوں کے لئے ذبح کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کا مال ختم کے قریب پہنچ گیا پھر وہ بانٹ گئے۔

ان میں سے بعض نے بعض سے کہا کہ کیا تم دیکھتے نہیں کہ آسمان کے راہ بتانے والے ستارے اس طرح ہیں کہ گویا ان میں سے کچھ نہیں گیا۔ ابلیس نے کہا کہ زمین پر کوئی نئی بات ہوئی ہے۔ تم لوگ میرے پاس ہر زمین کی مٹی لاؤ۔ مٹی اس کے پاس لائی جاتی تھی اور وہ اسے سونگھ کر ڈالتا یہاں تک کہ اس کے پاس تمامہ کی مٹی لائی گئی۔ اس سے اس نے سوچھا اور کہا کہ وہ نئی بات یہیں ہے۔

زہری سے مروی ہے کہ (بعثت سے پہلے) وحی سنی جاتی تھی

بنی اسد کی ایک عورت کے کوئی جن تابع تھا۔ ایک روز وہ اس کے پاس آیا اور جلانے لگا کہ وہ امر آگیا جس کی طاقت نہیں۔ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زنا حرام کر دیا۔ پھر جب اللہ اسلام کو لے آیا تو (جنوں کو وحی) سننے سے روک دیا گیا۔

سعید بن عمرو الہمدانی نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ہمراہ اپنے بت سواع کے پاس حاضر ہوا ہم لوگ اس کے پاس قربانیاں لے گئے تھے۔ میں سب سے پہلا شخص تھا جس نے اس پر ایک فریہ گائے چڑھائی۔ اسے اس بت پر ذبح کیا۔ پھر ہم نے اس کے پیٹ سے یہ آواز سنی کہ: تعجب، تعجب۔ بالکل تعجب۔ متفرق قسم کے لوگوں میں ایسے نبی کے ظہور کا وقت ہے جو زنا کو حرام بتائیں گے تبوں کے لیے ذبح کرنے کو حرام کہیں گے آسمانوں پر پہرہ کر دیا گیا۔ اور ہم (جنوں) کو شہاب (ٹوٹنے والے تارے) مارے گئے۔

(یہ آواز سن کر) ہم لوگ منتشر ہو گئے۔ یکے آئے اور دریافت کیا مگر ہمیں کوئی ایسا شخص نہ ملا جو صحیح علیہ السلام کے خروج کی خبر دیتا یہاں تک کہ ہم ابو بکر صدیق سے ملے ہم نے ان سے کہا کہ اے ابو بکر! کیا کوئی ایسے شخص کے میں ظاہر ہوئے ہیں جو اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ان کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے ابو بکر نے کہا کیوں کیا بات ہے۔ میں نے انھیں یہ واقعہ (بت کے پیٹ کی آواز کا) بتایا انھوں نے کہا کہ ہاں یہ رسول اللہ ہیں۔ انھوں نے ہمیں اسلام کی دعوت دی، ہم نے کہا کہ تا وقتیکہ ہم یہ نہ دیکھ لیں کہ قوم کسبیا کرتی ہے ہم اسلام نہیں لائیں گے)۔ کاش ہم لوگ اسی روز اسلام لے آتے۔ پھر اس کے بعد ہم لوگ اسلام لائے۔

۱۱۱ عبد اللہ بن سعید الہمدانی نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہم لوگ اپنے بت سواع کے پاس تھے میں اپنی دو سو بھیتوں کا ایک گلہ جن کو

خارش کی شکایت تھی اس (بت) کے پاس لے گیا تھا۔ میں انھیں اس کے قریب کر کے برکت کا طالب ہوا۔ پھر میں نے بت کے شکم سے ایک منادی کی آواز سنی جو یہ ندا دیتا ہے کہ جنوں کا مکر لگا۔ ہمیں ایک نبی کی وجہ سے جن کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے شہاب مارے گئے۔ میں نے کہا کہ مجھے واللہ عبرت دلائی گئی ہے۔ میں اپنی بکریاں واپس لے کر اپنے متعلقین کے پاس چلا گیا۔ پھر ایک شخص سے ملا جس نے مجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ظہور کی خبر دی۔

محمد بن عمر الشامی نے اپنے مشایخ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کی پرورش میں تھے اور ابوطالب زیادہ مالدار نہ تھے۔ ان کا اونٹوں کا ایک گلہ تھا، ان کے پاس اس کا دو دھلا لیا جاتا تھا۔ جب ابوطالب کے اہل و عیال سب مل کر یا تنہا کھاتے تھے تو شکم سیر نہ ہوتے تھے اور جب ان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی نوش فرماتے تھے تو شکم سیر ہو جاتے تھے۔ ابوطالب جب ان لوگوں کو کھانا چاہتے تو کہتے کہ میرے بیٹے کے آنے تک ٹھہر جاؤ آپ آتے تھے اور ان لوگوں کے ساتھ نوش فرماتے تھے تو ان سب کے کھانے سے بچ جاتا تھا، ہوتا یہ تھا کہ سب سے پہلے آپ نوش فرماتے پھر انھیں دیتے تو وہ سب پیتے تھے اور سب سیر ہو جاتے تھے، ابوطالب کہتے کہ بیشک آپ مبارک ہیں۔ اور بچے صبح کو پر اگندہ بال اور آنکھوں میں چیر پھرے ہوئے اٹھتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیل اور سرمہ لگا ہوتے اٹھتے تھے۔

ام امین نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن اور بڑے پن میں کبھی بھوک پیاس کی شکایت کرتے نہیں دیکھا۔ آپ صبح کو جاتے تھے اور زمرم نوش فرمالتے تھے۔ پھر ناشتہ پیش کیا جاتا تھا تو فرماتے تھے کہ میں اسے نہیں چاہتا میں شکم سیر ہوں۔



## امیدِ نبوتِ محمدی

### عہدِ جاہلیت میں جن کے نام محمد رکھے گئے

سعید بن المہیب سے مروی ہے کہ عرب کاہنوں اور اہل کتاب سے سنا کرتے تھے کہ ایک نبی مبعوث ہو گا جس کا نام محمد ہو گا جس عرب کو یہ معلوم ہوا اس نے نبوت کی طمع میں اپنے لڑکے کا نام محمد رکھا۔

محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ نبی سلیم میں نبی ذکوان کے محمد بن خزاعی بن حزاہ کا نام (محمد) نبوت کی طمع میں رکھا گیا۔ وہ یمن میں ابرہہ کے پاس چلا گیا اور مرنے تک اس کے ساتھ اس کے پین پر رہا۔ جب وہ صاحبِ وجاہت ہو گیا تو اس کے بھائی قیس بن خزاعی نے حسبِ ذیل شعر کہا۔

فذلکم ذوالتاج منا محمد  
ورأیتہ فی حومة الموت تخفق

۱۱۲

(بہارِ صاحبِ تاجِ محمدیہ ہے۔ جس کا جھنڈا ہجومِ نبوت میں لہراتا ہے۔)

قنادہ بن الکنن الحرّنی سے مروی ہے کہ نبی نسیم بن محمد بن سفیان ابن معاشع استقف (یعنی پوپ یا بہت بڑا پادری) تھا۔ اس کے باپ سے کہا گیا کہ عرب کے لیے ایک نبی ہو گا جس کا نام محمد ہو گا۔ تو اس نے اس کا نام محمد رکھا۔ اور نبی نوارہ میں محمد الجشمی کا اور محمد الاسبیدی کا اور محمد الفقیہی کا نام (محمد) بھی طمعِ نبوت میں لوگوں نے رکھا۔

## علامات نبوت بعد نزول وحی



ابوزید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجوں میں تھے اور آپ رنجیدہ و غمگین تھے آپ نے فرمایا:  
اے اللہ مجھے آج کوئی ایسی نشانی دکھا دے جس کے بعد میں اپنی قوم کے تکذیب کرنے والوں کی پروا نہ کروں۔  
یہ ایک مدینے کے پہاڑی راستے کی طرف کچھ نظر آیا آپ نے اسے پکارا، وہ زمین کو چاک کرتا ہوا آیا یہ یہاں تک کہ آپ کے پاس پہنچ گیا اس نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے اسے واپسی کا حکم دیا تو وہ واپس چلا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اب مجھے اپنی قوم کے تکذیب کرنے والوں کی پروا نہیں۔

عطاء سے مروی ہے: مجھے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسافر تھے۔ آپ استنجا یا قضاءے حاجت کے ارادے سے تشریف لے گئے مگر کوئی ایسی چیز نہ ملی جس سے آپ لوگوں سے آڑ کریں۔ دو درختوں کو دیکھا جو دور دور تھے، آپ نے ابن مسعود سے فرمایا کہ جاؤ اور ان دونوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ تم دونوں اکٹھا ہو جاؤ تاکہ میں تمہاری آڑ میں قضاءے حاجت کروں۔

ابن مسعود گئے اور ان دونوں سے کہا تو ایک ان میں سے دوسرے کے پاس آ گیا اور آپ نے ان کی آڑ میں قضاءے حاجت کر لی۔  
یعلیٰ بن مرہ سے مروی ہے کہ میں ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ لوگ ایک منزل میں اترے آپ نے مجھ سے فرمایا کہ ان دونوں

درختوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں اکٹھا ہو جانے کا حکم دیتے ہیں۔ ان دونوں کے پاس گیا اور ان سے یہی کہا ایک نے دوسرے کی طرف جنبش کی اور دونوں جمع ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے، آپ آڑ میں ہو گئے۔ اور تھنائے جاٹ کی۔ اس کے بعد ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے ٹھکانے کی طرف جنبش کی۔

مائشہ سے مروی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ آپ بیت النخلاء تشریف لے جاتے ہیں مگر آپ کا کسی قسم کا فضلہ نظر نہیں آتا۔ فرمایا اے مائشہ تمہیں معلوم نہیں کہ انبیاء کے بدن سے جو کچھ خارج ہوتا ہے زمین اسے نگل لیتی ہے اس لئے اس میں سے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

۱۱۳

انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک روز جس وقت کہ میں بیٹھا ہوا تھا جبریل آئے، انھوں نے میری پیٹھ پر ہاتھ مارا تو میں اُٹھ کر ایک درخت کے پاس گیا جس میں پرندے کے آشیانے کی طرح کی دو چیزیں تھیں۔ ایک میں وہ بیٹھ گئے اور دوسری میں میں بیٹھ گیا وہ اونچی ہوئی اور آتنا بلند ہو گئی کہ مشرق و مغرب کو روک لیا۔ اگر میں آسمان کو چھونا چاہتا تو ضرور چھو لیتا۔ میں اپنی نگاہ پھیر رہا تھا اور جبریل کی طرف دیکھ رہا تھا، وہ ایسے معلوم ہوتے تھے کہ گویا ایک فرش ہیں جو ملا ہوا ہے میں نے اللہ کے متعلق ان کی فضیلت علمی کو پہچانا انھوں نے میرے لیے آسمان کا دروازہ کھولا میں نے اس نور اعظم کو دیکھا اس طرف پر وہ پڑا تھا اور جہاں موتی اور یاقوت کی تھی۔ پھر اللہ نے مجھے جو وحی کرنا چاہی کی۔

مائشہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں پہرہ دیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی "وَاللّٰهُ يَعْصَمُكَ مِنَ النَّاسِ"



(لوگوں سے اللہ آپ کی حفاظت کرے گا)۔ آپ نے خیمے سے اپنا سر باہر نکالا اور فرمایا اے لوگو! پس جاؤ کیونکہ لوگوں سے اللہ نے میری حفاظت کی ہے۔

عطاء سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم گروہ انبیاء میں ہماری آنکھیں سوتی ہیں اور ہمارے دل نہیں سوتے۔  
حسن سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا۔

جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس برآمد ہوئے اور فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ جبیرؓ میرے سر ہانے اور میکائیلؑ میرے پائنتی ہیں، ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہتا ہے: آنحضرت کی کوئی مثال بیان کرو! انہوں نے (آنحضرت سے) کہا کہ سینے (آپ کے کان سنتے رہیں) اور سمجھئے (آپ کا قلب سمجھتا رہے) آپ کی اور آپ کی امت کی مثال اس بادشاہ کی ہے جس نے ایک مکان بنایا اس میں ایک کوٹھری بنائی اور دسترخوان بچھایا پھر ایک قاصد کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو کھانے کی دعوت دے۔ بعض نے قاصد کی دعوت قبول کر لی اور بعض نے اسے چھوڑ دیا یا وہ بادشاہ تو اللہ ہے اور مکان اسلام ہے۔ اور کوٹھری جنت ہے اور اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ قاصد ہیں۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جس نے آپ کی دعوت قبول کر لی وہ اسلام میں داخل ہو گیا اور جو اسلام میں داخل ہو گیا وہ جنت میں داخل ہو گیا اور جو جنت میں داخل ہو گیا وہ وہ نعمتیں کھائیگا جو اس میں ہیں۔

ابوسلمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ نہیں کھاتے تھے اور ہدیہ نوش فرماتے تھے ایک یہودی نے آپ کو ایک بھونی ہوئی بکری بھیجی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے اس میں سے نوش فرمایا۔ اس بکری نے کہا کہ میں زہراؤد ہوں

آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ہاتھ اٹھا لو۔ اس نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ زہراؑ کو دہے۔ سب نے اپنے ہاتھ اٹھالیے۔ مگر بشر بن البراء شہید ہو گئے۔

۱۱۴ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودیہ کو بلا بھیجا اور فرمایا کہ تجھے اس حرکت پر کس نے آدہ کیا۔ اس نے جواب دیا: مجھے معلوم تھا کہ اگر آپ نبی ہوں گے تو آپ کو نقصان نہ کرے گا۔ اور اگر آپ بادشاہ ہوں گے تو میں لوگوں کو آپ سے فرصت دلا دوں گی۔ آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا چنانچہ وہ قتل کر دی گئی۔

یہ واقعہ غزوہ خیبر کا ہے جہاں زینب بنت الحارث یہودیہ نے آپ کو زہراؑ کو دینا ہو گا گوشت بدیہ بھیجا اور آپ کو بطور اعجاز اس کا زہر آلود ہونا معلوم ہو گیا مگر اس سے حضرت بشر شہید ہو گئے اس لئے قصاصاً اس یہودیہ کی بھی گروں ماری گئی۔ اگر وہ اپنے فرعون امتحان نبوت میں آپ کی کامیابی کے بعد بھی ایمان لے آتی تو اس سزا سے بچ جاتی۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر مسلم کے گھر کا پکا ہوا کھانا بالکل حلال ہے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس یہودیہ کے گھر کا پکا ہوا گوشت ہرگز نوش نہ فرماتے قرآن مجید میں بھی ہے کہ "قطعاً اللذین اذوا اللکتاب حل لکم" سالم بن ابی الجعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کو کسی کام سے بھیجا ان دونوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس کو ہم توشہ بنائیں۔ فرمایا مجھے ایک مشک لادو وہ دونوں آپ کے پاس مشک لائے تو آپ نے ہمیں اس کے بھرنے کا حکم دیا ہم نے اسے (پانی سے) بھر دیا۔ آپ نے اس میں ڈاٹ لگا دی۔ اور فرمایا کہ تم دونوں جاؤ یہاں تک کہ فلاں فلاں مقام تک پہنچو اللہ تم دونوں کو رزق دے گا۔

وہ دونوں روانہ ہوئے یہاں تک کہ اس مقام پر آئے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا تھا۔ ان کی مشک کھل گئی

بکری کا دودھ اور کھن نکل آیا۔ دونوں نے کھایا اور یہاں تک کہ شکم سیر ہو گئے۔

ابوسعید الحضرمی سے مروی ہے کہ قبیلہ اسلم کا ایک شخص اپنی بکریوں کے ساتھ تھا جن کو وہ ذوالحلیفہ کے میدان میں چرا رہا تھا اس پر ایک بھیڑیا ٹوٹ پڑا اور ایک بکری چھین لی۔ وہ شخص چلایا اور پتھر مار کے اپنی بکری چھڑائی۔

بھیڑیا سامنے آیا اور دم کو رانوں کے نیچے دبا کر سرین کے بل اس شخص کے روبرو بیٹھ گیا۔ اور کہا کہ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے کہ مجھ سے وہ بکری چھینتی ہو جو خدا نے مجھے بطور رزق دی ہے۔

اس شخص نے کہا کہ بخدا میں نے کبھی ایسی بات نہیں سنی۔ بھیڑیے نے کہا تم کس بات سے تعجب کرتے ہو۔ اس نے کہا میں بھیڑیے کو اپنے ساتھ باتیں کرنے سے تعجب کرتا ہوں بھیڑیے نے کہا: تم نے اس سے زیادہ عجیب بات کو چھوڑ دیا ہے دیکھو، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو دو پتھر ملی زمینوں کے درمیان کھجوروں کے باغ میں لوگوں سے گذری ہوئی باتیں بیان کرتے ہیں اور جو آنے والی باتیں ہیں وہ بھی ان سے بیان کرتے ہیں اور تم یہاں اپنی بکریوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہو۔

جب اس شخص نے بھیڑیے کا کلام سنا تو اپنی بکریوں کو جمع کیا اور انصار کے گاؤں "تجاء" میں لایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دریا لیا تو ابویوب کے مکان میں پایا۔ اس نے بھیڑیے کا واقعہ سنایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچ کہا۔ عشاء کے وقت آنا اور جب دیکھنا کہ لوگ جمع ہو گئے تو انہیں اس واقعہ کی خبر دینا۔

اس نے یہی کیا۔ جب نماز پڑھی اور لوگ جمع ہوئے تو اس سلمی نے انہیں بھیڑیے کے واقعہ کی خبر دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: سچ کہا۔ سچ کہا۔ سچ کہا۔ ایسے عجائب قیامت سے پہلے



ہوں گے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں مجھ کی جان ہے قریب ہے کہ تم میں سے ایک شخص شام یا صبح کو اپنے متعلقین سے غائب ہو گا پھر اس کا گویا یا اس کی چھڑی یا اس کا جوتا اُسے واقعے کی خبر دیگا جو اس کے متعلقین نے اس کے بعد کیا ہو گا۔

۱۱۵ عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ گئے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت اپنے مکان کے آگے کے میدان میں بیٹھے ہوئے تھے تو عثمان بن نفون آپ کے پاس سے گزرے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کترائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بیٹھتے نہیں، عرض کی: ہاں (بیٹھتا ہوں)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے روبرو بیٹھے۔ پھر جس وقت وہ آپ سے باتیں کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اٹھائی اور تھوڑی دیر تک آسمان کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر اپنی طرف نظر ڈالنے لگے یہاں تک کہ آپ نے اُسے زمین پر داہنی جانب ڈالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہم نشین عثمان سے سرک کر اسی مقام پر بیٹھ گئے جہاں نظر ڈالی تھی۔ اپنے سر کو اس طرح حرکت دینے لگے کہ گویا آپ وہ بات سمجھنا چاہتے ہیں جو آپ سے کہی جا رہی ہے ابن مطعون بھی دیکھ رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی ضرورت پوری کر لی اور وہ بات سمجھ لی جو آپ سے کہی جا رہی تھی تو نظر آسمان کی طرف اٹھائی جیسا کہ پہلی بار کیا تھا، آپ کی نظر اس کے پیچھے تھی یہاں تک کہ وہ آسمان میں چھپ گیا۔

پھر آپ اپنی پہلی ہی نشت پر عثمان کی طرف متوجہ ہوئے عثمان نے کہا کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں جن اوقات میں آپ کے پاس بیٹھا کرتا تھا اوقات کے پاس آیا کرتا تھا ان میں میں نے آپ کو آج صبح کی طرح کرتے نہیں دیکھا۔ فرمایا: تم نے مجھے کیا کرتے دیکھا۔ انھوں نے کہا: میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں

پھر آپ نے اسے اپنی طرف ڈالا اُس کے پاس سرک گئے، مجھے چھوڑ دیا اور اپنے سر کو اس طرح حرکت دینے لگے گویا آپ اس بات کو سمجھنا چاہتے ہیں جو آپ سے کہی جا رہی ہے۔

فرمایا: کیا تم اسے سمجھ گئے، عثمانؓ نے کہا: جی ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی جب تم بیٹھے تھے تو میرے پاس اللہ کا قاصد آیا۔ عثمانؓ نے پوچھا اللہ کا قاصد آپ نے فرمایا ہاں، عثمانؓ نے کہا پھر اس نے آپ سے کیا کہا۔ آپ نے فرمایا کہ: "ان اللہ یا امر بالعدل والاحسان وایتا و ذی القربى وینہی عن الفحشاء وامنکر و البغی یغظکرم لعلکم تذکرون" اللہ عدل و احسان کا اور قربت دار کو دینے کا حکم دیتا ہے، بدکاری چھینے اور سرکشی سے منع کرتا ہے، تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ اللہ کو یاد کرو۔

عثمانؓ نے کہا کہ بس یہ بات تھی کہ چیرے بے دل میں ایمان لے جگہ کر لی اور مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت پیدا ہو گئی۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک روز یہو وکی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی، ان لوگوں نے کہا کہ اے ابوالقاسم ہم سے وہ چند خصلتیں بیان کیجئے جو ہم آپ سے دریافت کریں جن کو سوائے نبی کے کوئی نہیں جانتا،

آپ نے فرمایا کہ تم جو چاہو مجھ سے دریافت کرو۔ لیکن میرے لیے اللہ کو ذمہ دار کرو اور جو عہد یعقوب نے اپنے بیٹوں سے لیا تھا وہ مجھ سے کرو کہ اگر میں تم سے کچھ بیان کروں اور تم اسے سمجھ لو تو تم بالضرور اسلام پر میری پیروی کرو گے۔

ان لوگوں نے کہا کہ یہ بات آپ کے لیے (منظور) ہے۔ فرمایا تو پھر جو چاہو مجھ سے پوچھو۔

انہوں نے کہا کہ وہ چار باتیں ہیں بتائیے جو ہم آپ سے پوچھتے ہیں۔

ہیں بتائیے کہ وہ کونسا کھانا تھا جو اسرائیل (یعقوب) نے توریت نازل ہونے سے پہلے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔  
عورت کی منی کی مرد کی منی سے کیا کیفیت ہوتی ہے۔ اور اس سے لڑکا کیسے ہوتا ہے اور لڑکی کیسے ہوتی ہے۔  
سونے میں ان بنی امی کی کیا کیفیت ہوتی ہے اور کون فرشتہ ان کا دوست ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ تم پر اللہ کا عہد لازم ہے کہ اگر میں تمہیں بتا دوں گا تو تم ضرور میری پیروی کرو گے۔ چنانچہ آپ نے جو عہد و پیمان چاہا وہ انہوں نے آپ سے کر لیا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ تمہیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ پر توریت نازل کی۔ کیا تم جانتے ہو کہ اسرائیل (یعقوب) نے سخت بیمار ہو گئے اور ان کی علالت طول کھڑ گئی تو انہوں نے اللہ کے واسطے نذرمانی کہ اگر اللہ انہیں شفا دیگا تو وہ اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ پینے کی چیز اور اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ کھانے کی چیز (اپنے اپنے اوپر) حرام کر لیں گے۔ ان کی سب سے زیادہ پسندیدہ کھانے کی چیز اونٹ گا گوشت اور سب سے زیادہ پسندیدہ پینے کی چیز اونٹ کا دودھ تھا۔

ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اے اللہ ۱۱۶  
تو ان لوگوں پر گواہ رہنا۔

آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں اسی اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے موسیٰ پر توریت نازل فرمائی۔ کیا تم جانتے ہو کہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہوتی ہے اور عورت کی منی زرد اور تیلی ہوتی ہے۔ پھر ان میں سے جو غالب ہوتی ہے اللہ کے حکم سے سچا اور شاہت اسی کی ہوتی ہے۔ اگر مرد کی منی عورت کی منی پر غالب ہو تو اللہ کے حکم سے لڑکا ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی مرد کی منی پر غالب ہو تو اللہ کے حکم سے



لڑکی ہوتی ہے۔

ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اے اللہ ان لوگوں پر گواہ رہنا۔

آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں اسی اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰؑ پر توریت نازل کی کیا تم جانتے ہو کہ ان بنی امی کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا قلب نہیں سوتا۔

ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اے اللہ ان پر گواہ رہنا۔

ان لوگوں نے کہا اب آپ ہم سے یہ بیان کر دیجئے کہ کونسا فرشتہ آپ کا دوست ہے۔ بس اسی وقت ہم آپ کے ساتھ ہو جائیں گے یا آپ کو چھوڑ دیں گے۔

آپ نے فرمایا کہ میرے دوست جبریلؑ ہیں اور کبھی کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا جس کے وہ دوست نہ ہوں۔

ان لوگوں نے کہا کہ اس حالت میں تو ہم آپ کو چھوڑ دیں گے۔ اگر آپ کا دوست جبریلؑ کے سوا کوئی اور فرشتہ ہوتا تو ہم ضرور آپ کی پیروی کرتے اور آپ کی تصدیق کرتے۔

آپ نے فرمایا کہ اب تمہیں میری تصدیق کرنے سے کونسا امر مانع ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ جبریلؑ ہمارے دشمن ہیں۔ اسی بات پر اللہ

جل شانادہ نے فرمایا ”قل من كان عدوا لجبریل فانه نذير على قلبك باذن الله (انہی قول) کانہم لا یعلمون“ (آپ کہہ دیجئے کہ جو شخص جبریلؑ کا دشمن ہو تو ہوا کرے) کیونکہ انہوں نے تو قرآن کو آپ کے قلب پر خدا کے حکم سے نازل کیا ہے۔ الخ۔) اسی بات پر ان لوگوں نے (اپنے اوپر) غضب پر غضب نازل کر لیا۔

اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد کو دیکھنے تشریف لے گئے، انہیں کے پاس قیلولہ فرمایا،

جب ٹھنڈا وقت ہو گیا تو وہ لوگ اپنا ایک دیہاتی سست رفتار کدھالائے اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک چادر کسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اسعد نے چاہا کہ اسے بیٹے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بٹھادیں تاکہ وہ گدھے کو واپس لے آئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم ان کو میرے ساتھ بھیجنے ہی والے ہو تو انہیں میرے آگے سوار کرو۔ اسعد نے کہا کہ نہیں۔ یا رسول اللہ آپ کے پیچھے ہی (بٹھاؤں گا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سواری کے مالک ہی اس کے آگے کے حصے کے زیادہ مستحق ہیں۔ اسعد نے کہا کہ میں انہیں آپ کے ہمراہ نہ بھیجوں گا لیکن آپ خود گدھے کو لوٹا دیکھے گا چنانچہ آپ نے خود اسے لوٹا دیا اس کی کیفیت تھی کہ خوش رفتار اور اتنا تیز رو ہو گیا تھا کہ اس کے ساتھ کوئی (جانور) چل نہ سکتا تھا۔

ثابت البنانی سے مروی ہے کہ منافقین جمع ہوئے اور انہوں نے آپس میں گفتگو کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کچھ لوگ جمع ہوئے اور انہوں نے یہ کہا اور یہ کہا۔ لہذا تم لوگ کھڑے ہو اور اللہ سے توبہ کرو اور میں بھی تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔ وہ لوگ کھڑے نہ ہوئے؛ آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کھڑے ہو اور اللہ سے توبہ کرو اور میں بھی تمہارے لیے استغفار کروں گا (جب اس پر بھی نہ کھڑے ہوئے) تو آپ نے فرمایا کہ ضرور بالضرور کھڑے ہو ورنہ میں تمہیں نام بنام بتا دوں گا۔ (اسیر بھی نہ اٹھے) تو آپ نے فرمایا کہ اے فلاں شخص اٹھ چنانچہ وہ لوگ شرمندہ ہو کر چہرہ چھپائے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ جمعہ کے روزیں منبر کے پاس کھڑے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرماتے تھے بعض اہل مسجد نے کہا: یا رسول اللہ! کس روک لی گئی اور مویشی ہلاک ہو گئے۔ لہذا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں پانی دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔

ہم لوگ آسمان پر ذرا سا بھی ابر نہیں دیکھتے تھے مگر اللہ نے ابر کو جمع کر دیا اور اس نے ہم پر خوب پانی برسایا میں نے مضبوط سے مضبوط آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنے دل میں پریشان تھا کہ وہ کیوں کر اپنے متعلقین کے پاس جائے گا۔ سات دن تک اس طرح بارش ہوتی رہی کہ وہ تھمتی نہ تھی۔ دوسرے جمعے کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ یا رسول اللہ مکانات گر گئے اور مسافر ترک گئے۔ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اس کو ہم سے اٹھالے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا کہ ”اللہم حوالینا ولاعلینا“ اے اللہ ہمارے اطراف بر سے اور ہم پر نہ بر سے۔ ابر ہمارے سروں پر تھا وہ اس طرح پھٹ گیا کہ گویا ہم لوگ ایسی جگہ ہیں کہ ہمارے گرداگرد بارش ہوتی ہے اور ہم پر نہیں برتا۔

ثابت سے مروی ہے کہ انصار کی ایک خاتون نے اپنا تھوڑا سا کھانا تیار کیا، شوہر سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ آپ کو دعوت دو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات خفیہ طور پر کہو۔

وہ آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ فلاں خاتون نے تھوڑا سا کھانا تیار کیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں سے فرمایا کہ فلاں کے والد کی دعوت قبول کرو۔

انہوں نے کہا میں آیا اور میری یہ کیفیت تھی کہ اپنے متعلقین کے پاس جو کچھ چھوڑا تھا اس کی وجہ سے میرے قدم میرا ساتھ نہ دیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو لے آئے ہیں۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ ہماری توضیحت ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں کو اپنے ہمراہ لے آئے۔ بیوی نے کہا کہ کیا میں نے تمہیں یہ شکورہ نہیں دیا تھا کہ خفیہ طور پر آنحضرت سے کہنا۔ انہوں نے کہا کہ



میں نے تو یہی کیا۔ بیوی نے کہا کہ تب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود زیادہ جانتے ہیں۔

سب لوگ آگئے یہاں تک کہ گھر بھر گیا حجرہ بھی بھر گیا اور وہ لوگ گھر کے احاطے میں بھی تھے۔ (کھانے کی کوئی چیز) بھی بھر لائی گئی اور رکھ دی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے برتن میں پھیلانے لگے اور فرمانے لگے کہ اشاء اللہ۔ پھر لوگوں سے فرمایا کہ قریب آؤ اور کھاؤ جب ایک کاپیٹ بھر جائے تو وہ اپنے ساتھ ہی کے لیے جگہ خالی کر دے،

ایک آدمی (کھا کر) اٹھنے لگا اور دوسرا اس کے مقام پر بیٹھنے لگا۔ یہاں تک کہ گھر والوں میں سے کوئی نہ رہا جو شکم سیر نہ ہو گیا ہو۔ آپ نے فرمایا اہل حجرہ کو بلاؤ، بیٹھنے والا بیٹھنے لگا اور کھرا ہونے والا کھرا ہونے لگا۔ یہاں تک کہ یہ لوگ بھی شکم سیر ہو گئے، آپ نے فرمایا احاطہ والوں کو بلاؤ ان لوگوں نے بھی اسی طرح کیا، کھانا برتن میں اسی طرح باقی رہا جس طرح کہ تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اہل خانہ سے) فرمایا کہ کھاؤ اور اپنے پڑوسیوں کو کھلاؤ۔

ثابت سے مروی ہے کہ میں نے ان سے کہا: اے ابو حمزہ ان عجائب (معجزات) میں سے جن میں آپ خود موجود ہوں اور جن کو آپ کسی اور کی روایت سے نہ بیان کریں ہم سے کچھ بیان کیجئے، انہوں نے کہا: ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر پڑھی اور روانہ ہوئے یہاں تک کہ آپ ان نشست گاہوں پر پہنچ گئے جن پر جبریل آیا کرتے تھے، بلال آئے اور عصر کی اذان کہی ہر وہ شخص اٹھ کھڑا ہوا جس کے متعلقین مدینے میں تھے، تاکہ قضائے حاجت کرے اور وضو کا پانی حاصل کرے۔

مہاجرین کے چند لوگ رہ گئے جن کے متعلقین مدینے میں نہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کسادہ پیالہ لایا گیا جس میں پانی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی برتن میں رکھی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری بیٹی برتن میں نہ سمائی تو

آپ نے ان چار انگلیوں کو برتن میں گھما کر فرمایا کہ قریب آؤ اور وضو کرو آپ کا ہاتھ برتن ہی میں تھا، لوگوں نے وضو کیا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی شخص ایسا نہ رہا جس نے وضو نہ کر لیا ہو۔

ثابت نے کہا کہ میں نے (انس سے) پوچھا: اے ابو حمزہ آپ کے خیال میں وہ لوگ کتنے تھے (جنہوں نے اس ایک برتن سے وضو کیا) انہوں نے کہا کہ نثر انہی کے درمیان تھے۔

انس سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے پانی مانگا وہ آپ کے پاس ایک کشاوہ پیالے میں لایا گیا، آپ نے اپنا ہاتھ اس میں رکھ دیا تو پانی آپ کی انگلیوں سے اس طرح اُبلنے لگا گویا وہ چپٹے ہیں۔ ہم سب نے پیسا (اور بروایت خالد) ساری جماعت وضو کرنے لگی۔

انس نے کہا: میں نے اس جماعت کا اندازہ کیا تو نثر سے انہی تک ہے جو انس بن مالک سے مروی ہے کہ نماز کا وقت آ گیا تو مسجد کے پڑوسی اٹھ کر وضو کرنے لگے۔ اور نثر سے اسی کے درمیان تک لوگ رہ گئے جن کے مکانات دور تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طشت منگایا جس میں پانی تھا لیکن بھرا ہوا نہ تھا، آپ نے اپنی انگلیاں اس میں ڈالیں اور آپ (اس برتن کو) ان لوگوں کے پاس پہنچانے لگے اور فرمانے لگے کہ وضو کرو سب نے وضو کر لیا اور برتن میں جتنا پانی تھا اتنا رہا باقی رہا۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی ضرورت سے تشریف لے چلے ہمراہ اصحاب میں سے بھی کچھ لوگ تھے یہ لوگ چلتے رہے، نماز کا وقت آ گیا تو اس جماعت کو کوئی چیز نہ ملی جس سے وضو کریں۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہمیں کوئی چیز نہیں ملتی جس سے وضو کریں، لوگوں کے چہروں سے اس کی ناگواری نظر آتی تھی۔ ایک شخص گیا اور ایک پیالہ لایا جس میں بہت تھوڑا پانی تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لے لیا اور وضو کیا، آپ نے

چاروں انگلیاں اس پیالے پر بھلا کر فرمایا تم لوگ آؤ۔ ساری قوم نے وضو کیا۔  
اتن سے دریافت کیا گیا کہ یہ لوگ کتنے تھے تو انھوں نے کہا کہ ستر یا اسی  
کے قریب۔

ایاس بن سلمہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہم لوگ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جدیبہ آئے تعداد میں ہم چودہ سو آدمی  
تھے، حوض پر پچاس بکریاں بھی تھیں جن کو وہ (حوض) سیراب نہ کر سکتا تھا  
(تو پھر چودہ سو آدمیوں کو اس کا پانی کیا کافی ہو سکتا تھا) رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم حوض پر بیٹھ گئے، آپ نے اس میں لعاب دہن ڈالا  
یا دعا کی (راوی کو یاد نہیں رہا) تو وہ جوش مارنے لگا، چنانچہ ہم نے پیالہ  
اور پلایا اور بھر لیا۔

نافع سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر  
میں چار سو کی تعداد میں آدمی تھے، آپ نے ہمیں ایسی منزل میں اتارا جہاں  
پانی نہ تھا، مسلمانوں کو سخت تکلیف تھی، لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم کو دیکھا کہ آپ نے قیام فرما دیا۔ تو سب نے بھی قیام کر دیا، ایک تیز و تھار  
کے سینگوں والی بھیرھی سامنے آئی جو چل رہی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے پاس آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا دودھ دوا، آپ نے  
سارے لشکر کو شکم سیر کر دیا اور خود بھی سیراب ہو گئے۔ فرمایا کہ اے نافع اے  
روک لینا، مگر میرا خیال تو یہی ہے کہ تم اسے روک نہ سکو گے۔ نافع نے کہا کہ  
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمایا کہ میرا خیال تو یہی ہے کہ  
تم اسے روک نہ سکو گے، تو میں نے ایک لکڑی لی اور زمین میں گاڑ دی، ایک  
رسی لی اور اس بھیرھی کو باندھ دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب لوگ  
سو گئے میں بھی سو گیا۔ جب بیدار ہوا تو اتفاق سے رسی کھلی ہوئی تھی اور  
بکری نہ تھی، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو  
خبر دی، میں نے کہا کہ بکری چلی گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے  
فرمایا کہ اے نافع کیا میں نے تمہیں آگاہ نہیں کر دیا تھا کہ تم اسے روک نہ سکو گے،



جو اسے لایا تھا وہی اسے لے بھی گیا۔

عبدالرحمن بن ابی عمرۃ الانصاری نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہم لوگ کسی غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ لوگوں پر فاقہ پڑی مصیبت آگئی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بعض سواریوں کے ذبح کرنے کی اجازت چاہی اور عرض کیا کہ اس کے ذریعہ ہمیں اللہ (منزل تک) پہنچا دے گا۔

عزیز الخطاب نے جب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کی بعض سواریوں کے ذبح کرنے کی اجازت دینے کا قصد کر لیا ہے تو عرض کیا یا رسول اللہ اگر سواریاں ذبح کر دی جائیں گی تو ہماری کیا کیفیت ہوگی کل صبح کو ہم بھوکے اور سیاہ و دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ آپ کی رائے ہو تو لوگوں سے ان کا بقیہ نوشتہ منگوائے اور اسے جمع کیجئے اور اللہ سے برکت کی دعا کیجئے۔ بیشک میں اللہ آپ کی دعا سے پہنچا دے گا یا آپ کی دعائیں ہیں برکت دے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کا بقیہ نوشتہ منگایا تو لوگ ایک ایک ٹھٹی اور اس سے زیادہ گلہ لانے لگے سب سے بڑی مقدار جو لایا وہ ایک صاع رساڑے تین سیر کھجور تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جمع کرایا کھڑے ہوئے اور جو دعا اللہ کو منظور تھی مانگی، لشکر کو مع ان کے برتنوں کے بلایا اور حکم دیا کہ وہ جنگ سے بھریں۔ سارے لشکر میں کوئی برتن ایسا نہ بچا جس کو انہوں نے بھرنے لیا ہو۔ اس پر بھی رخ رہا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا مسکراے کہ آپ کی کھلیاں کھل گئیں۔

فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور بیشک میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو بندہ ہموں ان دونوں کلمات کے (عقیدہ کے) ساتھ قیامت میں اللہ سے ملے گا تو اس سے دوزخ روک دی جائے گی ابوقادہ سے مروی ہے کہ ایک شب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں و عطا سنایا آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اسی شب کو رات بھر چلو گے اور صبح کو انشاء اللہ بانی (منزل) پر پہنچو گے۔ لوگ اس کیفیت سے روانہ ہوئے کہ کوئی کسی کی طرف رخ نہ کرتا تھا، میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں چل رہا تھا

آدھی رات گزر گئی تو یکایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند آگئی آپ اپنی سواری پر جھک گئے، بغیر اس کے کہ میں آپ کو بیدار کرتا آپ کے سہارا لگا دیا آپ اپنی سواری پر درست ہو کر بیٹھ گئے اور ہم روانہ ہوئے

۱۲۰ رات آخر ہو گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر نیند آگئی اور دو بارہ اپنی سواری پر جھک گئے، میں نے بغیر اس کے کہ آپ کو بیدار کروں آپ کے سہارا لگا دیا آپ اپنی سواری پر درست ہو کر بیٹھ گئے، پھر ہم روانہ ہوئے۔

جب پھلی شب کا آخری حصہ ہوا تو آپ اس قدر جھک گئے جو پہلی دونوں مرتبہ سے بہت زیادہ تھا، قریب تھا کہ آپ ڈھلک جائیں، میں نے پھر آپ کو سہارا دے دیا آپ نے اپنا سہارا اٹھایا اور فرمایا کہ یہ کون ہے۔ میں نے کہا کہ ابو قتادہ۔ آپ نے فرمایا تمہارا اس طرح میرے ہمراہ چلنا کب سے ہے میں نے کہا کہ میرا اس طرح آپ کے ہمراہ چلنا برابر رات ہی سے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تمہاری اس طرح حفاظت کرے جس طرح تم نے اس کے نبی کی کی ہے۔

پھر فرمایا، کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم لوگ حمر لیفوں سے ٹھنی رہیں گے کیا تم کسی کے متعلق یہ خیال کرتے ہو کہ وہ منزل میں آرام کر کے سفر کرنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا کہ ایک شتر سوار یہ ہیں پھر میں نے کہا کہ ایک شتر سوار یہ ہیں۔ پھر ہم جمع ہو گئے اور ہم سب سات شتر سوار تھے نبی علیہ السلام راستہ سے ہٹ گئے، اپنا سہارا (آرام کے لیے) رکھ دیا۔ اور فرمایا کہ ہماری نماز کا خیال رکھنا (کہ ہمیں سونے میں قضا نہ ہو جائے)۔

سب سے پہلے جو شخص بیدار ہوا وہ سورج (نکلنے کی وجہ سے بیدار ہوا)۔

ہم سب لوگ گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے، آپ نے فرمایا کہ سب لوگ سوار ہو جاؤ۔ ہم لوگ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب آفتاب بلند ہو گیا تو آپ اترے وضو کا برتن مانگا جو میرے پاس تھا اور اس میں پانی تھا۔

ہم لوگوں نے وضو سے کم وضو کیا۔ اور اس (برتن) میں کچھ پانی بیچ گیا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابو قتادہ ہمارا وضو کا یہ برتن اچھی طرح رکھنا کیونکہ اس کے لئے ایک عظیم الشان جبر ہو گی۔ نماز کی اذان کہی گئی تو نبی علیہ السلام نے دو رکعتیں فجر سے پہلے پڑھیں آپ نے اسی طرح فجر کی نماز پڑھی جس طرح آپ روزانہ پڑھا کرتے تھے۔

آپ نے فرمایا کہ سوار ہو جاؤ، ہم سب لوگ سوار ہو گئے۔ بعض لوگ سرگوشی کرنے لگے۔ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: یہ کیا بات ہے کہ تم لوگ مجھے چھوڑ کے سرگوشی کر رہے ہو۔ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم اپنی نمازیں اپنی کوتاہی کے بارے میں سرگوشی کر رہے ہیں (جس کا وقت گزر گیا اور ہم سوتے رہے) فرمایا:

کیا میرے اندر تمھارے لیے نمونہ نہیں ہے (یعنی جس طرح تم سے وقت فوت ہو گیا اسی طرح مجھ سے بھی فوت ہو گیا)۔ بیشک سو جانے میں اپنی طرف سے) کوتاہی نہیں ہے (بلکہ یہ تو معذوری ہے کہ آنکھ ہی نہ کھلی) لیکن کوتاہی اس شخص کی ہے جو اس نماز کو ادا نہ کرے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔ جو ایسا کرے (کہ وقت پر نہ پڑھ سکے) تو اسے چاہئے کہ اس وقت کی نماز جب بیدار ہو پڑھ لے، جب دوسرا دن ہو تو وقت پر پڑھے۔ آپ نے فرمایا کہ تمھارے خیال میں لوگوں نے کیا کیا۔ پھر فرمایا کہ لوگوں کی یہ کیفیت ہو گی کہ وہ اپنے نبی کو نہ پائیں گے، ابو بکر و عمر و نے (لوگوں کی تسلی کے لئے) کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو دھمکاتے ہیں۔ آپ ایسے نہیں ہیں کہ تمہیں چھوڑ جائیں، لوگوں نے کہا کہ نبی علیہ السلام تمھارے سامنے ہیں اگر تم ابو بکر و عمر کی پیروی کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔



جس وقت ہر چیز گرم ہو گئی یا جس وقت دن بلند ہو گیا ہم لوگوں کے پاس پہنچے اور وہ لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ یا رسول اللہ! تم پیاس کے مارے مر گئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم پر ہلاکت نہ آئے گی؛ آپ نے قیام فرمایا اور فرمایا کہ میرے لیے میرا چھوٹا پیالہ چھوڑ دو؛ آپ نے وضو کا برتن مانگا نبی صلی اللہ علیہ وسلم (چھوٹے پیالے میں پانی) انڈیلنے لگے اور میں لوگوں کو پلانے لگا۔ جب لوگوں نے دیکھا (کہ پانی کم ہے) تو ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کے ساتھ اچھا برتناؤ کرو تم میں ہر شخص سیراب ہو جائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اونڈیلنے اور میں لوگوں کو پلانے لگا یہاں تک کہ میرے اور آنحضرت کے سوا کوئی نہ بچا آپ نے پانی انڈیلا اور مجھ سے فرمایا کہ پوچھو عرض کی یا رسول اللہ! تا وقتیکہ آپ نہ نوش فرمائیں گے میں نہیں پیوں گا۔ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ قوم کا ساتھی قوم کے آخر میں پیتا ہے چنانچہ میں نے بھی پیا اور نبی علیہ السلام نے بھی نوش فرمایا۔ چنانچہ لوگ پانی کے پاس بکثرت سیراب ہو کر آئے۔

۱۲۱

عبداللہ بن رباح نے کہا کہ میں تمہاری اسی جامع مسجد میں یہ حدیث بیان کرتا ہوں۔ جب مجھ سے عمران بن حصین نے کہا کہ دیکھو اے نوجوان دیکھو کہ تم کیونکر حدیث بیان کرتے ہو۔ کیونکہ اس شب میں میں بھی ایک سوار تھا، راوی نے کہا اے ابو سعید کیا آپ زیادہ جانتے ہیں، پوچھا آپ کن لوگوں میں سے ہیں؟ میں نے کہا کہ انصار میں سے۔ انہوں نے کہا کہ تب تو آپ لوگ اپنی حدیث کو زیادہ جانتے ہیں۔ آپ قوم سے حدیث بیان کیجئے۔

میں نے قوم سے حدیث بیان کی تو عمران نے کہا کہ میں بھی اس شب موجود تھا اور میں نہیں سمجھتا کہ کسی نے اس حدیث کو اس طرح یاد کیا ہو جس طرح آپ نے یاد کیا ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس آیا اور کہا، آپ کس سبب سے نبی ہیں۔  
 فرمایا: اگر میں کبجور کے ورخت کی کسی چیز کو دعوت کروں اور وہ  
 میری دعوت قبول کرے تو کیا تم مجھ پر ایمان لاؤ گے۔ اس نے کہا کہ  
 جی ہاں۔ آپ نے اس کو دعوت کی اور اس نے آپ کی دعوت قبول  
 کی تو وہ شخص آپ پر ایمان لایا اور مسلمان ہو گیا۔

جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ ہمیں حدیبیہ میں پیاس کی  
 شدت پیش آئی تو ہم لوگ گھبرائے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 پاس گئے، آپ کے سامنے ایک مٹی کی بانڈی تھی جس میں پانی تھا۔ اس میں  
 آپ نے اس طرح اپنی انگلیاں پھرائیں۔ اور فرمایا کہ بسم اللہ، پھر پانی پینے  
 انگلیوں سے اس طرح نکلتے لگا کہ گویا وہ چشمے ہیں وہ ہم سب کو کافی ہو گیا  
 اور سب کو پہنچ گیا، ہم نے میا اور وضو کیا۔

المقداد سے مروی ہے کہ میں اور میرے دو ہمراہی اس کیفیت سے  
 آئے کہ مشقت کی وجہ سے ہماری سماعت و بصارت جا چکی تھی۔ ہم لوگ  
 اپنے آپ کو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کرتے تھے اور  
 کوئی شخص ہمیں قبول نہ کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو  
 آپ ہمیں اپنے متعلقین کے پاس لے گئے، وہاں تین بکریاں تھیں  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے درمیان یہی دو وہ  
 دوہ لو، ہم لوگ دو وہ دوہا کرتے تھے اور ہر شخص اپنا حصہ ہی لیتا تھا۔ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ آپ کے لیے اٹھا رکھتے تھے۔ آپ رات کو تشریف  
 لاتے تھے اور اس طرح سلام کرتے تھے کہ سونے والے بیدار نہ ہوتے اور  
 جاگنے والے سن لیتے مسجد میں نماز پڑھ کر شربت (دو وہ کا حصہ) نوش فرماتے  
 تھے۔

مقداد نے کہا ایک شب میرے پاس شیطان آیا اور کہا کہ (محمد صلی اللہ  
 علیہ وسلم) انصار کے پاس تشریف لے جاتے ہیں تو وہ لوگ آپ کو تحفہ  
 دیتے ہیں اور ان لوگوں کے پاس آپ (ضروریات) پا جلتے ہیں آپ کو

اس گونٹ بھردودھ کی حاجت نہیں ہے۔ لہذا تم اس کو بھی بی جاؤ۔  
 وہ مجھے سبز باغ دکھاتا رہا یہاں تک کہ میں نے اسے بی لیا جب وہ  
 میرے پیٹ میں پہنچ گیا اور وہ سمجھ گیا کہ اب اس (دودھ) پر کوئی قابو نہیں  
 تو اس نے مجھے شرمندہ کیا اور کہا کہ تم پر افسوس ہے کیا حرکت کی کہ محمد  
 (صلی اللہ علیہ وسلم) کا شربت پی گئے! آپ تشریف لائیں گے اور اس  
 (شربت یا دودھ) کو نہ دیکھیں گے تو تمھارے لیے بدعا کریں گے اور تم  
 ہلاک ہو جاؤ گے، تمھاری دنیا بھی جائے گی اور آخرت بھی جائے گی۔

۲۲

مضدا نے کہا: میرے بدن پر ایک کبیل تھا کہ جب سر اڑھایا  
 جاتا تھا تو قدم باہر ہو جاتے تھے، اور جب قدموں پر ڈال دیا جاتا تھا تو  
 سر کھل جاتا تھا۔ مجھے نیند نہ آتی تھی، میرے دونوں ہمراہی سو گئے تھے  
 رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے آپ نے اسی طرح سلام کیا  
 جس طرح (آہستہ آواز سے) کیا کرتے تھے، مسجد میں آئے اور نماز پڑھی  
 پھر شربت کے پاس آئے، (برتن کو) کھولا تو اس میں کچھ نہ پایا۔ آپ نے  
 آسمان کی طرف سر اڑھایا۔ میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ اب آپ میرے  
 لیے بدعا کریں گے اور میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ مگر آپ نے فرمایا کہ اے  
 اللہ! اسے کھلا جو مجھے کھلائے اور اسے پلا جو مجھے پلائے، میں نے اپنے  
 کبیل کی طرف رخ کیا اور اُسے اپنے اوپر کس لیا، چھری لی اور بکریوں  
 کے پاس جا کر تلاش کرنے لگا کہ ان میں کون زیادہ موٹی ہے تاکہ رسول اللہ  
 (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے ذبح کروں، اتفاق سے وہ سب کی سب دودھ  
 سے بہ رہی ہوئی نکھیل۔ میں نے آنحضرت کے متعلقین کے ایسے برتن کی  
 طرف رخ کیا جس میں ان لوگوں کی دودھ دوینے کی خواہش نہ تھی اس میں  
 میں نے اتنا دودھ دوہا کہ پھین برتن کے اوپر آ گیا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)  
 کے پاس لایا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے مضدا! کیا تم لوگوں نے آج شربت کو  
 اپنے حصے کا شربت (دودھ) نہیں پیا (جو اس قدر لے آئے) عرض کی:  
 یا رسول اللہ! نوش فرمائیے۔ آپ نے نوش فرمایا، مجھے دیا تو میں نے کہا کہ



یا رسول اللہ آپ نوش فرمائیے۔ آپ نے نوش فرمایا پھر مجھے دیا تو جو بچا تھا وہ میں نے پی لیا۔ جب میں سمجھ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیراب ہو گئے اور آپ کی دعا (کی برکت) مجھے پہنچ گئی تو میں اتنا ہنسا کہ زمین پر لوٹ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مقداد یہ بھی تمھاری ایک برائی ہے، عرض کی یا رسول اللہ میرا یہ معاملہ ہوا اور میں نے یہ کیا (یعنی شیطان کا واقعہ بیان کر دیا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بھی اللہ کی طرف سے محض رحمت ہی تھی۔ کیا تم میرے قریب نہیں لائے تھے تاکہ اپنے ان دونوں ہمراہیوں کو بیدار کرو اور وہ بھی اس (دودھ) میں سے کچھ پاجائیں۔ میں نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا کہ جب آپ اسے (دودھ کو) پاگئے اور میں بھی آپ کے ساتھ پا گیا تو مجھے اس کی پروا نہیں کہ لوگوں میں سے کس نے اسے پایا۔

قاسم سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ میں کسی کو نہیں پہچانتا جو مجھ سے پہلے اس طرح اسلام لایا ہو۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے میں اپنے متعلقین کی بکریاں (جنگل میں) چرا رہا تھا، آپ نے فرمایا کیا تمھاری بکریوں میں دودھ ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے ایک بکری کی گالی اور اس کے ٹھن کو چھوا تو دودھ اتر آیا۔ چنانچہ میں کسی کو نہیں پہچانتا جو مجھ سے پہلے (اس طرح) اسلام لایا ہو۔

سلطان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، آپ کسی صحابی کے خازنہ میں تھے۔ جب مجھے آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ میرے پیچھے ٹھوم جاؤ، آپ نے اپنی چادر اتار دی۔ میں نے مہربوت دیکھی اور اسے بوسہ دیا۔ پھر میں ٹھوم کر آپ کے پاس آ گیا اور سامنے بیٹھ گیا، آپ نے فرمایا کہ (اپنے آگے سے) مکاتبت کر لو (یعنی بعد ادا کے زرمن اپنی آزادی

www.KitaboSunnat.com

کی دستاویز لکھا لو۔)

میں نے تین سو پھل دینے والی کھجور کی قلموں اور چالیں اوقاف  
(ڈیڑھ سیر سے زائد) سونے پر مکاتبت کر لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے (اپنے اصحاب سے) فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو لوگ  
ایک ایک دو دو تین تین قلمیں لاتے تھے یہاں تک کہ تین سو قلمیں  
جمع ہو گئیں۔

عرض کی مجھے ان کے پھل لانے پر کیونکر قدرت ہو گی۔ آپ  
نے فرمایا کہ تم جاؤ اور ان کے بونے کے لیے اپنے ہاتھ سے گڑھے  
کھودو؛ میں نے گڑھے کھودے؛ آپ کے پاس آیا تو آپ میرے  
ہمراہ تشریف لائے اور انھیں اپنے ہاتھ سے رکھ دیا۔ ان میں سے  
ایک درخت بھی پھل دینے سے نہ بچا۔ اور سونا (ادا کرنا) رہ گیا۔

۱۲۳

میں جس وقت آنحضرت کے پاس تھا تو کبوتر کے انڈے کے برابر زکوٰۃ کا سونا  
لا گیا آپ نے فرمایا کہ فارسی مکاتب غلام (یعنی سلمان) کہاں میں؛ میں اٹھ کھڑا  
ہوا؛ آپ نے فرمایا کہ یہ لو اور اس میں سے ادا کرو۔ عرض کی یہ مجھے کیونکر کافی ہو گا  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان سے اسے چھوا۔ میں نے اس میں سے چالیں  
اوقاف (آنے آقا کو) تول دیا اور جتنا ان لوگوں کو دیا تھا اتنا ہی میرے پاس سج گیا۔  
ابوصخر العقیلی سے مروی ہے کہ میں نکل کر مدینہ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
طے جا بوا بکر وعمر کے آگے چل رہے تھے آپ ایک یہودی پر گذرے جس کے پاس ایک دفتر تھا  
کہ اس میں تو ریت تھی وہ اسے اپنے ایک مریض بھتیجے کو بڑھ کر بنا رہا تھا جس کے سامنے تھا  
نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے یہودی میں تجھے اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ پر  
توریت نازل کی اور نبی اسرائیل کے لیے ہمد میں رات کروا کیا تو اپنی توریت میں پھر جنت  
و ذکر اور میرے ظہور کا مقام پاتا ہے اس نے اپنے سر کے اشارے سے کہا "ہیں"  
اس کے بھتیجے نے کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ پر توریت  
نازل کی اور نبی اسرائیل کے لیے ہمد میں رات کروا کر شیک شیخس اپنی کتاب میں آپ کی قدرت اور آپ کا  
زمانہ اور آپ کی صفت اور آپ کے ظہور کا مقام (لکھا ہوا) پاتا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں۔“  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس بیوی کو اپنے ساتھ ہی کہے پاس سے اٹھا دو،  
 اس نوجوان کی روح قبض کر لی گئی تو نبی علیہ السلام نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اسے دفن کیا۔  
 بنی حنیچ کے ایک شیخ سے مروی ہے کہ جب نبی علیہ السلام (دوران  
 ہجرت میں) ام مہجد کے پاس آئے تو دریافت فرمایا کہ ضیافت کی  
 کوئی چیز ہے، ام مہجد نے کہا نہیں۔“

آپ اور ابو بکر وہاں سے علیحدہ ہرٹ گئے۔ شام کو ان کے بیٹے  
 بکریوں کو جنگل سے چرا کر لائے تو انہوں نے اپنی والدہ سے کہا کہ  
 یہ مجمع کیا ہے جو مجھے دور بیٹھا ہوا نظر آتا ہے انہوں نے کہا کہ ایک قوم  
 بے جنہوں نے ہم سے ہمانی ضیافت طلب کی تو میں نے کہا کہ ہمارے پاس کوئی چھپاوت کی چیز  
 ان کے بیٹے ان حضرات کے پاس آئے اور عذر کیا اور کہا کہ وہ  
 ایک ضعیف عورت ہیں۔ اور جس چیز کی آپ کو ضرورت ہو ہمارے  
 پاس ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اور اپنی بکریوں  
 میں سے ایک بکری میرے پاس لے آؤ۔

وہ گئے اور ایک بکری پکڑی جو بچہ تھی۔ ان کی والدہ نے کہا کہ  
 تم کہاں جاتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ان دونوں (آنحضرت و ابو بکر)  
 نے مجھ سے بکری مانگی ہے۔ ام مہجد نے کہا کہ یہ لوگ اسے کیا کریں گے  
 بیٹے نے کہا کہ جو چاہیں گے۔ نبی علیہ السلام نے اس کے تھن اور این پر  
 ہاتھ پھیرا تو اس کے دودھ اتر آیا آپ نے دو ہا یہاں تک کہ ایک بڑا  
 پیالہ بھر گیا اور آپ نے اسے اسی طرح دودھ سے بھرا ہوا چھوڑا جس طرح  
 کہ وہ تھی۔

فرمایا کہ اسے اپنی والدہ کے پاس لے جاؤ اور اپنی بکریوں میں سے  
 میرے پاس دوسری بکری لے آؤ۔ وہ اپنی والدہ کے پاس دودھ کا پیالہ  
 لائے تو پوچھا: یہ تمہیں کہاں سے مل گیا انہوں نے کہا کہ یہ فلاں بکری کا  
 دودھ ہے۔



ام مہجد نے کہا، یہ کیونکر ہو سکتا ہے اس کے تو کبھی بچہ بھی نہیں ہوا  
لات کی قسم، میں اس شخص کو یہ گمان کرتی ہوں کہ وہی نئے دین والے  
ہیں جو مکے میں آئے، ام مہجد نے دو دھپیا۔ ان کے بیٹے آپ کے پاس  
ایک دوسری بکری لائے جو بچہ تھی آپ نے اس کا بھی دو دھپیا۔  
کہ وہ بڑا پیالہ بھر گیا اور اُسے اسی طرح دو دھپیا ہوا چھوڑا جیسی کہ  
وہ تھی، آپ نے ان سے فرمایا کہ تم بھی ہو، انھوں نے بھی پییا۔

فرمایا میرے پاس کوئی اور بکری لاؤ۔ وہ اسے آپ کے پاس  
لائے تو آپ نے دو ہا اور ابو بکر کو پلایا، پھر فرمایا کہ میرے پاس کوئی  
اور بکری لاؤ۔ وہ اسے آپ کے پاس لائے آپ نے دو ہا اور نوش فرمایا  
اور ان سب بکریوں کو اسی طرح دو دھپیا چھوڑا جیسی کہ وہ ہو گئی تھیں  
حسن سے مروی ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہی مسجد  
میں تھے ایک بھڑکنے والا اونٹ آیا۔ اس نے اینٹا  
۱۲۴ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آغوش میں رکھ دیا اور بلبلانے لگا نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اونٹ کہتا ہے کہ یہ ایک شخص کا ہے جو اس کو  
اپنے والد کی جانب سے کھانے میں ذبح کرنا چاہتا ہے یہ فریاد کرتے آیا  
ہے۔

ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ یہ فلاں شخص کا اونٹ ہے اور اس نے  
اس کے متعلق یہی ارادہ کیا ہے۔ نبی علیہ السلام نے اس شخص کو بلایا،  
اور دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ اس کا ارادہ اس اونٹ کے متعلق  
یہی ہے۔ نبی علیہ السلام نے اس سے سفارش فرمائی کہ وہ اسے ذبح  
نہ کرے جو اس نے منظور کر لیا۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ علی نے کہا:  
ایک رات کو ہم لوگ بنہ شب کا کھانا کھاتے ہوئے سو گئے صبح کو  
اچھکڑا رہ گیا، والیس آیا تو دیکھا کہ فاطمہ علیہا السلام رنجیدہ تھیں میں نے کہا  
آپ کو کیا ہوا۔ انھوں نے کہا کہ آج نہ تو، اس نے رات کا کھانا کھایا

اور نہ دن کا کھانا کھایا اور نہ ہمارے پاس رات کا کھانا ہے۔  
میں نکلا اور تلاش کیا تو کچھ مل گیا جس سے میں نے غلہ اور ایک  
درہم کا گوشت خریدا، فاطمہ کے پاس لایا تو انھوں نے روٹی اور سالن پکھایا  
جب کہ ہانڈی پکانے سے فارغ ہوئیں تو کہا کاش آپ میرے والد کے  
پاس جا کر انھیں بلا لائے۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا جو مسجد میں  
کروٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے اور لیٹے ہوئے فرما رہے تھے کہ اے  
اللہ میں بھوک سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ  
آپ پر فدا ہوں۔ ہمارے پاس کھانا ہے لہذا تشریف لائیے آپ نے  
میرے اوپر سہارا لگایا یہاں تک کہ اندر تشریف لائے، ہانڈی ابل  
رہی تھی۔

آپ نے (فاطمہ سے) فرمایا کہ عایشہ کے لئے سالن نکالو، انھوں  
نے ایک پیالے میں نکالا۔

فرمایا کہ حصہ کے لیے سالن نکالو۔ انھوں نے ایک پیالے میں سالن  
نکالا۔ یہاں تک کہ انھوں نے آپ کی نوبولیوں کے لئے سالن نکالا۔  
فرمایا کہ اپنے بیٹے کے لیے اور اپنے شوہر کے لیے سالن نکالو۔  
اس کی بھی تعمیل کی!

فرمایا کہ تم نکالو اور کھاؤ انھوں نے سالن نکالا۔ ہانڈی حرط حدی گئی  
اور وہ بھری ہوئی تھی۔ چنانچہ جتنا اللہ نے چاہا ہم نے اس میں سے کھایا۔  
علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آپ  
کے میں تھے خدیجہ کو حکم دیا کہ آپ کے لیے کھانا تیار کریں علی سے فرمایا کہ  
اولاد عبدالمطلب کو بلا دو۔ انھوں نے چالیس آدمیوں کو بلایا۔ آپ نے  
علی سے فرمایا کہ اس کا کھانا لاؤ۔

علی نے کہا کہ میں ان لوگوں کے پاس شریک لایا جو صرف اتنا تھا کہ  
ایک آدمی کھا لیتا۔ مگر ان سب نے اس میں سے کھایا یہاں تک کہ میرے ہو گئے

آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو پانی پلاؤ میں نے انھیں ایک ایسے برتن سے پانی پلا یا جو ایک آدمی بھری سیرانی کا تھا مگر اس میں سے سب نے یہاں تک کہ باز آ گئے۔

ابو لب نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم سب پر جا دو کر دیا سب چلے گئے آپ نے ان لوگوں کو نہیں بلایا چند روز کے بعد ان لوگوں کے لیے اسی طرح کھانا تیار کر لیا۔ مجھے علم دیا تو میں نے ان سب کو جمع کیا انھوں نے کہا یا۔ آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ میں جس کام پر ہوں اس میں کون میری مدد کرے گا اور میری دعوت قبول کرے گا اس شہر پر کہ وہ میرا بھائی ہو اور اس کے لیے جنت ہو۔

(علی نے کہا کہ) یا رسول اللہ میں (مدد کروں گا اور دعوت قبول کروں گا) حالانکہ میں ان سب میں کم سن اور ان سب میں کم زور اور پتلی پتلی بیٹے لیوں والا ہوں۔ ساری قوم خاموش رہی ان لوگوں نے کہا کہ اے ابوطالب تم اپنے بیٹے (علی) کو نہیں دیکھتے ابوطالب نے کہا کہ انھیں چھوڑ دو کیونکہ وہ اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ خیر کرنے میں ہرگز کوتاہی نہ کریں گے۔

زید بن اسلم وغیرہ سے مروی ہے کہ (غزوہٴ احد میں) قتادہ بن نعمان کی آنکھ میں چوٹ لگی اور وہ ان کے رخسار پر بہ آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے ہاتھ سے (آنکھ کے حلقہ میں) لوٹا دیا۔ وہ سب سے اچھی اور سب سے زیادہ درست ہو گئی۔

زید بن اسلم وغیرہ سے مروی ہے کہ غزوہٴ بدر میں عکاشہ بن محسن کی تلوار ٹوٹ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں درخت کی ایک چھڑی دیدی جو ان کے ہاتھ میں تیز چکدار اور مضبوط تلوار بن گئی۔

عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لکڑی سے جو مسجد میں تھی تکیہ لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ جب منبر بنایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر چڑھے وہ لکڑی رونے لگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے گلے لگایا تو خاموش ہو گئی زید بن اسلم وغیرہ سے مروی ہے کہ (بجالت شکر) سر اقر بن مالک نے



تیزوں سے اس امر کے متعلق فرمے ڈالا کہ آنحضرتؐ (کے سے بچ کر) نکل جائیں یا نہیں، ہر مرتبہ یہی لکھا کہ آپؐ کے سے بچ کر) نہیں جائیں گے، تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں سوار ہوئے۔ اور آنحضرتؐ کو پا گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ ان کے گھوڑے کے پیر وھنسا ویسے جائیں، پیر وھنسا گئے۔ سرتو نے عرض کیا کہ اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ میرے گھوڑے کو چھوڑ دے تو میں آپ سے باز آ جاؤں گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ اگر یہ سچے ہوں تو ان کے گھوڑے کو رہا کر دے۔ چنانچہ گھوڑے کے پیر باہر نکل آئے۔

قریش کے ایک شیخ سے مروی ہے کہ جب نبی ہاشم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے حوالے کرنے سے انکار کیا تو قریش نے باہم ایک عہد نامہ لکھا کہ وہ نبی ہاشم کو نہ بیٹی دیں گے نہ ان کی بیٹی لیں گے نہ ان سے کچھ خریدیں گے اور نہ ان کے ہاتھ فروخت کریں گے، نہ کسی امر میں ان سے سیل جول کریں گے اور نہ ان سے بولیں گے۔

قریش نے باہم یہ عہد لکھا تو نبی ہاشم تین سال تک اپنے شعب میں (جو مکہ کے قریب ایک مقام ہے) محصور رہے۔ سوائے ابوہب کے کہ وہ تو ان لوگوں کے ہمراہ شعب میں نہیں گیا، باقی عبدالمطلب بن عبدمناف کا خاندان شعب میں چلا گیا۔

جب اس معاہدے کو تین برس گذر گئے تو اللہ نے اپنے نبی کو عہد نامے کے مضمون پر اور اس امر پر مطلع کر دیا کہ اس میں جو ظلم و جور کا مضمون تھا اسے دیکھ کھا گئی صرف اللہ کا ذکر باقی رہ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب سے بیان کیا تو ابوطالب نے کہا: اے میرے بیٹے جو تم مجھے خبر دے رہے ہو کیا یہ سچ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سچا ہاں!

ابوطالب نے اس کو اپنے بھائیوں سے بیان کیا تو ان لوگوں نے ابوطالب سے کہا کہ آنحضرتؐ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے ابوطالب نے

۱۲۶

ابوطالب نے کہا کہ نجد آپ کبھی جھوٹ نہیں بولے ہیں (اے میرے بھتیجے) تمہاری تیار کیا ہے آپ نے فرمایا کہ میری یہ رائے ہے کہ آپ لوگوں کو جو اچھے سے اچھے کپڑے دستیاب ہوں وہ پہننے پھر سب مل کر قریش کے پاس جائیے۔ تاکہ اس واقعے کی خبر انھیں پہنچنے سے پہلے ہم ان سے اس کو بیان کر دیں لوگ روانہ ہوئے یہاں تک کہ مسجد حرام میں پہنچے، انھوں نے حلیم کا قصد کیا، حلیم میں صرف قریش کے سن سیدہ اور صاحب عقل و فہم لوگ بیٹھا کرتے تھے۔

اہل مجلس ان کی طرف متوجہ ہو کر دیکھنے لگے کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ ابوطالب نے کہا کہ ہم ایک کلام سے آئے ہیں، لہذا تم لوگ بھی ایک ایسے سبب سے اسے مان لو جو تم کو بتایا جائے گا۔ ان لوگوں نے ”مر جاوا اہلا“ کے نعرے لگائے اور کہا کہ ہمارے یہاں وہ بات ہوگی جس سے تم خوش ہو گئے۔ اچھا تو تم کیا چاہتے ہو۔ ابوطالب نے کہا کہ میرے بھتیجے نے مجھے یہ خبر دی ہے اور انھوں نے کبھی مجھ سے غلط بات نہیں کہی ہے کہ تمہاری اس کتاب پر جو تم نے لکھی ہے اللہ نے دیکھا مسلط کر دی اس میں ظلم و جور و قطع رحم کے متعلق جو مضمون تھا اسے وہ جاٹ گئی صرف وہ مضمون باقی رہ گیا ہے جس میں اللہ کا ذکر ہے، اگر میرے بھتیجے سچے ہیں تو تم لوگ اپنی بری رائے سے ہٹ جاؤ اور اگر وہ جھوٹے ہیں تو میں انھیں تمہارے حوالے کر دوں گا۔ پھر چاہے تم لوگ انھیں قتل کر دینا خواہ زندہ رکھنا، ان لوگوں نے کہا کہ تمہارے ساتھ انصاف کیا ہے، انھوں نے اس کتاب کو منگا بھیجا، جب وہ لائی گئی تو ابوطالب نے کہا کہ اس کو پڑھو، لوگوں نے اسے کھولا تو اتفاق سے وہ اسی طرح تھی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ سوائے اس حصے کے جس میں اللہ کا ذکر تھا سب کا مسک و دیکھا گئی تھی۔ سب لوگ حیران ہو گئے اور شرمندگی سے سرنگوں ہو گئے۔

ابوطالب نے کہا، کیا تمہیں واضح ہو گیا کہ تمہیں لوگ ظلم و قطع رحم و بدی کے قریب تر ہو رہے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

قریش نے بنی ہاشم کے ساتھ جو برتاؤ کیا تھا اس پر چند آدمیوں نے ایک دوسرے کو لڑائی کی۔ پھر یہ لوگ بہت تھوڑے رہ گئے۔

ابوطالب یہ کہتے ہوئے شعب واپس آئے کہ اے گروہ تشریش ہم لوگ کس بنا پر محضور و مقید ہیں حالانکہ حقیقت امر واضح ہو گئی؟

ابوطالب اور ان کے ساتھی کعبے کے سروں میں داخل ہوئے اور کہا کہ اے اللہ! لوگوں! سننے ہم پر ظلم کیا ہم سے قطع رحم کیا اور ہماری اس چیز کو طلاق سمجھ لیا جس پر حرام ہے اس سے ہماری مدد کر۔

یہ کہا اور واپس ہو گئے۔

جابر وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منطلق سب سے پہلے جو خبر دینے میں آئی وہ یہ تھی کہ اہل مدینہ میں سے ایک عورت کے ایک جن تابع تھا، وہ ایک پرندے کی شکل میں آیا مکان کی دیوار پر لڑا تو اس عورت نے کہا کہ نیچے اتر، تو ہم سے بات کر، ہم تجھ سے بات کریں، تو ہمیں خبر دے اور ہم تجھے خبر دیں اس نے کہا کہ تم میں ایک نبی مبعوث ہوئے ہیں جنہوں نے زنا کو ہم پر حرام کر دیا ہے۔ اور ہمارا قرار زمین چھین لیا ہے۔

## زمانہ بعثت و مقصد بعثت نبوی

سفیان ثوری سے مروی ہے کہ میں نے اللہ ہی کو آیت درود جدک ضالاً فہدیٰ (یعنی اللہ نے آپ کو ناواقف یا پانچھ اس نے ہدایت کر دی) کی تفسیر میں کہتے سنا کہ آپ چالیس برس تک اپنی قوم کے حال پر رہے۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ولادت سے چالیس برس بعد مبعوث کئے گئے۔



ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس برس کے بعد مبعوث ہوئے۔

ابو غالب الباہلی سے مروی ہے کہ وہ اس وقت العلان بن زیاد العدوی کے پاس موجود تھے جب انس بن مالک سے دریافت کیا: اے ابو حمزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو آپ کس شخص کی عمر کے تھے۔ انھوں نے کہا کہ آپ چالیس برس کے تھے۔ العلان نے پوچھا پھر اس کے بعد کیا ہوا، انس نے جواب دیا: آپ دس سال مکے میں رہے اور دس سال مدینے میں رہے۔

ابن سعد نے کہا: یہ انس کا قول ہے کہ آپ مکے میں دس برس رہے اور ان کے سوا کوئی اس کو نہیں کہتا (سب تیرہ برس کہتے ہیں)۔

عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب نبوت نازل ہوئی تو آپ چالیس برس کے تھے، تین سال اسرافیلؑ آپ کے ساتھ رہے پھر انھیں آپ سے جدا کر لیا گیا اور جبریلؑ کو دس سال مکے میں اور دس سال مدینے میں آپ کی ہجرت کے زمانے میں ساتھ رکھا گیا، ترسٹھ برس کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔

محمد بن سعد نے کہا: میں نے یہ حدیث محمد بن عمرؓ سے بیان کی تو فرمایا: ہمارے شہر کے اہل علم بالکل نہیں جانتے کہ اسرافیلؑ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکھے گئے ان کے علماء اور ان میں سے علمائے سیرت کہتے ہیں کہ آپ پر جب سے وحی نازل ہوئی اس وقت سے آپ کی وفات تک سوائے جبریلؑ کے کوئی فرشتہ آپ کے ساتھ نہیں رکھا گیا۔

زرارہ بن اوفیٰ سے مروی ہے کہ قرن ایک سو بیس برس کا ہوا ہے جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے وہ وہی سال تھا جس میں یزید بن معاویہؓ کی وفات ہوئی۔

ابو جعفر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں احمد (سرخ) و اسود (سیاہ) کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ عبد الملک

نے کہا کہ احمر انسان ہیں اور اسود جن۔

حسن سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان سب کا رسول ہوں جن کو میں زندہ پاؤں اور جو میرے بعد پیدا ہوں۔

خالد بن سعد ان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں، اگر مجھ کو نہ مانیں تو عرب کی طرف، وہ بھی مجھے نہ مانیں تو قریش کی طرف، وہ بھی نہ مانیں تو بنی ہاشم کی طرف اور اگر وہ بھی نہ مانیں تو میں صرف اپنی ہی طرف (تبلیغ کروں گا)۔

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمام لوگوں کی طرف رسول بنایا گیا ہے، اور مجھی پر انبیاء ختم کر دیے گئے ہیں۔

جابر سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا میں ایک ہزار نبی یا اس سے زیادہ کا ختم کرنے والا ہوں۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آٹھ ہزار انبیاء کے بعد بھیجا گیا ہوں جن میں چار ہزار نبی نہیں آئیں گے ہیں۔

حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ملت حنیفیہ سلمہ کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں۔

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں صرف اس لیے مبعوث ہوا ہوں کہ اخلاق حسنہ کو مکمل کر دوں۔

مجد بن خالد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ جانتے ہو، میں وہ رحمت ہوں جو بطور ہدیہ بھیجی گئی ہے، میں ایک قوم کی ترقی اور دوسروں کے تنزل کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔

ابو صلح سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے لوگو میں تو محض وہ رحمت ہوں جو بلور ہدیہ بھیجی گئی ہے۔  
 الٰک بن انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،  
 میں صرف اس لئے مبعوث ہوا ہوں کہ اخلاق کا حسن مکمل کر دوں۔  
 ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں  
 لوگوں سے اس وقت تک جہاد کرنے پر مامور ہوں کہ وہ "لا الٰہ الا اللہ"  
 کہیں، جو لا الٰہ الا اللہ کہے گا۔ اس کی جان اور اس کا مال مجھ سے  
 محفوظ ہو جائے گا، سوائے اس کے کہ جو اس (جان و مال کے لینے) کا  
 حق ہوگا۔ (تو لیا بھی جائے گا)۔ اور اس کا حساب اللہ کے ذمے ہے کہ  
 وہ واقعی مسلمان ہوایا نہیں)۔ اللہ نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے اور  
 اس قوم کا ذکر کیا ہے جس نے تکبر کیا فرمایا ہے کہ "انھم کانوا اذا قیل  
 لھم لا الٰہ الا اللہ یتکبرون" (وہ لوگ ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا  
 تھا کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے)۔

۱۲۹

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں لوگوں  
 سے اس وقت تک جہاد کرنے پر مامور ہوں کہ وہ "لا الٰہ الا اللہ" کہیں جب  
 وہ اس کو کہیں گے تو اپنے جان و مال کو مجھ سے بچالیں گے سوائے  
 اس کے جو اس کا حق ہو۔ اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔

## یوم بعثت

ابن عباس سے مروی ہے کہ تمھارے نبی علیہ السلام دو شنبے کو نبی  
 بنائے گئے۔  
 انس سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام دو شنبے کو نبی بنائے گئے  
 ابو جعفر سے مروی ہے کہ، اررمضان یوم دو شنبہ کو حیراء میں



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتہ نازل ہوا، اس زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جائیں برس کے تھے، جو فرشتہ آپ پر وحی لے کے نازل ہوتا تھا وہ جبریلؑ تھے۔

## نزول وحی

قتادہ سے آیت "وایدناک بروح القدس" اور ہم نے روح القدس سے آپ کی مدد کی کی تفسیر میں مروی ہے کہ وہ جبریلؑ تھے۔ عایشہؓ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس وحی کی ابتدا ہوئی وہ نیچے خواب تھے۔

آپ کوئی خواب نہ دیکھتے تھے جو سفیدی صبح کی طرح پیش نہ آتا ہو جب تک اللہ کو منظور ہو اسی حالت پر رہے۔ خلوت و گوشہ نشینی کی رغبت دیدی گئی، اس سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہ تھی۔ آپ غار حرا میں گوشہ نشین رہتے تھے جس میں قبل اس کے کہ اپنے اعزہ و متعلقین کے پاس واپس آئیں متعدد راتیں تنہائی و عبادت میں گزارتے تھے۔ پھر خدیجہ کے پاس واپس آتے تھے، اسی طرح راتوں کے لیے گوشہ لے لیتے تھے یہاں تک کہ یکایک آپ کے پاس امر حق آگیا حالانکہ آپ غار حرا ہی میں تھے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت (مذکورہ) پر تھے تو اجیاد میں قیام تھا، آپ نے انفق آسمان پر ایک فرشتے کو اس کیفیت سے دیکھا کہ وہ اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھے ہوئے پکار رہا ہے: یا محمد میں جبریلؑ ہوں، یا محمد میں جبریلؑ ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

۱۳۰

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈر گئے۔ جب اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتے تھے تو برابر ان کو دیکھتے تھے،

آپ بہت تیزی کے ساتھ خدیجہ کے پاس آئے، انہیں اس واقعے سے آگاہ کیا اور فرمایا: اے خدیجہ! اللہ مجھے ان بتوں اور کاموں کا سا لہجہ کبھی کسی چیز سے نہیں ہوا، میں اندیشہ کرتا ہوں کہ کہیں کاہن نہ ہو جاؤں؟

خدیجہ نے کہا ہرگز نہیں۔ اے میرے چچا کے فرزند یہ نہ کہئے اللہ آپ کے ساتھ کبھی ایسا نہ کرے گا۔ آپ صلہ رحمہ کرتے ہیں، بات سچ کہتے ہیں اور امانت ادا کرتے ہیں۔ آپ کے اخلاق گرم ہیں۔ پھر خدیجہ نے ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں، اور یہ گویا سب سے پہلی مرتبہ ان کے پاس گئیں، انہیں اس واقعے سے خبردار کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا،

ورقہ نے کہا: بخدا تمہارے چچا کے فرزند بیشک سچے ہیں بیشک یہ نبوت کی ابتدا ہے، بیشک ان کے پاس ناموس اکبر (جبریل) آئیں گے، تم ان سے کہو کہ وہ اپنے دل میں سوائے نیکی کے اور کوئی بات نہ لائیں۔ عروہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے خدیجہ میں ایک نور دیکھتا ہوں اور ایک آواز سنتا ہوں، اندیشہ ہے کہ میں کاہن نہ ہو جاؤں، خدیجہ نے کہا: اے فرزند عبد اللہ! اللہ آپ کے ساتھ ایسا نہیں کرے گا۔ آپ سچ بات کہتے ہیں، امانت ادا کرتے ہیں اور صلہ رحمہ کرتے ہیں۔

غالباً ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے خدیجہ میں ایک آواز سنتا اور ایک نور دیکھتا ہوں اور بتا ہوں کہ مجھے جنون نہ ہو جائے، خدیجہ نے کہا: اے فرزند عبد اللہ! اللہ ایسا نہیں ہے کہ آپ کے ساتھ ایسا کرے، وہ ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے کہا: اگر وہ سچے ہیں تو یہ باتیں سچی

کی طرح ناموس (فرشتہ) ہے جس کی یہ آواز و روشنی ہے (وہ میری زندگی میں  
مبعوث ہو گئے تو میں اُن کی حمایت کروں گا، مدد کروں گا، اور ان پر ایمان  
لاؤں گا۔

## نزول قرآن

محمد بن عبّاد بن جعفر سے مروی ہے کہ بعض علماء کو کہتے سنا کہ سب  
سے پہلے جو وحی نبی علیہ السلام پر نازل ہوئی وہ یہ تھی "اقرا یا مسلم  
ربك الذی خلق خلق الانسان من علق۔ اقرا وریات  
الاکرم الذی علم بالقلم علما لانسان ما لم یعلم" جو وحی سہرا کے  
دن نبی علیہ السلام پر نازل ہوئی یہ اس کا ابتدائی حصہ ہے۔ اس کے بعد  
مشیت الہی کے مطابق اس کا آخری حصہ بھی نازل ہوا۔

عبید بن عمیر سے مروی ہے کہ سب سے پہلے جو سورۃ نبی علیہ السلام  
پر نازل کی گئی وہ "اقرا یا مسلم ربك الذی خلق" ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب حرامین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
پر وحی نازل ہوئی تو کچھ دن تک یہ کیفیت رہی کہ جبریلؑ نظر نہ آئے آپ کو  
شدید غم ہوا، کبھی شبیر جاتے تھے کبھی حراء۔ اور یہ ارادہ کرتے تھے کہ  
اپنے آپ کو اس پر سے گرا دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں  
پہاڑوں میں سے کسی کا ارادہ فرما رہے تھے کہ آسمان سے ایک آواز سنی  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آواز کی گرج سے رک گئے، سر اٹھایا تو آسمان  
وزمین کے درمیان جبریلؑ ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے نظر آئے جو کہ رہے تھے کہ  
اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریلؑ  
ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح واپس ہوئے کہ اللہ نے آپ کی  
آنکھیں کھنڈی کر دی تھیں اور دل مضبوط کر دیا تھا۔ اس کے بعد وحی کا



تانتا بندھ گیا۔

ابو بکر بن عبد اللہ بن ابی مریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے کہا گیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ آپ کی آنکھ کو سونا چاہئے، کان کو سونا چاہئے اور قلب کو یاد (الہی) کرنا چاہئے چنانچہ میری آنکھ سوتی ہے، قلب یاد کرتا ہے اور کان سنتا ہے۔

## شدت وحی

عبادہ بن الصامت سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کو تکلیف ہوتی تھی، چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا۔ عکرمہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کی جاتی تھی تو آپ اُس کی وجہ سے مدہوش کی طرح پڑمردہ ہوجاتے تھے۔

ابو اروی الدوسی سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت وحی نازل ہوتے دیکھا جب آپ اپنی سواری پر تھے، وہ چلائی تھی اور اپنے ہاتھ شکلیتی تھی، مجھے گمان ہوا کہ اس کی بائیں ٹوٹ جائیں گی، اکثر وہ بھڑکتی تھی، اپنے ہاتھ گڑو کے کھڑی ہوجاتی تھی۔ یہاں تک کہ آنحضرت کو قتل وحی سے افاقہ ہوجاتا اور آپ اس سے شل موٹی کی لڑائی کے اتر جاتے تھے۔

عبدالعزیز بن عبد اللہ بن ابی سلمہ نے اپنے چچا سے روایت کی کہ انھیں یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے میرے پاس وحی دو طریقے سے آیا کرتی ہے۔

(۱) اسے جبراً لاتے ہیں اور مجھے تعلیم کرتے ہیں، جس طرح ایک آدمی

دوسرے آدمی کو تعلیم کرتا ہے یہ (طریقہ) ہے (جس میں) مجھ سے (عین) چھوٹ جاتا ہے۔

(۲) میرے پاس جس کی آواز کی طرح آتی ہے یہاں تک کہ میرے قلب میں ریح جاتی ہے یہ وہ طریقہ ہے جس سے عین نہیں چھوٹتا۔

عائشہؓ سے مروی ہے کہ حارث بن ہشام نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کبھی تو وہ میرے پاس جس کی جھنکار کی سی آواز میں آتی ہے اور وہ مجھ پر سب وحی سے زیادہ سخت ہوتی ہے۔ پھر وہ مجھ سے منقطع ہو جاتی ہے۔ اور مجھے یاد ہو جاتا ہے کبھی فرشتہ میرے لیے شکل بدل لیتا ہے، مجھ سے کلام کرتا ہے، وہ جو کچھ کہتا ہے میں اسے یاد کر لیتا ہوں۔

عائشہؓ نے کہا کہ میں نے شدید سردی کے زمانے میں آپ پر وحی نازل ہوتے دیکھا ہے، اقصام پر آپ کی پیشانی سے پسینہ ٹپکتا ہوتا تھا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب بنی علیہ السلام پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ اس کی شدت محسوس کرتے تھے۔ اسے یاد کرتے تھے اور اپنے لب ہلاتے تھے تاکہ بھول نہ جائیں۔

پھر اللہ نے آپ پر یہ آیت نازل کی: "لا تفرحوا بها لسانکم لتعجل بیہ" "آپ زبان کو حرکت نہ دیجئے کہ اس کے ساتھ عجلت کریں" اس کے ساتھ عجلت کریں "اس کا مطلب یہ ہے کہ "اس کے سیکھنے میں عجلت کریں" "ان علینا جعدہ وقلانہ" (بیشک اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمے ہے، یعنی آپ اسے بھول نہیں سکتے) یعنی یہ ہمارے ذمے ہے کہ ہم اسے آپ کے سینے میں جمع کر دیں۔

ابن عباس نے کہا کہ قرآن کا مطلب یہ ہے کہ "آپ اسے پڑھیں گے" "فاتح قسآنہ" (لہذا آپ ان کے پڑھنے کی پیروی کیجئے) یعنی آپ

خاموش رہے (اور جبریل کا پڑھنا سنیے) ان علینا بیانا تہ“ یعنی یہ ہمارے ذمے ہے کہ ہم آسے آپ کی زبان سے بیان کرا دیں گے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطمئن ہو گئے۔

ابن عباس سے اس آیت ”لا تحرك بها لسانك لتحمل بها ان علینا جمعه“ کی تفسیر میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی سے شدت محسوس کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ اپنے لبوں کو حرکت دیتے تھے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے نازل فرمایا کہ ”لا تحرك بها لسانك الاية“ آپ اس کے ساتھ ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیجئے۔ آپ کے سینے میں اس کا جمع کرنا ہمارے ذمے ہے (جب جمع ہو جائے گا تو) پھر آپ آسے پڑھیں گے۔

خاذا قرأناہ فاتبع قرأناہ“ یعنی آسے سینے اور خاموش رہئے، تم ان علینا بیانا تہ“ یہ ہمارے ذمے ہے کہ آپ آسے پڑھیں گے۔ اس کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل آتے تھے تو آپ ان کا کلام سنتے تھے؛ جب جبریل چلے جاتے تھے تو آپ آسے اسی طرح پڑھتے تھے جس طرح آپ کو پڑھایا جاتا تھا۔

## دعوت اسلام

عبدالرحمن بن القاسم نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا: آپ کے پاس جو وحی اللہ کی جانب سے آئی ہے اس کی اچھی طرح تبلیغ کریں، لوگوں کو احکام الہی کی نداء دیں اور انھیں اللہ کی طرف بلائیں آپ ابتداء نبوت سے تین سال تک خفیہ طور پر دعوت دیتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کو حکم کھلا دعوت



دینے کا حکم ہو گیا۔

محمد سے آیت ”ومن احسن قولا لمن دعا الى الله وعمل صالحا وقال انبي من المسلمين“ (اس شخص سے زیادہ اچھے کلام والا کون ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے اور عمل صالح کرے اور کہے کہ میں بھی مسلمان ہوں) کی تفسیر میں مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر و علانیہ اسلام کی طرف دعوت دی، نو جوانوں اور کمزوروں میں سے جس کو خدا نے جاہا اللہ کو مانا، یہاں تک کہ آپ پر ایمان لانے والوں کی کثرت ہو گئی، آپ جو کچھ فرماتے تھے کفار قریش بھی اس کے منکر نہ تھے۔ جب آپ ان کی مجالس میں ان کے پاس سے گزرتے تو وہ لوگ آپ کی طرف اشارہ کرتے تھے کہ خاندان عبدالمطلب کا یہ لڑکا آسمان کی باتیں کرتا ہے۔ یہی طریقہ رہا یہاں تک کہ اللہ نے ان کے ان محبوبوں کی ہجو کی جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کیا کرتے تھے، ان کے ان بزرگوں کی ہلاکت کا ذکر کیا جو کفر پر مرتکب تھے، اس وقت وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چوکتا ہوئے اور آپ کے دشمن ہو گئے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب آیت ”واخذ عیشیتاک (الآخرین)“ (اور آپ اپنے سب سے زیادہ قریب کے رشتہ داروں کو ڈرائیے) نازل کی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہتھیار چڑھے اور فرمایا: اے گروہ قریش،

قریش نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہتھیار چڑھ کر پکارتے ہیں، سب لوگ آئے جمع ہو گئے اور کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو کیا ہوا ہے۔

فرمایا: اگر میں تمہیں یہ خیموں کہ ایک لشکر اس پہاڑ کی جبلتین ہے تو کیا تم لوگ میری تصدیق کرو گے؟

لوگوں نے کہا جی ہاں۔ آپ ہمارے نزدیک غیر متہم ہیں (یعنی

آپ پر کبھی کوئی تہمت کذب کی بھی نہیں لگائی گئی) اور ہم نے کبھی آپ کے کذب کا سبب نہیں کیا۔  
 آپ نے فرمایا: میں ایک عذاب شدید سے تمہیں ڈرانے والا ہوں  
 اے بنی عبدالمطلب۔ اے بنی عبدمناف اے بنی زہرہ۔ (یہاں تک  
 کہ آپ نے قبیلہ قریش کی تمام شاخوں کو گن ڈالا۔) اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ  
 میں اپنے سب سے زیادہ قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤں اور میں نہ تو دنیا کی  
 تمہاری کسی منفعت پر قادر ہوں اور نہ آخرت کے کسی حصے پر، سوائے  
 اس کے کہ تم لا الہ الا اللہ کہو۔

ابولہب کہنے لگا: "تَبَّالکَ مَا تَرَا لِيَوْمَ الْهَذَا جَمَعْتَنَا"  
 دن بھر آپ کی بربادی ہو۔ کیا اسی لیے آپ نے ہمیں جمع کیا تھا۔ اللہ تبارک  
 و تعالیٰ نے پورا سورہ "تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ" مازل فرمایا۔ (ابولہب ہی  
 کے دونوں ہات تباہ ہو گئے)۔

یعقوب بن عبیدہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 اور آپ کے اصحاب نے مکہ میں اسلام کو ظاہر کیا، آپ کا کام پھیل گیا،  
 بعض نے بعض کو دعوت دی، ابو بکر ایک کنارے خفیہ طور پر دعوت  
 دیتے تھے، سعید بن زید بھی اسی طرح کرتے تھے، عثمان بھی اسی طرح کرتے  
 تھے، عمر علانیہ دعوت دیتے تھے، حمزہ بن عبدالمطلب و ابو عبیدہ بن الجراح  
 بھی۔

قریش اس سے سخت غصہ ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے لیے حسد و بغاوت کا ظہور ہوا، بعض لوگ آپ کی بدگونی کرتے تھے  
 وہ کھلم کھلا آپ سے عداوت کرتے تھے، دوسرے لوگ پوشیدہ رہتے  
 حالانکہ وہ بھی اسی (عداوت و حسد کی) رائے پر تھے۔ مگر وہ لوگ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت کرنے اور اس کا بیڑا  
 اٹھانے سے اپنی برادرت کرتے تھے۔  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے عداوت

دشمنی رکھنے والے جھگڑاے اور فساد کے خواہاں یہ لوگ تھے۔

(۱) ابو جہل بن ہشام۔

(۲) ابولہب بن عبدالمطلب۔

(۳) اسو بن عبدیغوث۔

(۴) حارث بن قیس جس کی ماں کا نام غمیطہ تھا۔

(۵) ولید بن المغیرہ۔

(۶) امیہ و

(۷) اُبی فرزدان خلف۔

(۸) ابوقیس بن الفاکہ بن المغیرہ۔

(۹) عاص بن داؤد۔

(۱۰) نصر بن الحارث۔

(۱۱) مُنبیہ بن الحجاج۔

(۱۲) زہیر بن ابی امیہ۔

(۱۳) سائب بن صیفی بن عابد۔

(۱۴) اسو بن عبدالاسد۔

(۱۵) عاص بن سعید بن العاص۔

(۱۶) عاص بن ہاشم۔

(۱۷) عقبہ بن ابی معیط۔

(۱۸) ابن الاصدیٰ المزدلی جس کو اروی (بنت عبدالمطلب) نے نکال دیا تھا۔

(۱۹) حکم بن ابی العاص۔

(۲۰) عدی بن الحمراء۔

یہ اس لیے کہ یہ سب قریش کے ہمایہ تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جن کی عداوت اتہما کو پہنچی

ہوتی تھی وہ ابو جہل و ابولہب و عقبہ ابن ابی معیط تھے، عقبہ و شیبہ فرزندان

ربیعہ و الوضیان بن حرب بھی اہل عداوت تھے مگر یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ



علیہ وسلم کی بدگوئی نہیں کرتے تھے، یہ لوگ (عداوت میں) مثل قریش کے تھے۔  
 سوائے ابوسفیان و حکم کے ان میں سے کوئی اسلام نہیں لایا۔  
 عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں  
 دو پڑوسیوں کے شر کے درمیان تھا۔ ابولہب و عقبہ بن ابی معیط یہ دونوں  
 پاخانہ لاتے تھے اور میرے دروازے پر ڈالتے تھے، بعض مرتبہ اسی  
 ناپاک چیزیں ہوتی تھیں جو لوگ پھینک دیتے تھے، میرے دروازے پر  
 یہ ڈال جاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لاتے  
 اور فرماتے: اے نبی عبد مناف یہ کونسا حق ہمسایگی ہے۔ پھر اسے راستے  
 میں ڈال دیتے تھے۔

## قریش کا ابوطالب کے پاس جانا

عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر العذری وغیرہ سے مروی ہے کہ جب  
 قریش نے اسلام کا ظہور اور مسلمانوں کا کعبے کے گرد بیٹھنا دیکھا تو وہ حیران  
 ہو گئے، ابوطالب کے پاس آئے اور کہا۔  
 ”آپ ہمارے بزرگ اور ہم لوگوں میں افضل ہیں، ان بیوقوفوں نے  
 آپ کے جھجھے کے ساتھ ہو کر جو کچھ کیا ہے وہ بھی آپ نے دیکھا ہے۔  
 (مثلاً) ہمارے بیہودوں کو ترک کر دینا اور ان کا ہم پر طعن زنی کرنا اور  
 ہمارے نوجوانوں کو احمق کہنا۔ (وغیرہ)۔“

یہ (قریش کے) لوگ عمارہ بن الولید بن المغیرہ کو بھی اپنے ہمراہ  
 لائے تھے، ان لوگوں نے کہا، ہم آپ کے پاس ایسے شخص کو لائے ہیں  
 جو نسب و جمال و بہادری و شہر گوئی میں جو ان قریش سے، اسے آپ کے حوالے  
 کرتے ہیں، تاکہ اس کی مدد و میراث آپ کے لیے ہو، آپ اپنے بیٹے کو

ہمارے حوالے کر دیں کہ ہم اسے قتل کر دیں، یہ طریقہ خاندان کو ملانے والا اور انجام کار کے اعتبار سے بہترین ہوگا۔

البوطالب نے کہا: واللہ تم لوگوں نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا، تم مجھے اپنا بیٹا دیتے ہو تاکہ میں تمہارے لیے اسے پرورش کروں اور تمہیں اپنا بھتیجا دیدوں تاکہ تم اسے قتل کرو۔ یہ تو انصاف نہ ہوا۔ تم لوگ مجھ سے غریب و ذلیل کا سا سودا کرتے ہو،

ان لوگوں نے کہا: آنحضرت کو بلا بھیجئے تاکہ ہم فیصلہ و انصاف انہیں کے سپرد کر دیں، البوطالب نے آپ کو بلا بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ البوطالب نے کہا اے میرے بھتیجے یہ لوگ آپ کے چچا اور آپکی قوم کے شرفا ہیں۔ اور آپ سے فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ کہو میں سنوں گا، ان لوگوں نے کہا: آپ ہمارے محبوبوں کو چھوڑ دیجئے اور ہم لوگ آپ کو اور آپ کے معبود کو چھوڑیں۔ البوطالب نے کہا: قوم نے آپ کے ساتھ انصاف کیا ہے لہذا آپ ان کے فیصلے کو قبول کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم لوگوں کی رائے ہے کہ اگر میں تمہیں یہ (قول) دیدوں تو تم بھی ایک ایسے کلمے کا قول دو گے کہ اس کی وجہ سے تم سارے عرب کے مالک ہو جاؤ گے اور عجم بھی تمہارے لیے اسی کو دین بنائے گا۔

البوجل نے کہا: یہ کلمہ تو بہت ہی نفع مند ہے آپ کے والد کی قسم ہم اسے اور اس کے سے دس کلموں کو ضرور ضرور کہیں گے۔ آپ نے فرمایا: لا الہ الا اللہ، کہو۔

لوگ سخت ناخوش ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے کہ اپنے معبودوں پر سختی سے جے رہو۔ یہی چیز مقصود و مراد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کہنے والا (بجائے البوجل کے) عقبہ بن ابی معیط تھا۔

۱۳۵

ان لوگوں نے کہا کہ ہم ان کے پاس دوبارہ کبھی نہ آئیں گے اس سے بہتر کوئی بات نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکے سے قتل کر دیا جائے۔ جب یہ شب گزری اور دوسرے دن کی شام ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گم ہو گئے، ابو طالب اور آپ سے چاچا قیام گاہ پر آئے مگر آپ کو نہ پایا۔ (اندیشہ ہوا کہ خدا نخواستہ قریش نے آپ کو قتل تو نہیں کر دیا) ابو طالب نے بنی ہاشم و بنی مطلب کے نوجوانوں کو جمع کیا اور کہا کہ تم میں سے ہر شخص کو ایک ایک تیز تلوار لے کر میری پیروی کرنا چاہئے، جب میں مسجد حرام میں داخل ہوں تو تم میں سے ہر نوجوان کو چاہئے کہ وہ کسی بڑے سردار کے پاس بیٹھے جن میں ابو جہل بھی ہو، کیونکہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیے گئے ہیں تو وہ (ابو جہل) شہر سے جدا نہیں ہے، (یعنی وہ بھی اس میں ضرور شریک ہو گا)۔

نوجوانوں نے کہا کہ ہم کریں گے۔

زید بن حارثہ آئے تو انہوں نے ابو طالب کو اسی حال پر پایا۔

ابو طالب نے کہا: اے زید تم نے میرے بھتیجے کا بھی پتہ پایا۔ انہوں نے کہا: جی ہاں، میں تو ابھی ان کے ساتھ ہی تھا، ابو طالب نے کہا: تاؤ قہقہا میں انہیں نہ دیکھ لوں اپنے گم نہ جاؤں گا۔

زید تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ کو ہوا صفا پر ایک مکان میں تھے اور ساتھ اصحاب بھی تھے جو باہم باتیں کر رہے تھے، زید نے آپ کو یہ واقعہ بتایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کے پاس آئے، انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے کہاں تھے۔ اچھی طرح تو تھے؟ فرمایا: جی ہاں۔ انہوں نے کہا کہ اپنے گھر جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے، صبح ہوئی تو ابو طالب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر چلاں قریش پر کھرا کر دیا، ابو طالب کے ساتھ ہاشمی و مطلبی نوجوان بھی تھے



ابوطالب نے کہا: اے گروہ قریش تمہیں معلوم ہے کہ میں نے کس بات کا قصد کیا تھا؟ ان لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ ابوطالب نے انہیں واقعہ بتایا اور نوجوانوں سے کہا کہ جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہے اسے کھول دو۔ ان لوگوں نے کھولا تو ہر شخص کے پاس تیرس تلواریں تھیں۔

ابوطالب نے کہا: واللہ اگر تم لوگ آنحضرتؐ کو قتل کر دیتے تو میں تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتا۔ یہاں تک کہ ہم تم دونوں آپس میں قتل ہو جاتے۔ ساری قوم بھاگی اور ان میں سے سب سے تیز بھاگنے والا ابوہبل تھا۔

## ہجرت حبشہ اولیٰ

۱۳۶

زہرا سے مروی ہے کہ جب مسلمانوں کی کثرت ہو گئی، ایمان ظاہر ہو گیا اور اس کا پیر چاہنے لگا تو کفار قریش کے بہت سے لوگوں نے اپنے قبیلے کے مویشین پر حملہ کر دیا، ان پر عذاب کیا، قید کر دیا، اور انہیں دین سے برگشتہ کرنا چاہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم روئے زمین پر منتشر ہو جاؤ۔ عرض کی: یا رسول اللہ ہم کہاں جا میں فرمایا: یہاں آپ نے حبشہ (افریقہ) کی طرف اشارہ فرمایا، وہ آپ کا سب سے زیادہ پسندیدہ ملک تھا جس کی جانب ہجرت کی جاتی۔

مسلمانوں کی کافی تعداد نے ہجرت کی۔ ان میں بعض وہ تھے جو اپنے ہمراہ اپنے متعلقین کو بھی لے گئے اور بعض وہ تھے جو خود ہی گئے یہاں تک کہ ملک حبشہ میں در آئے۔

حارث بن الفضیل سے مروی ہے کہ مسلمان خفیہ طور پر روانہ ہوئے وہ گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ یہ لوگ شعیبہ پہنچے۔ ان میں سوار بھی تھے سیاہ بٹنی تھے؛ جس وقت مسلمان (ساحل تک) آئے تو اللہ نے تجارتی دوکشتیوں کو ساتھ ساتھ پہنچا دیا انھوں نے ان مہاجرین کو نصف دینار کے عوض میں حبشہ تک کے لیے سوار کر لیا۔

ان لوگوں کی روانگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں ہوئی تھی؛ قریش بھی ان لوگوں کے پیچھے چلے، جب سمندر کے اس مقام پر آئے جہاں سے مہاجرین سوار ہوئے تھے تو ان میں سے کسی کو ابھی نہ پایا؛

مہاجرین نے کہا؛ ہم لوگ ملک حبشہ میں آگئے، وہاں ہم بہترین ہمسائے کے پڑوس میں رہے، ہمیں اپنے دین پر امن مل گیا، ہم نے اس طرح اللہ کی عبادت کی کہ نہ ہمیں ایذا دی گئی اور نہ ہم نے کوئی ایسی بات سنی جو ناگوار ہو۔

محمد بن یحییٰ بن حبان سے مروی ہے کہ اس جماعت مہاجرین کے مردوں اور عورتوں کے نام یہ ہیں۔

عثمان بن عفان جن کے ہمراہ ان کی بیوی رقیۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھیں۔

الاحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ جن کے ہمراہ ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل بن عمرو بھی تھیں۔

زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد۔

مقتدب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار۔

عبد الرحمن بن عوف بن عبدالمحارث بن زہرہ۔

ذابو سلمہ بن عبدالاسد بن لہل بن عبداللہ بن محرم جن کے ہمراہ

ان کی بیوی ام سلمہ بنت ابی امیہ بن المنذر بھی تھیں۔

عثمان بن مطعون الجحفی۔

عامر بن ربیعہ العزنی جو نبی عدی بن کعب کے حلیف تھے اور ان کے  
 ہمراہ ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حاتمہ بھی تھیں۔  
 ابو سعید بن ابی رہم بن عبد العزنی العامری  
 وحاتب بن عمرو بن عبد شمس  
 وہشیل بن بریضہ جو نبی الحارث بن فہر میں سے تھے۔  
 عبد اللہ بن مسعود جو حلیف نبی زہرہ تھے۔

## حبشہ سے اصحاب کی واپسی کا سبب

المطلب بن عبد اللہ بن حنظل سے مروی ہے کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قوم کا باز رہنا دیکھا تو آپ تنہا بیٹھے  
 اور تمنا ظاہر فرمائی کہ کاش مجھ پر کوئی ایسی وحی نازل نہ ہوتی جو تکفار  
 کو مجھ سے بیزار کرتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم میں مقرب  
 اور ان کے نزدیک ہو گئے، وہ لوگ آپ کے نزدیک ہو گئے،  
 ایک روز کعبے کے گرد انھیں مجالس میں سے کسی میں بیٹھے  
 اور آپ نے ان لوگوں کو یہ پڑھ کر سنایا ”والنجم اذا هوى“  
 سے ”أفرأیتم اللات والعزى ومناة الثالثة الاخرى“  
 تک شیطان نے آپ کی زبان پر یہ دو کلمات بھی ڈال دیئے۔ ”تلك  
 المغرانيق العلى وان تنفاعتهم لترجي“ یہ تصاویر بت  
 بلند مرتبہ ہیں اور بیشک ان کی شفاعت کی توقع کی جاتی ہے“  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات ادا فرمائے، آپ  
 آگے بڑھے، پوری سورۃ پڑھی اور سجدہ کیا، ساری قوم (مشرکین) نے  
 بھی سجدہ کیا، ولید بن مغیرہ نے مٹی اپنی پیشانی تک اٹھائی اور اس پر



سجدہ کیا، وہ بہت بوڑھا تھا سجدہ کرنے پر قادر نہ تھا۔  
 کہا جاتا ہے کہ جس نے مٹی لئی، اس پر سجدہ کیا اور پیشانی ٹکای  
 اٹھایا وہ ابو ایچہ سعد بن العاص تھا، وہ بہت بوڑھا تھا، بعض کہتے  
 ہیں کہ جس نے مٹی اٹھائی وہ ولید تھا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ایچہ تھا  
 دوسرے کہتے ہیں کہ ان دونوں نے یہی کیا تھا،  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کلمہ ارشاد فرمایا اس سے  
 سب لوگ خوش ہو گئے اور کہا: ہم خوب جانتے ہیں کہ اللہ ہی زندہ کرتا  
 ہے اور مارتا ہے وہی پیدا کرتا ہے اور رزق دیتا ہے لیکن ہمارے یہ  
 معبود اس کے ہاں ہماری سفارش کرتے ہیں۔ جب آپ نے بھی ان  
 (معبودوں) کا ایک حصہ مقرر کر دیا (کہ انھیں فاعل نہ مانا صرف شفیع  
 مانا) تو ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کا یہ کہنا بہت ہی گراں  
 معلوم ہوا کیونکہ دراصل آپ نے یہ کلمات ہی نہ فرمائے تھے، یہ محض راوی  
 کا سہوا ہے، البتہ یہ ممکن ہے کہ شیطان نے آپ کی آواز میں آواز لاکر یہ کلمات  
 کہ دیے ہوں، اسی سورہ کے شروع میں ”وما یذوق عن الہوی۔ ان ہوا  
 الا وحی یوحی“ موجود ہے کہ آپ کی زبان مبارک سے وحی کے ساتھ غیر وحی  
 نکل ہی نہیں سکتی پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ شیطان کو آپ کی زبان پر قبول جائے  
 خدا نخواستہ ایسا ہو تو پھر آپ کی تمام وحی میں شیطانی کلمات کی آمیزش  
 کا شبہ ہو سکتا ہے حاشا وکلاء۔  
 آپ بیت اللہ میں بیٹھ گئے۔

شام ہوئی تو جبریل آئے، آپ نے ان سے اس سورہ کا دور کیا  
 جبریل نے کہا کہ (کیا) میں آپ کے پاس یہ دونوں کلمات بھی لایا تھا۔  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اللہ پر وہ بات  
 کہ دی جو اس نے نہیں کہی تھی۔ (یہ بھی محض وہم راوی ہے قرآن میں  
 صاف صاف مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے

کوئی بات بغیر اس کے کہے نہیں کہہ سکتے۔" ولو تقول علينا بعض الا  
 قاویل لاخذنا بآلیمین ثم لقطعنا منه الوتین۔"  
 پھر اللہ نے آپ کو یہ وحی بھیجی (جس میں یہ ظاہر کرنا مقصود ہے  
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی طرف سے ہرگز وحی بنا ہی نہیں سکتے  
 کوئی اور شخص بھی اس کا وہم و گورہ نہ کرے) "وان کا دو الیقنونا انک عن  
 الذی اوحینا الیک لتفتری علینا غیبا واذ لا تجدک  
 خلیلا، الی قولہ ثم لا تجدک علینا نصیرا" (اگرچہ قریب ہے کہ  
 یہ لوگ جو وحی کہتے آپ کو بھیجی اس سے آپ کو باز رکھیں تاکہ آپ اسی وحی کے خلاف  
 ہم پر بتاننا نہیں اور اس وقت یہ لوگ آپ کو دوست بنالیں۔ وغیرہ وغیرہ  
 پھر آپ (ایسا واقعہ ہونے پر) ہمارے خلاف اپنا کوئی مددگار نہ پائیں گے)  
 یہ آیت خود بتاتی ہے کہ ایسا واقعہ نہیں ہوا بلکہ مشرکین کی خواہش تھی کہ  
 ایسا ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی یہ آیت نازل کر کے ان کی امید  
 باطل پر پانی پھیر دیا۔

ابو بکر بن عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام سے مروی ہے کہ اس  
 سجدہ کی خبر لوگوں میں اتنی شایع ہوئی کہ ملک حبشہ تک پہنچ گئی۔  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو معلوم ہوا کہ اہل مکہ  
 نے سجدہ کیا اور اسلام لائے، ولید بن مغیرہ اور ابو ایحہ نے بھی نبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سجدہ کیا، اس جماعت مہاجرین نے کہا کہ  
 جب یہی لوگ اسلام لے آئے تو اب کے میں اور کون رہ گیا، ہمیں  
 اپنے قبائل (اہل حبشہ سے) زیادہ محبوب ہیں۔

یہ لوگ واپسی کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ جب مکہ کے اسی طرف  
 دن کے ایک گھنٹے کی راہ پر تھے تو ان کی ملاقات بنی کنانہ کے چند  
 شترسواروں سے ہوئی۔ قریش اور ان کا حال دریافت کیا تو شترسواروں  
 نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے معبودوں کا خیر کے ساتھ ذکر کیا  
 یہ گردہ ان کا پیر ہو گیا پھر (آنحضرت) ان (معبودوں) سے برگشتہ ہو گئے اور بدگونی کرنے لگے

تو وہ لوگ بھی ان کے ساتھ شکر کرنے لگے، ہم نے ان لوگوں کو اسی حالت پر چھوڑا ہے۔

اس جماعت نے ملک حبشہ کی واپسی کے بارے میں باہم مشورہ کیا۔ قرار پایا کہ اب تو پہنچ گئے ہیں، دیکھیں تو قریش کس حال میں ہیں، جو شخص اپنے اعزہ سے تجدید ملاقات کرنا چاہے تو کر لے، پھر واپس آئے۔

ابو بکر بن عبد الرحمن سے مروی ہے کہ سوا سے ابن مسعود کے جو تھوڑی دیر (بیرون ملک ٹھہر کر) ملک حبشہ واپس ہو گئے اور سب لوگ مکے میں داخل ہوئے اور جو شخص داخل ہوا وہ اپنے پروسی کے ساتھ داخل ہوا۔

محمد بن عمر نے کہا کہ یہ لوگ رجب شہ نبوی میں (مکے سے) نکلے تھے، شعیان در رمضان میں (ملک حبشہ میں) مقیم رہے اور سجدے کا واقعہ رمضان میں ہوا تھا اور یہ لوگ شوال شہ نبوی میں آئے تھے۔

## ہجرت حبشہ ثانی

عبد الرحمن بن سابط وغیرہ سے مروی ہے کہ جب اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلی ہجرت سے مکے میں آگئے تو ان کی قوم نے سختی کی اور ان کے خاندانوں نے ان پر حملہ کیا، ان کو سخت اذیت کا سامنا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ملک حبشہ کی روانگی کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس بار روانگی پہلے سے بہت زیادہ دشوار تھی۔ قریش کی طرف سے انتہائی سختی سے دوچار ہونا پڑا اور سخت اذیت پہنچی، قریش کو جب نبیاشی کا ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا معلوم ہوا



تو سخت ناگوار گذرا۔

عثمان بن عفان نے کہا: یا رسول اللہ نجاشی کے پاس ہماری پہلی ہجرت اور یہ دوسری اس طرح ہوئی کہ آپ ہمارے ہمراہ نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ اللہ کی طرف اور میری طرف ہجرت کرنے والے ہو، تمہیں ان دونوں ہجرتوں کا ثواب ہوگا۔ عثمان نے کہا: یا رسول اللہ بس اتنا ہمیں کافی ہے، ہجرت کرنے والے مردوں کی تعداد تراسی تھی اور عورتیں گیارہ قریشی اساتیر و بیوفی تھیں، ان مہاجرین نے ملک حبشہ میں نجاشی کے یہاں اچھے بڑاؤ میں قیام کیا۔

جب ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت فرمائی، خیر سنی تو تینتیس مرد اور آٹھ عورتیں واپس آ گئیں، دو مرد تو مکہ ہی میں وفات پا گئے اور سات آدمی قید کر لیے گئے۔ اور چوبیس بدزمن حاضر ہوئے۔

۳ھ میں ربیع الاول کا مہینہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کو ایک فرمان تحریر فرمایا جس میں اسلام کی دعوت دی، عمرو بن امیہ الضمری کے ہمراہ روانہ کیا۔ فرمان سن کر نجاشی اسلام لایا، اور کہا: اگر میں حاضر خدمت ہونے پر قادر ہوتا تو ضرور حاضر ہوتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمایا کہ وہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان بن حرب کا آب کے ساتھ نکاح کر دیں جو اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش کے ہمراہ ان لوگوں میں تھیں جنہوں نے ملک حبشہ میں ہجرت کی تھی عبید اللہ وہاں نصرانی ہو گیا اور مر گیا۔

نجاشی نے ان کا نکاح آنحضرت کے ساتھ کر دیا اور آپ کی جانب سے چار سو دینار مہر کے دیئے۔ جو شخص ام حبیبہ کے ولی نکاح ہوئے وہ خالد بن سعید بن العاص تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کو تخریر فرمایا کہ آپ کے اصحاب میں سے جو لوگ ان کے پاس باقی ہیں انھیں آپ کے پاس بھیجیں اور سوار کراویں۔

یہ تمہیل ارشاد نبویؐ نجاشی نے مہاجرین کو عمرو بن امیہ الضمری کے ساتھ دو کشتیوں میں سوار کرا دیا۔ یہ لوگ ساحل بولاپر جس کا نام ابھار (بجی) سے لنگر انداز ہوئے۔ سواریاں کراے پر لیں، مدینہ مبارکہ آئے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تشریف فرما ہیں، آپ کے پاس روانہ ہو گئے۔ بارگاہ رسالت میں پہنچے تو خیبر فتح ہو چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے گفتگو فرمائی کہ ان لوگوں کو بھی اپنے (مال عنینت کے) حصوں میں شریک کر لیں، اس حکم کی سب نے تمہیل کی

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی ہاشم کی محسوی شعوب میں

ابن عباس وغیرہ سے مروی ہے کہ جب قریش کو جعفر اور ان کے ہمراہیوں کے ساتھ نجاشی کا اکرام و الطاف معلوم ہوا تو بہت گراں گزرا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر سخت غصہ ہوئے آپ کے قتل پر اتفاق کیا اور بنی ہاشم کے خلاف ایک عہد نامہ لکھا کہ نہ تو ان سے شادی بیاہ، خرید و فروخت کریں گے، نہ سیل جول رکھیں گے۔

جس نے یہ عہد نامہ لکھا وہ منصور بن عکرمہ العبدری تھا کہ اس کا ہاتھ شل ہو گیا، انھوں نے اس عہد نامے کو کعبہ کے بیچ میں لٹکا دیا۔

بعض اہل علم کی رائے میں وہ عہد نامہ ام الجلاس بنت مخزومہ  
 الخنظلیہ کے پاس رہا جو ابو جہل کی خالہ تھی۔  
 محرم ۱۰ھ نبوی کی چاندرات کو شعب ابی طالب میں بنی ہاشم  
 کا محاصرہ کر لیا گیا، بنی المطلب بن عبد مناف بھی شعب ابی طالب میں  
 بھاگ آئے، ابو لہب نکل کر قریش سے جا ملا، اس نے بنی ہاشم و بنی  
 المطلب کے خلاف قریش کو قوت پہنچائی۔  
 قریش نے ان لوگوں کا غلہ اور ضروری اشیاء بند کر دیں، یہ  
 بنی ہاشم) موسم حج کے سوانہ نکلتے تھے، ان پر سخت مصیبت آگئی  
 شعب سے بچوں کے رونے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں، بعض قریش  
 تو اس سے خوش مو تے تھے اور بعض کو ناگوار ہوتا تھا، آپ نے فرمایا کہ  
 منصور بن عکرمہ (عہد نامہ نویس) پر جو مصیبت آئی اُسے دیکھو۔  
 تین سال تک یہ لوگ شعب میں مقیم رہے، اللہ نے ان کے  
 عہد نامے کی حالت پر اپنے رسول کو مطلع کیا کہ وہ ایک نے ظلم و جور والے  
 مضمون کو کھالیا، جو اللہ کا ذکر تھا وہ رہ گیا۔  
 عکرمہ سے مروی ہے کہ قریش نے اپنے اور رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے درمیان ایک عہد نامہ لکھا تھا اور اس پر تین مہریں  
 لگائی تھیں، اللہ عزوجل نے اس عہد نامے پر دیکھ کر مسلط فرمایا جو  
 سوائے اللہ عزوجل کے نام کے سب کھا گئی۔  
 مجاہد بن علی و عکرمہ سے مروی ہے کہ سوائے "یا اسماء اللہم"  
 کے عہد نامے کی ہر چیز کھالی گئی۔  
 قریش کے ایک شیخ سے مروی ہے کہ وہ عہد نامہ ان کے دادا  
 کے پاس تھا، ہر چیز جو عدم تعاون کے متعلق تھی کھالی گئی سوائے "یا اسماء اللہم"  
 کے۔  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب سے اس کا ذکر کر کے،  
 ابو طالب نے اپنے بھائیوں سے بیان کیا، اور سب لوگ مسجد حرام کو



گئے۔

ابوطالب نے کفار قریش سے کہا: میرے بھتیجے نے خبر دی ہے اور انہوں نے ہرگز مجھ سے غلط نہیں کہا ہے کہ اللہ نے تمہارے عہد نامے پر دیمک کو مسلط کر دیا، تو مضمون ظلم و جور یا قطع رحم کا تھا اس نے کھانا لیا، وہی مضمون باقی رہ گیا ہے جس میں اللہ کا ذکر ہے، اگر میرے بھتیجے سچے ہیں تو تم لوگ اپنی بری رائے سے باز آؤ، اگر وہ غلط کہتے ہیں تو میں انہیں تمہارے حوالے کروں گا، تم انہیں قتل کرو یا زندہ رکھنا۔

لوگوں نے جواب دیا کہ تم نے ہم سے انصاف کیا، عہد نامہ منگنا بھیجا، کھولا تو اتفاق سے وہ اسی طرح تھا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ لوگ حیران اور سرنگوں ہو گئے۔

ابوطالب نے کہا کہ ہم لوگ کب تک مقید و محصور رہیں گے۔ حالانکہ معاملے کی حقیقت ظاہر ہو گئی، یہ کہا اور بہراہیوں کے ساتھ کعبہ کے اندر گئے، وہاں ابوطالب نے کہا کہ اے اللہ ہماری مدد کر اس شخص سے جو ہم پر ظلم کرے، ہم سے قطع رحم کرے اور ہماری جو چیز اس پر حرام ہے اسے حلال سمجھے، لوگ شغب کو واپس آ گئے۔

۱۴۱

قریش نے جو برتاؤ نبی ہاشم کے ساتھ کیا تھا اس پر ان کے کچھ لوگ باہم ایک دوسرے کو طاعت کرنے لگے، یہ مطہم بن عدی و عدی بن قیس و زمعہ بن الاسود و ابوالنخعی بن ہاشم و زہیر بن ابی امیہ تھے ان لوگوں نے ہتھیار پہنے، نبی ہاشم و نبی المطلب کے پاس گئے اور کہا کہ اپنے اپنے مکانات کو روانہ ہو جائیں، ان لوگوں نے یہی کیا۔

قریش نے یہ دیکھا تو حیران ہو گئے اور سمجھ گئے کہ ہرگز ان لوگوں کو بے یار و مددگار نہ کر سکیں گے، شغب سے ان لوگوں کی روانگی سلسلہ نبوی میں ہوئی تھی۔

مغرب بن علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوہاب کے

اعزہ شعیب میں دو سال رہے۔  
تکلم نے کہا کہ کم از کم تین سال رہے۔

## طائف کا سفر



عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر وغیرہ سے مروی ہے کہ جب ابولہب  
وحدیجہ بنت خویلد کی وفات ہو گئی، اور ان دونوں کی وفات کے  
درمیان ایک مہینہ یا سچ دن کا فاصلہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
پر دو مصیبتیں جمع ہو گئیں۔

آپ گھر ہی میں رہنے لگے اور باہر نکلنا کم کر دیا، قریش کو  
وہ کامیابی حاصل ہو گئی جو آپ تک حاصل نہ ہوئی تھی اور نہ نہیں توقع تھی،  
ابولہب کو معلوم ہوا تو وہ آپ کے پاس آیا، اور کہا کہ: اے

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ جہاں چاہتے ہیں جائیے، جو کام آپ  
ابولہب کی زندگی میں کرتے تھے سیکھئے، لات کی قسم جب تک میں  
زندہ ہوں کسی کی آپ تک رسائی نہ ہوگی۔

ابن النعیطلہ نے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا تھا، ابولہب  
اس کے پاس آیا اور اسے برا بھلا کہا، تو وہ چلاتا ہوا بھاگا کہ اے گروہ  
قریش ابو عقبہ (ابولہب) ایسے دین ہو گیا!

قریش آگئے اور ابولہب کے پاس کھڑے ہو گئے، ابولہب نے  
کہا: میں نے دین عبدالمطلب کو ترک نہیں کیا مگر میں ظلم سے اپنے بھتیجے  
کی حفاظت کرتا ہوں یہاں تک کہ یہ جس کام کا ارادہ کرتے ہیں اس کے  
لیے چلے جائیں۔ قریش نے کہا: تم نے اچھا کیا، خوب کیا اور صلہ رحم کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند روز تک اسی حالت پر رہے۔

آب جاتے تھے، آتے تھے، قریش میں سے کوئی شخص آپ کی روک ٹوک نہ کرتا تھا، یہ لوگ ابولہب سے ڈر گئے تھے۔

ایک روز عقبہ بن ابی معیط اور ابوہل بن ہشام ابولہب کے پاس آئے اور کہا کہ تمہارے بھتیجے نے تمہیں یہ بھی بتایا کہ (خدا کے یہاں) تمہارے والد کا ٹھکانہ کہاں ہے؟

ابولہب نے آپ سے پوچھا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عبدالمطلب کا ٹھکانہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا اپنی قوم کے ساتھ۔ ابولہب نکل کر ان دونوں کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے آنحضرت سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا "اپنی قوم کے ساتھ"۔

ان دونوں نے کہا: آنحضرت کا گمان یہ ہے کہ وہ دوزخ میں ہیں۔ ابولہب نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا عبدالمطلب دوزخ میں جائیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں۔ اور وہ بھی جو اس دین پر مرے جس پر عبدالمطلب مرے۔"

۱۲۲ ابولہب نے کہا: واللہ میں ہمیشہ آپ کا دشمن رہوں گا۔ آپ کا یہ گمان ہے کہ عبدالمطلب دوزخ میں ہیں، اس لئے اور تمام قریش نے آپ پر سختی شروع کی۔

محمد بن جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ ابوطالب کی وفات ہو گئی تو قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دست درازی شروع کر دی وہ آپ پر جبری و گستاخ ہو گئے، آپ طائف چلے گئے پھر زید بن حارثہ بھی تھے۔ یہ روانگی شوال کے کچھ دن باقی تھے کہ سلمہ بنیوی میں ہوئی۔

محمد بن عمر نے ایک دو مہری سفر سے بیان کیا کہ آپ دس دن تک طائف میں رہے، اشراف میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کے پاس آپ نہ جاتے اور گفتگو نہ کرتے، مگر ان لوگوں نے آپ کی دعوت قبول نہ کی انہیں اپنے نوجوانوں پر (قبول دعوت کا) اندیشہ ہوا لو کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہمارے شہر سے چلے جائیے اور وہاں رہئے جہاں



آپ کی دعوت قبول کر لی گئی ہو،  
 احمقوں کو آپ کے خلاف بھڑکا دیا وہ آپ کو پتھر مارنے لگے، رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدموں سے خون بہنے لگا، زید بن حارثہ  
 آنحضرت کو سچا کر اپنے اوپر روکتے تھے مگر بے سود، ان کے سر میں بھی متعدد  
 زخم آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپس ہوئے، آپ سنجیدہ  
 تھے کہ نہ تو کسی مروئے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور نہ کسی عورت نے، جب  
 آپ مقام نخل میں اترے تو رات کی نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے، جنوں کا  
 ایک گروہ آپ کی طرف پھیر دیا گیا جن میں سات شخص اہل نصیبین میں سے  
 تھے، انھوں نے آپ کی قراوت سنی، آپ سورہ جن پڑھ رہے تھے رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی  
 ”وَأَذْرُقْنَا إِلَيْكَ نَفْرًا مِّنَ الْجَنِّ يَسْتَمْعُونَ الْقُرْآنَ“ اور جب ہم نے  
 جنوں کے ایک گروہ کو آپ کی طرف پھیر دیا تھا جو قرآن سنتے تھے، چنانچہ وہ یہی  
 لوگ تھے جو نخل میں آپ کی طرف پھیر دیے گئے تھے۔

آپ نے نخل میں چند روز قیام کیا، زید بن حارثہ نے عرض کیا کہ  
 اب آپ کیونکر قریش میں جائیے گا، انھوں نے تو آپ کو نکال دیا ہے،  
 فرمایا: اے زید۔ تم جو کچھ دیکھتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو کشائش  
 اور راہ بنانے والا ہے، بیشک اللہ اپنے دین کا مددگار اور اپنے نبی کو  
 غالب کرنے والا ہے۔

آپ حراء تک پہنچے، قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص سے مطعم بن عدی  
 کے پاس کہلا بھیجا کہ میں تمہارے بڑوس میں داخل ہو چکا ہوں؟ انھوں نے  
 کہا جی ہاں۔ فوراً اپنے لڑکوں کو بلایا اور کہا کہ ہتھیار ہیں کر بیت اللہ کی  
 دیواروں کے پاس رہو، میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تباہ دی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے، آپ کے ہمراہ زید بن  
 حارثہ بھی تھے، یہاں تک کہ آپ مسجد حرام پہنچ گئے۔

مطمع بن عدی اپنی سواری پر کھڑے ہوئے اور نداوی کہ اے  
گروہ قریش میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پناہ دی ہے، لہذا تم میں  
سے کوئی شخص ان پر حملہ نہ کرے۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرا سودا تک گئے، اسے بوسہ دیا  
اور دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے مکان واپس آئے، مطمع بن عدی اور ان  
کے لڑکے آپ کے گرد حلقہ کئے ہوئے تھے۔

## معراج نبوی

۱۳۳

ابوبکر بن عبد اللہ بن ابی سیرہ وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے درخواست کیا کرتے تھے کہ وہ آپ کو  
جنت و دوزخ دکھائے۔ ہجرت سے اٹھارہ مہینے قبل جب، رمضان  
یوم شنبہ کی شب ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان  
میں تنہا سو رہے تھے تو جبریل و میکائیل آپ کے پاس آئے اور کہا کہ  
وہاں چلئے جس کی آپ نے اللہ سے درخواست کی تھی۔  
دونوں آپ کو مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان لے گئے  
پھر معراج (سیڑھی) لائی گئی وہ دیکھنے میں بھی بڑی خوبصورت  
چیز تھی، دونوں آپ کو ایک ایک کر کے تمام آسمانوں پر چڑھا لے گئے،  
ان (آسمانوں) میں آپ انبیاء سے ملے اور آپ سدرۃ المنتہیٰ تک  
پہنچ گئے، آپ کو جنت و دوزخ دکھائی گئی۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں ساتویں آسمان  
تک پہنچا تو سوائے قلموں کی آواز کے اور کچھ نہ سنتا تھا، آپ پر پانچ  
نمازیں فرض کی گئیں، جبریل علیہ السلام اترے اور انہوں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نمازیں ان کے اوقات میں پڑھائیں۔

## شعب راج

ابن عباس وغیرہم سے مروی ہے کہ ہجرت سے ایک سال قبل ۷ ہجرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیجا یا گیا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایک چوپایہ پر سوار کیا گیا جو (قدیں) گدھے اور چمچ کے درمیان تھا۔ اس کی دونوں رانوں میں دو پر تھے جن سے وہ اپنے دونوں پروں کو ٹھیلتا تھا۔

جب میں اس کے نزدیک گیا کہ سوار ہوں تو وہ بھرنے لگا، جبریل نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا اور کہا اے براق مجھے شرم نہیں آتی واللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اللہ کا کوئی بندہ تجھ پر سوار نہیں ہوا جو اللہ کے نزدیک ان سے زیادہ بزرگ ہو،  
وہ شرم سے پسینہ پسینہ ہو گیا، اور رک گیا کہ میں سوار ہوں پھر اس نے اپنے کان ہلائے اور زمین سمیٹ دی گئی یہاں تک کہ اس کا کنارہ براق کے قدم پڑنے کی آخری جگہ تھی؛ اس کی پشت اور کان دراز تھے۔  
جبریل میرے ساتھ اس طرح روانہ ہوئے کہ نہ وہ مجھے چھوڑتے تھے اور نہ میں انہیں چھوڑتا تھا، یہاں تک کہ انہوں نے مجھے بیت المقدس پہنچا دیا۔ براق اپنے اس مقام پر پہنچ گیا جہاں وہ ٹکھڑا ہوتا تھا، جبریل نے اسے باندھ دیا، اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیاء کی سواری باندھی جاتی تھی۔  
آپ نے فرمایا: میں نے تمام انبیاء کو دیکھا جو میرے لیے جمع کر دیے



۱۴۴

گئے تھے۔ میں نے ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ کو دیکھا خیال ہوا ضرور ان کا کوئی  
امام بھی ہوگا جبریل نے مجھے آگے کر دیا میں نے ان سب کے آگے نماز  
پڑھی، دریافت کیا تو انہوں نے کہا ہم سب توحید کے ساتھ بھیجے گئے۔  
بعض اہل علم نے کہا: اس شب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم گم ہو گئے  
عبدالطلب کے لڑکے آپ کی تلاش و جستجو میں ادھر ادھر نکلے عباس  
ابن عبدالطلب بھی نکلے، ذولوی تک پہنچے تو پیکار نے لگے یا محمد یا محمد  
(صلی اللہ علیہ وسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: "لبیات" (میں حاضر  
ہوں) انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے رات سے قوم کو پریتا تی میں  
ڈال دیا کہاں تھے؟ فرمایا: میں بیت المقدس سے آیا ہوں۔ پوچھا: اسی شب  
میں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، انہوں نے کہا کہ آپ کو سوائے خیر کے کوئی اور  
بات تو پیش نہیں آئی، فرمایا: مجھے خیر کے سوا اور کوئی بات پیش نہیں  
آئی۔

ام ہانی بنت ابی طالب نے کہا: آپ ہمارے ہی گھر سے شب  
کو لیجاے گئے۔ اس شب کو آپ نے عشاء کی نماز پڑھی اور سو گئے  
جب فجر موعنے کو ہوئی تو ہم نے صبح (کی نماز) کے لیے آپ کو بیدار کر دیا آپ  
انہیں نماز پڑھ لی تو فرمایا کہ اے ام ہانی جیسا کہ تم نے دیکھا میں نے اسی  
وادئ میں تم لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر میں بیت المقدس گیا  
وہاں نماز پڑھی صبح کی نماز میں تم لوگوں کے ساتھ پڑھی،

آپ اٹھے کہ باہر جا میں نے کہا بات لوگوں سے نہ بیان  
کیجئے گا وہ آپ کی تکذیب کریں گے اور ایذا دیں گے، فرمایا  
کہ میں ضرور ضرور ان سے بیان کروں گا۔ آپ نے لوگوں کو خبر دی۔ وہ  
متعجب ہوئے اور کہا کہ ہم نے اس طرح کی بات کبھی نہیں سنی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل سے فرمایا قوم میری  
تصدیق نہ کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ ابو بکر آپ کی تصدیق کریں گے،

وہی صدیق ہیں،

بہت سے آدمی جو نماز پڑھتے تھے، اور اسلام لائے تھے، فتنہ میں پڑ گئے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں حطیم میں کھڑا ہو گیا، بیت المقدس کو میرے خیال میں ڈال دیا گیا، میں لوگوں کو اس کی نشانیوں کی خبر دینے لگا، اور میں اُسے دیکھتا جاتا تھا،

بعض لوگوں نے کہا کہ مسجد بیت المقدس کے کتنے دروازے ہیں، میں نے اس کے دروازے شمار نہ کئے تھے، مگر میں ان کی طرف دیکھتا تھا اور ایک ایک دروازہ شمار کرتا تھا، اس طرح لوگوں کو بتا دیتا تھا، میں نے ان لوگوں کے قافلوں کو جو راستے میں تھے، اور ان کی علامات کو بھی بتایا، اس کو بھی ان لوگوں نے اسی طرح پایا جس طرح میں نے تمہیں بتایا تھا۔

اللہ عزوجل نے آپ پر یہ آیت نازل کی: "وما جعلنا السوءیا التي ارینا لك الا فتنۃ للناس" اور ہم نے جو سیر آپ کو دکھائی وہ محض لوگوں کی آزمائش کے لیے تھی۔ یہ رویاے عین تھا جس کو آپ نے اپنی آنکھ سے دیکھا۔

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو حطیم میں اس حالت میں دیکھا کہ قریش مجھ سے رات کے چلنے کے راستے کو دریافت کرتے تھے، انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی چند اشیاء دریافت کیں جن کو میں نے اچھی طرح یاد نہیں رکھا، مجھے ایسی سخت بیچینی ہوئی کہ اس سے پہلے میں کبھی ایسا بچپن نہیں ہوا تھا، اللہ نے بیت المقدس کو میری طرف بلند کر دیا کہ میں اتنے دیکھ لوں۔ وہ لوگ مجھ سے جو کچھ دریافت کرتے تھے اسکی خبر دیتا تھا۔

میں نے اپنے آپ کو انبیاء کی جماعت میں دیکھا، موسیٰؑ نظر آئے

جو کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، وہ منتقل مزاج یا نڈر اور سخت یا بھیروت آدمی تھے، عضہ در لوگوں میں سے معلوم ہوتے تھے، عیسیٰ بن مریم نظر آئے جو کھڑے نماز پڑھ رہے تھے ان کے سب سے زیادہ مشابہ عروۃ بن مسعود النقفی ہیں، ابراہیم نظر آئے جو کھڑے نماز پڑھ رہے تھے جن کے سب سے زیادہ مشابہ تمھارے ساتھی یعنی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پھر نماز کا وقت آ گیا تو میں نے ان سب کی امامت کی، جب نماز سے فارغ ہوا تو مجھ سے کسی کہنے والے نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ مالک ہیں جو دوزخ کے منتظم ہیں۔ آپ انھیں سلام کیجئے، میں ان کی طرف مڑا تو پہلے انھیں نے مجھے سلام کیا۔

## زمانہ حج میں قبائل عرب کو دعوت الہام

یزید بن رومان وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے نبوت سے تین سال تک کے میں پوشیدہ طور پر رہے جو کچھ سال آپ نے اعلان کیا، دس سال تک لوگوں کو اس طرح اسلام کی طرف دعوت دی کہ آپ موسم حج میں ہر سال آتے تھے، حجاج کو ان کی منزل عکاظہ و بھجنۃ و ذی الحجاز میں تلاش کرتے تھے اور دعوت دیتے تھے، یہاں تک کہ لوگوں نے آپ کو روکا۔ آپ اپنے رب کی رسالت پہنچاتے تھے اور ان کے لئے جنت کا وعدہ کرتے تھے، کوئی شخص نہ تو آپ کی مدد کرتا اور نہ آپ کی بات مانتا تھا۔

آپ قبائل میں سے ایک ایک قبیلہ کو اور ان کی منزلوں کو درمات فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسے لوگو لا الہ الا اللہ کہو تو فلاح پاؤ گے، اس کی بدولت عرب کے مالک بن جاؤ گے اور عجم تمھارے سران بردار



ہو جائیں گے۔ اور جب تم ایمان لاؤ گے تو جنت میں بادشاہ ہو جاؤ گے؛  
 ابولہب آپ کے پیچھے پیچھے کہتا تھا کہ آپ کی اطاعت نہ کرنا  
 کیونکہ یہ صابی دین سے پھر جانے والے اور کاذب ہیں؛ وہ لوگ بہت  
 بری طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیتے تھے آپ کو ایذا  
 پہنچاتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ کے اہل و عیال اور کنبے والے آپ سے  
 زیادہ واقف ہیں کیونکہ انہوں نے آپ کی پیروی نہیں کی، اور آپ  
 سے گفتگو کرتے تھے اور جھگڑا کرتے تھے، آپ  
 انہیں اللہ کی طرف دعوت دیتے تھے اور  
 فرماتے تھے کہ اے اللہ اگر تو چاہتا تو یہ لوگ اس طرح  
 (مخالف) نہ ہوتے۔

(راوی کہتے ہیں کہ) ہم سے ان قبائل کا نام بتایا گیا ہے جن کے  
 پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، دعوت دی اور اپنے آپ کو  
 پیش کیا:

بنی عامر بن صعصعہ، محارب بن قصفہ، فزارہ، غسان، مرہ، حنیفہ،  
 سلیم، عبس، بنی نضر، بنی البکاء، کندہ، کلب، حارث بن کعب، عذرہ  
 حضارمہ (حضرت موت کے رہنے والے) مگر ان میں سے کسی نے بھی دعوت  
 قبول نہ کی۔

## اوس و خزرج کو دعوت اسلام

محمود بن البید و غیر ہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 مکہ میں جس قدر مقیم رہے آپ کا قیام اسی طرح رہا کہ ہر سال قبائل عرب  
 کو دعوت دیتے، اپنے آپ کو منی و عکاظہ و مجنہ میں ان کے آگے پیش کرتے

کہ وہ آپ کو ٹھکانا دین، اس طرح آپ اپنے رب کا پیام پہنچاتے تھے اور ان کے لیے جنت کا وعدہ کرتے تھے۔  
 عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جو آپ کو قبول کرتا، آپ کو ایذا دے جاتی تھی اور بڑا بھلا کہا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ نے اپنے دین کو غالب کرنے اپنے نبی کی مدد اور اپنے وعدہ کو پورا کرنے کا ارادہ کر لیا۔  
 وہ آپ کو انصار کے اس قبیلے کے پاس لے گیا جن کے ساتھ اللہ کو فضل و کرم منظور تھا۔

آپ ان کے ایک گروہ کے پاس پہنچے جو سرمنڈارے تھے آنحضرتؐ ان کے پاس بیٹھ گئے، انھیں اللہ کی طرف دعوت دی، اور قرآن سنایا انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی دعوت قبول کر لی، بہت عجلت کے ساتھ وہ لوگ ایمان لائے، آنحضرتؐ کی تصدیق کی، آپ کو ٹھکانا دیا، مدد اور ہمدردی کی، اللہ وہ لوگ سب سے زیادہ زبان دلازا، اور سب سے زیادہ تیز تلوار والے تھے۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ انصار میں سب سے پہلے کون اسلام لایا اور دعوت قبول کی، اہل علم نے ایک معین شخص کو بھی بیان کیلئے اور دو شخصوں کو بھی بیان کیا ہے، یہی بیان کیا ہے کہ چھ شخصوں سے پہلے کوئی نہیں تھا اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے جو ایمان لائے وہ آٹھ آدمی تھے، ہم نے ان میں سے ہر ایک کو لکھ دیا ہے۔

ایک روایت ہے کہ انصار میں سب سے پہلے جو شخص ایمان لائے وہ اسعد بن زرارہ و ذکوان بن عبد قیس تھے جو مکہ روانہ ہوئے تاکہ عقبہ بن ربیعہ کے پاس جائیں، اس نے ان دونوں سے کہا کہ میں اس نمازی (یعنی آنحضرتؐ) سے ہر کام سے روک دیا ہے، یہ دعویٰ کرتا ہے کہ رسول اللہ ہے۔ اسعد بن زرارہ و ابوالہشیم بن العتہ بن شریب میں توحید کے متعلق گفتگو کیا کرتے تھے۔ جب ذکوان ابن عبد قیس نے عقبہ کا کلام سنا تو اسعد بن زرارہ سے کہا کہ قبول کر لو، یہ تو تمہارا ہی دین ہے!

دونوں اٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، آپ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا۔ دونوں اسلام لائے اور مدینہ واپس آگئے، اسعد ابو الہیثم بن الہیثم سے ملے انھیں اپنے اسلام کی خبر دی ارشاد نبوی و دعوتِ حق کا ذکر کیا تو ابو الہیثم نے کہا: میں بھی تمہارے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ بیشک وہ رسول اللہ ہیں۔ وہ بھی مشرف بہ اسلام ہوئے کہا جاتا ہے کہ رافع بن مالک الزرقی و معاذ بن عفرہ عمرہ کے لیے مکرر روانہ ہوئے، ان دونوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے کا ذکر کیا گیا تو خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا دونوں اسلام لے آئے یہی دونوں سب سے پہلے مسلمان تھے یہ دونوں مدینہ آگئے! مدینے کی سب سے پہلی مسجد جس میں قرآن پڑھا گیا مسجد بنی زریق تھی۔

کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے سے نکلے اہل شرب کے ایک گروہ پر گذرے جو منا میں اتر اٹھا، کل آٹھ آدمی تھے، بنی النجار میں سے معاذ بن عفرہ، اسعد بن زرارہ، بنی زریق میں سے رافع بن مالک و ذکوان بن عبد قیس، بنی سالم میں سے عبادہ بن الصامت و ابو عبد الرحمن یزید بن ثعلبہ بنی عبد الاشہل میں سے ابو الہیثم بن الہیثم جو قبیلہ بلی کے حلیف تھے، اور بنی عمرو بن عوف میں سے عویم بن سعد۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے سامنے اسلام پیش کیا یہ لوگ مسلمان ہوئے، آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ایتیم میری پشت پناہی کر دو کہ میں اپنے رب کی رسالت کو پہنچا دوں۔ ان لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم اللہ اور اس کے رسول کے لیے انتہائی کوشش کرنے والے ہیں، خوب سمجھ لیجئے کہ ہم آپس میں نبض رکھنے والے دشمن تھے، پہلے سال کی جنگ بعاث ہمارے ہی جنگوں میں سے ایک جنگ تھی جس میں ہم نے آپس میں خونریزی کی تھی، اگر آپ ہمارے یہاں مدینے میں تشریف لائے اور ہم لوگ اسی (بارہی) عدوت کی



حالت پر ہوئے تو ہمارا آپ پر اتفاق نہ ہوگا، ہمیں مہلت دیجئے کہ اپنے قبائل کے پاس واپس جائیں، شاید اللہ ہم میں صلح کراوے، آپ سے ملاقات سال آئندہ موسم حج میں ہوگی۔

کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی موسم حج میں نکلے جس میں انصار کے چھ اشخاص سے آپ کی ملاقات ہوئی، آپ ان کے پاس ٹکھڑے ہو گئے اور فرمایا: کیا تم لوگ یہود کے حلیف ہو؟ انہوں نے کہا ”جی ہاں“ پھر آپ نے انہیں اللہ کی طرف دعوت دی، اسلام پیش کیا اور قرآن کی تلاوت فرمائی، سب اسلام لے آئے۔ وہ لوگ یہ تھے۔

بنی النجار میں سے اسد بن زرارہ و عوف بن الحارث بن عفرار۔

بنی زریق میں سے رافع بن مالک۔

بنی سلمہ میں سے قطبہ بن عامر بن حدیدہ

بنی حرام بن کعب میں سے عقبہ بن عامر بن نابی۔

بنی عبید بن عدی بن سلمہ میں سے جابر بن عبد اللہ بن ابی تھم۔

اور ان سے پہلے کوئی اسلام نہ لایا تھا۔

محمد بن عمرو نے کہا: ہم نے ان لوگوں کے بارے میں جو کچھ سنا

اس میں ہمارے نزدیک یہی سب سے زیادہ درست ہے اور یہی متفق علیہ ہے۔

ذکر یابن زید نے اپنے والد سے روایت کی کہ یہی چھ اشخاص تھے

جن میں ابو الہیثم بن الہیثم تھے۔ اس کے بعد حدیث اولیٰ ہی کا

مضمون ہے، یہ لوگ مدینہ آئے اور اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی

جو لوگ اسلام لائے لائے، مدینہ میں انصار کا کوئی گھر نہ بچا جس میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہ ہو۔

## عقبہ اولیٰ کے بارہ اشخاص

جن میں ہمارے نزدیک کوئی اختلاف نہیں۔

عبادہ بن الصامت وغیرہ سے مروی ہے کہ جب آیتہ سال ہوا تو آپ سے بارہ آدمی ملے یہی عقبہ اولیٰ (کہلائے) ہے۔ ۱۲۸  
(ان بارہ آدمیوں میں) بنی النجار میں سے اسعد بن زرارہ، عوف  
و صحابہ تھے، دونوں موخر الذکر حارث کے فرزند تھے، ان کی والدہ عفرات  
تھیں۔

بنی زریق میں سے ذکوان بن عبد قیس و رافع بن مالک تھے۔  
بنی عوف بن الحارث میں سے عبادہ بن الصامت و یزید بن ثعلبہ  
ابو عبد الرحمن تھے۔

بنی عامر بن عوف میں سے عباس بن عبادہ بن نضال تھے۔

بنی سلمہ میں سے عقبہ بن عامر بن نابی تھے۔

بنی سواد میں سے قطیبہ بن عامر بن حدیدہ تھے۔

یہ سب آدمی تو قبیلہ خزرج کے تھے، قبیلہ اوس میں سے دو شخص تھے

ابو الہیثم بن الیثم بن جو قبیلہ بلی حلیف بنی عبد شمس میں سے تھے۔

بنی عمرو بن عوف میں سے عوم بن ساعدہ تھے۔

یہ لوگ اسلام لائے اور بیعت خواتین کی کہ اللہ

آئندہ کے ساتھ کوئی چیز شریک نہ کریں گے، چوری، زنا اور قتل اولاد نہ کریں گے

کوئی بہتان جو دیدہ و دانستہ بنایا ہونے یا نہ ہونے کے کسی نیک کام میں مداخلت نہ کریں گے۔

آنحضرت نے فرمایا، اگر تم وفا کرو گے تو تمہارے لیے جنت ہے،

جس نے ذرا بھی کوتاہی کی تو اس کا معاشرہ اللہ کے سپرد ہے خواہ وہ اس پر عذاب کرے خواہ معاف کر دے۔

اس زمانے میں جہاد فرض نہیں کیا گیا تھا، یہ لوگ مدینہ واپس گئے۔ اللہ نے اسلام کو غلبہ دے دیا، اسد بن زرارہ مدینہ میں مسلمانوں کو جمعہ کی نماز پڑھایا کرتے تھے۔

اوس و خزرج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا کہ ہمارے یہاں کسی کو بھیج دیجئے جو ہمیں قرآن پڑھائے، آنحضرت نے ان لوگوں کے پاس مصعب بن عمیر العبدری کو بھیج دیا وہ اسد بن زرارہ کے پاس اترے، لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے۔

بعض اہل علم نے روایت کی کہ مصعب ان لوگوں کو جمعہ پڑھایا کرتے تھے، پھر مصعب شکرانہ کے ساتھ روانہ ہوئے یہاں تک کہ موسم حج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔

## عقبہ ثانیہ

### نشر اشخاص جنہوں نے آنحضرت سے بیعت کی

۱۲۹

یزید بن رومان سے مروی ہے کہ جب حج کا وقت آ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام لانے والے اصحاب ایک دوسرے کے پاس گئے تاکہ حج کو جائزے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچنے کا ایک دوسرے سے وعدہ لیں، اس زمانے میں اسلام مدینے میں پھیل چکا تھا۔ یہ لوگ جو شتر آدمی یا ایک و زاید تھے اوس و خزرج کی پانچ سو آدمی کی جماعت کے ہمراہ روانہ ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکے میں



آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ نے ان لوگوں سے منامیں  
وسط ایام نشر تئیں (از ۹ تا ۱۳ ذی الحجہ) میں نفاذ اول یعنی ۱۲ ذی الحجہ کی شب کو (ملنے کا)  
وعدہ کیا کہ جو کم کو سکون ہو جائے (یعنی پہلے ٹکڑے ہو جائے) تو یہ لوگ آپ کے پاس شعب امین  
میں پہنچ جائیں جو مناس سے اترتے وقت عقبہ سے نیچے ہے اور جہاں اس  
زمانہ (مصنف طبقات) میں مسجد ہے،

آپ نے انھیں حکم دیا کہ نہ تو وہ کسی سونے والے کو بیدار کریں اور نہ  
کسی غیر حاضر کا انتظار کریں۔

سکون کے بعد یہ جماعت خفیہ طور پر ایک ایک دو دو کر کے روانہ  
ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے پہلے ہی اس مقام پر  
پہنچ چکے تھے، ہمراہ عباس بن عبد المطلب بھی تھے، ان کے سوا اور کوئی نہ تھا  
جو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر آئے وہ  
رافع بن مالک الزرقی تھے، پھر اور نشر لوگ پہنچ گئے، ہمراہ دو عورتیں بھی تھیں۔  
اسعد بن زرارہ نے کہا کہ سب سے پہلے عباس بن

عبد المطلب نے گفتگو کی، انھوں نے کہا: "اے گروہ خسروج  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تم لوگوں نے جہاں بلایا ہے بلایا ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے  
خاندان میں سب سے زیادہ عزیز ہیں، ہم میں سے جو ان کے قول پر ہے،  
ان کی حمایت کرتا ہے، جو ان کے قول پر نہیں ہے وہ بھی باغبنار حسب شرف  
آنحضرت کی حفاظت کرتا ہے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سوائے تمھارے  
اور سب کے قبول کرنے سے انکار کر دیا، اگر تم لوگ صاحب قوت و شوکت  
ہو، جنگ میں ماہر اور سارے عرب کی عداوت میں جو تم پر ایک ہی کمان  
سے تیر اندازی کریں گے منتقل ہو تو اپنی رائے پر غور کرو اور آپس میں مشورہ  
کر دو، کیونکہ آنحضرت کو مدینہ لیمانے میں سارے عرب سے تمھیں جنگ کرنا  
پڑے گی) باہم اختلاف نہ کرو جو کچھ کرو اتحاد و اتفاق سے کرو، سب سے  
بہتر بات وہی ہے جو سب سے زیادہ سچی ہو"

البراہ بن معرور نے جواب دیا: آپ نے جو کچھ کہا ہم نے سنا۔

واشد اگر ہمارے دلوں میں اس کے سوا ہوتا تو آپ کہتے ہیں تو ہم اسے ضرور کہتے  
ہم تو وفا و صدق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جانیں نثار کرنا چاہتے ہیں“  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے قرآن کی تلاوت  
فرمائی، اللہ کی طرف دعوت دی، اسلام کی ترغیب دی۔ اور اس مقصد  
کو بیان کیا جس کے لیے یہ لوگ جمع ہوئے تھے؛

البراء بن معرور نے آپ کو ایمان و تصدیق کی صورت میں جواب دیا،  
پھر عرض کی یا رسول اللہ میں بیعت کر لیجئے کیونکہ ہم لوگ اہل حلقہ ہیں  
جس کے ہم بزرگوں سے وارث چلے آ رہے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس نے گفتگو کی، رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا اور آپ کی تصدیق کی وہ ابو الہیثم بن الیمان  
تھے۔

سب نے کہا ہم اس کو اموال کی مصیبت اور اشرف کے قتل  
پر کیسے قبول کر لیں۔ (یعنی سلام قبول کرنے سے ہمارے جان و مال پر مصیبت  
آجائے گی اس لیے ہم اسے کیونکر قبول کریں۔)

جب تک کہ بنو عبدالمطلب نے جو رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے کہا: اپنی آواز کو پست کر دو،  
ہم پر جاموس لگے ہوئے ہیں، اپنے سن رسیدہ لوگوں کو آگے کرو تا کہ تم  
میں سے وہی لوگ ہمارے کلام کے ذمہ دار ہوں، ہمیں تمھاری قوم سے  
بھی تمھارے خلاف اندیشہ ہے، جب تم لوگ بیعت کر چکو تو اپنے اپنے  
مرغفات پر چلے جاؤ۔

۱۵. البراء بن معرور نے تقریر کی اور عباس بن عبدالمطلب کو جواب دیا،  
انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اپنا ہاتھ پھیلا سے (تا کہ میں بیعت کر دوں)  
سب سے پہلے شخص جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے ہاتھ پر بیعت کی البراء بن معرور تھے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سب سے  
پہلے جس نے بیعت کی وہ ابو الہیثم بن الیمان یا اسد بن زرارہ تھے،

پھر کل کے کل شتر آدمیوں نے بیعت کر لی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موسیٰ نے بنی اسرائیل میں سے بارہ نقیب لیے تھے؛ تم میں سے کوئی شخص اپنے دل میں یہ خیال نہ کرے کہ اس کے سوا اور کو انتخاب کر لیا گیا، میرے لیے (نقیبوں کا) جبریل ہی انتخاب کریں گے؛

انتخاب کے بعد نقیبوں سے فرمایا: تم لوگ دوسروں کے ذمہ دار ہو جاؤ کہ حواریین عیسیٰ بن مریم ذمہ دار تھے یا میں اپنی قوم کا ذمہ دار ہوں ان لوگوں نے کہا ”جی ہاں“

قوم نے بیعت کر لی اور کامل ہو گئے تو شیطان نقیبہ پر سے ایسی بلند آواز سے چلا یا جو سنی گئی کہ اے اہل اخشب کیا تمہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ والے دین سے پھر لے والوں میں کوئی فائدہ ہے۔ جنہوں نے تمہاری جنگ پر اتفاق کر لیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے کجاووں میں جلدی چلے جاؤ۔

عباس بن عبادہ بن نضلہ نے کہا ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا، اگر آپ چاہیں تو ہم اہل منار پر اپنی تلواریں لے کے ٹوٹ پڑیں، حالانکہ اس شب کو سوائے (عباس بن عبادہ) کے اور کسی کے پاس تلوار نہ تھی۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا ہے لہذا تم لوگ جلدی اپنے کجاووں میں جاؤ“ وہ لوگ اپنے کجاووں میں منتشر ہو گئے۔

صبح ہوئی تو ان لوگوں کے پاس قریش کی ایک جماعت اشرف گئی، یہ لوگ شعب الانصار میں داخل ہوئے اور کہا: اے گروہ خزرج ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ کل شب کو ہمارے ساتھی (آنحضرت) سے ملے تم نے ان سے ہمارے ساتھ جنگ پر بیعت کی ہے، عرب میں



جتنے قبیلے بخدا ہیں کسی کے ساتھ لڑنا ہم اس قدر بُرا نہیں جانتے جس قدر تم سے جنگ کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

قبیلہ خزرج کے مشرکین میں سے جو لوگ وہاں تھے بڑی تیزی سے اللہ کی قسم کھانے لگے کہ ایسا نہیں ہوا اور ہمیں تو اس کا علم بھی نہیں۔ ابن ابی کھنہ لگا کہ یہ محض باطل ہے، نہ ایسی کوئی بات ہوئی ہے نہ میری قوم بخت میرے حکم کے ایسا کام کرے گی، میں یشرب میں ہوتا تو مجھ سے ضرور مشورہ کرتے (پھر یہاں کونسا امر مانع تھا)

قریش ان لوگوں کے پاس سے واپس چلے گئے، البراء بن معمر نے کوچ کیا، وہ (مقام) بطن یا حجاج میں آئے اور اپنے مسلمان ساتھیوں سے مل گئے۔

قریش ان لوگوں کو ہر طرف تلاش کرنے لگے، مگر دینے کے راستوں سے آگے نہ بڑھے (یعنی صرف انھیں راستوں پر تلاش کرتے رہے) (جستجو کے لیے) گروہ متفرک کر دیئے، اتفاق سے سعد بن عبادہ کو پایا گئے کجا وہ کنی رسی سے ان کا ہاتھ گردن میں باندھ دیا، انھیں مارنے لگے بال (پٹلے) جو کان کی لوتک دراز تھے گھسیٹنے لگے اس طرح کہ میں لائے۔

سعد کے پاس طلحہ بن عدی اور حارث بن امیہ بن عبد شمس آئے دونوں نے مل کر ان لوگوں کے ہاتھ سے چھڑایا،

انصار نے سعد بن عبادہ کو نہ پایا تو ان کے پاس واپس جانے کا مشورہ کیا، اتفاق سے سعد انھیں نظر آ گئے، ساری جماعت نے مدینے کی طرف کوچ کیا۔

نبوت سے ہجرت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام مکہ

سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر قرآن نازل ہوا تو آپ تینتالیس برس کے تھے اور آپ دس برس مکے میں رہے۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں دس برس رہے۔

عائشہؓ و ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں دس برس اس طرح رہے کہ آپ پر قرآن نازل ہوا اور مدینہ میں دس برس رہے۔

یزید بن ابی حمیب سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں دس برس رہے، وہاں سے صفر میں نکلے اور ربیع الاول میں مدینہ آئے۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں پندرہ برس رہے؛ سات برس تک آپ روشنی و نور دیکھتے اور آواز سنتے رہے؛ آٹھ برس تک آپ پر وحی نازل ہوتی رہی۔ اور مدینہ میں آپ دس برس رہے۔

سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ ایک شخص ابن عباس کے پاس آیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دس برس مکے میں اور دس برس مدینہ میں وحی نازل کی گئی؛ ابن عباس نے کہا: یہ کون کہتا ہے؟ مکے میں آپ پر پندرہ سال تک یا اس سے زیادہ وحی نازل کی گئی۔

ابو جہاء نے مروی ہے کہ میں نے حسن سے سنا کہ انھوں نے یہ آیت پڑھی ”وَقْرَأْنَا شَرَقْنَا لَتَقَرَأَ عَلَى النَّاسِ عَلَى مَلِكٍ وَنَزَّلْنَا آتَانِزِيلًا“ (اور قرآن کو ہم نے جدا جدا کر دیا ہے تاکہ آپ اسے ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کو سنائیں اور ہم نے اسے ٹھوڑا ٹھوڑا نازل کیا ہے) حسن نے کہا: اللہ تعالیٰ وہاں (مکے میں) قرآن کے بعض حصے کو بعض سے پہلے نازل کرتا تھا اس لیے کہ اسے معلوم تھا کہ یہ لوگوں میں قائم رہے گا۔

حسن بیان کرتے تھے: ہمیں معلوم ہوا ہے کہ قرآن کے اول و آخر کے درمیان اٹھارہ سال کا فاصلہ تھا۔ آٹھ سال تک آپ پر مکے میں،

قبل اس کے کہ مدینہ ہجرت فرمائیں، نازل ہونا رہا اور وہ برس تک مدینے میں۔  
ابن عباس سے مروی ہے کہ مبعوث ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں تیرہ برس تک اس طرح مقیم رہے کہ آپ پر وحی نازل ہوتی رہی پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں تیرہ برس رہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں تیرہ برس تک اس طرح رہے کہ آپ پر وحی نازل ہوتی رہی۔

## مسلمانوں کو ہجرت مدینہ کی اجازت

عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب نثر انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپس گئے تو آپ کا دل خوش ہو گیا، اللہ نے آپ کے لیے حامی بنا دئیے، ایک جنگجو بہادر اور ذی استعداد قوم طیار کر دی، مشرکین کی جانب سے مسلمانوں پر سخت مصیبت نازل ہونے لگی، کیونکہ انھیں ان کی روانجی کا علم ہو گیا تھا، قریش نے آپ کے اصحاب کو ضعیف میں کر دیا، ان کی توہین و تذلیل کرنے لگے، گالیاں دیتے اور طرح طرح سے ایذا رسانی کے درپے ہوتے جس کی مثال پہلے ہی،

اصحاب نے شکایت کی اور آپ سے ہجرت کی اجازت مانگی، فرمایا: مجھے تمھارا دار ہجرت (خواب میں) دکھا دیا گیا ہے مجھے دو تھمڑی زمینوں کے درمیان ایک شورہ والی کھجور کے باغ کی زمین دکھائی گئی ہے، اگر مقام، سر اہ شورہ اور کھجور والا ہونا تو میں کہتا کہ یہی وہ ہے (جو مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے)۔



آپ چند روز تک ٹھہرے رہے۔ پھر خوش خوش اپنے اصحاب کے پاس گئے اور فرمایا: مجھے تمہارے دارِ ہجرت کی خبر دینی گئی، وہ شرب ہے جو جانا چاہیے وہیں جائے۔

یہ جماعت باہم موافقت و ہمدردی کے ساتھ مصروفِ بظہاری ہوئی اپنی روانگی کو پوشیدہ رکھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے سب سے پہلے جو مدینہ آئے وہ ابوسلمہ بن عبد اللہ تھے، ان کے بعد عامر بن ربیعہ آئے، پھر ان کی بیوی سلیم بنی بنت ابی حاتمہ بھی تھیں جو سب سے پہلی شہر سوار خاتون تھیں کہ مدینہ آئیں، اصحابِ گروہ گروہ آنے لگے، انصار کے یہاں ان کے مکانوں میں اترتے۔

انصار نے ان کو ٹھکانہ دیا، ان کی مدد کی اور ان سے ہمدردی کی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے سالم مولائے ابی حذیفہ قبائلیں مہاجرین کی امامت کرتے تھے۔

جب مسلمان مدینہ روانہ ہو گئے تو قریش کو ان پر حرص آئی اور سخت غصہ ہوئے، ان نوجوانوں پر چلے گئے، تمہے بہت طیش آیا۔

انصار کے ایک گروہ نے عقبہ آخرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، وہ مدینہ واپس آئے تھے، جب مہاجرین اولین قبائل آ گئے تو یہ (انصار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مل گئے، اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ہجرت کر کے آئے، یہی لوگ مہاجرین انصار کہلائے۔

ان کے نام یہ ہیں ذکوان بن عبد قیس و عقبہ بن وہب بن کلدہ و عباس بن عبادہ بن نضد و زیا و بن لبید۔  
تمام مسلمان مدینہ چلے گئے، کوئی بھی کہے میں روانگی سے نہ بچا سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابو بکر و علی کے یا جو فتنے میں ڈال دیا گیا اور قید کرو یا گیا تھا یا مریض یا ضعیف تھا۔

## آغاز ہجرت

سُراقہ بن جُشم وغیرہ سے روایت ہے کہ مشرکوں نے جب دیکھا کہ مسلمانوں نے اپنی عورتیں اور بچے قبائل اوس و خزرج کے ہاں (مدینہ منورہ میں) بھیج دیئے تو سمجھ گئے کہ یہ صاحب اثر لوگ ہیں، اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں چلے جائیں گے، سب کے سب دارالندوہ میں جمع ہوئے، جتنے دانشمندانہ صاحب الرائے تھے سب نے شرکت کی کہ آنحضرت کے معاملے میں باہم مشورہ کریں۔

نجد کے ایک بڑے بوڑھے کی شکل میں ایک شخص یہاں آیا، تلوار لٹک رہی تھی، مٹے جھونٹے کپڑے پہنے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بحث چھڑی، شخص نے اپنی رائے کے مطابق مشورہ دیا، ہر ایک کی رائے کو ابلیس رو کر تاربا کسی رائے کو پسند نہ کیا،

ابوہل نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم قریش کے ہر ہر قبیلے کا ایک ایک شخص لے لیں جو بہادر اور ولیہ ہو، پھر اسے ایک تیرتو اور بیڈیا تاکہ یہ سب ل کر نسل ایک شخص کے آنحضرت کو ماریں تاکہ آپ کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہو جائے اور بنی عبدمناف کی بھی سمجھ میں نہ آئے گا کہ اس کے بعد کیا کریں۔ وہ نجدی (ابلیس) کہنے لگا کہ اس نوجوان (ابوہل) کی خوبی اللہ ہی کے لیے ہے، دانشورانے تو یہی صاحب ہے ورنہ پھر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

اس بات پر اتفاق کر کے سب لوگ منتشر ہو گئے، جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ کو اس خیر سے آگاہ کیا اور مشورہ دیا کہ اس شرک کو آپ اپنی خواہ گاہ میں نہ سوئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکرؓ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اللہ نے مجھے روانگی کی اجازت دیدی ہے، ابو بکرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ میری ہمراہی، اپنے فرمایا کہ ہاں۔

ابو بکرؓ نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، میری ان دو سواریوں میں سے ایک آپ لے لیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قیمت لوں گا۔

ابو بکرؓ نے ان دونوں سواریوں کو نبی قشیر کے مویشی میں سے آٹھ سو درہم میں خرید لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک لیلیٰ جس کا نام قصواء تھا،

آپ نے علیؓ کو حکم دیا کہ اس شرب کو وہ آپ کی خواب گاہ میں سوئیں، علیؓ نے سوئے، انہوں نے ایک سُرخِ حَضْرَمِی چادر جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سویا کرتے تھے اور ڈھلی،

قریش کا یہ گروہ جمع ہو گیا جو دروازہ کی درازوں سے جھانک رہے تھے، آپ کی گھات میں تھے۔ اور آپ کے کپڑوں کا ارادہ کرتے تھے، باہم مشورہ کر رہے تھے کہ بستر پلینے والے پر کون حملہ کرے۔

اسی اثنا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے، وہ سب اگرچہ دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے اولیٰ پ بھر کر سنگ بیزنے اٹھائے ان لوگوں کے سروں پر چھڑکا اور یہ پڑھنے لگے۔ "یٰسین والقرآن الحکیم" سے "سواء علیہم اذذرتہم ام لم تنذرہم لا یؤمنون" تک پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزر گئے۔

کسی کہنے والے نے ان لوگوں سے کہا کہ کس کا انتظار کرتے ہو انہوں نے کہا کہ "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اس نے کہا کہ تم لوگ ناکامیاب ہوئے اور نقصان دہ رہے۔ واللہ وہ تو تمہارے پاس سے گزر گئے اور تمہارے سروں پر مٹی چھڑک گئے۔

ان لوگوں نے کہا کہ واللہ ہم نے انہیں نہیں دیکھا، اور وہ لوگ اپنے

۱۵۴



سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے،  
 یہ لوگ ابو جہل و حکم بن ابی العاص و عقبہ بن ابی معیط و نضر بن الحارث  
 و امتیہ بن خلف و ابن الخطلہ و زمعہ بن الاسود و طمیمہ بن عدی و ابو لہب  
 و ابی بن خلف و نبیہ و منبہہ پسران حجاج تھے۔  
 جب صبح ہوئی تو علیؑ بیتہ سے اٹھے ان لوگوں نے ان سے  
 رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو دریافت کیا تو علیؑ نے کہا کہ مجھے آپ کے منعلق  
 علم نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر کے مکان چلے گئے رات تک  
 اسی میں رہے، پھر آپ اور ابو بکرؓ نکلے اور غار ثور کو روانہ ہو گئے اس  
 کے اندر داخل ہوئے مگر اسی نے اس کے راستے پر جالاتان دیا جس کا  
 بعض حصہ بعض پر تھا،  
 قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی جستجو کی یہاں تک  
 کہ غار کے راستے تک پہنچ گئے ان میں سے بعض نے کہا کہ اس پر تو  
 محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت سے بھی پہلے کی مگرزی ہے، وہ سب  
 واپس ہوئے۔

ابو مصعب المکی سے مروی ہے کہ میں نے زید بن ارقم و انس بن  
 مالک و مغیرہ بن شعبہ کا زمانہ پایا ہے، میں نے ان کو بیان کرتے سنا کہ  
 شب کو غار میں اللہ تعالیٰ نے ایک درخت کو حکم دیا تو وہ نبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے قریب آگ آیا، اُس نے آپ کی آڑ کر لی، اللہ نے مگرہی  
 کو حکم دیا تو اس نے آپ کے روبرو جالاتا نکا دیا اور آڑ کر لی، اللہ نے  
 دو جنگلی کبوتروں کو حکم دیا جو غار کے منہ پر بیٹھ گئے،  
 قریش کے نوجوان جن میں ہر خاندان کا ایک ایک آدمی تھا  
 اپنی اپنی تلواریں لائیں اور لٹھے لئے ہوئے آئے یہاں تک کہ جب  
 وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چالیس ہاتھ کے فاصلے پر تھے تو ان کے  
 آگے والے شخص نے نظر ڈالی ان دونوں کبوتروں کو دیکھ کر واپس ہو گیا،

اس کے ساتھیوں نے کہا کہ تجھے کیا ہوا کہ غار میں نہیں دیکھتا، اس نے کہا کہ غار کے منہ پر دو وحشی کبوتر ہیں میں سمجھ گیا کہ اس میں کوئی نہیں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی بات سنی، سمجھ گئے کہ ان دونوں (کبوتروں) کے ذریعے اللہ نے آپ سے (دشمنوں کو) وقوع کیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دعا دی اور ان کی جزا مقرر کر دی وہ حرم الہبی میں منتقل ہو گئے، ابو بکرؓ کی خاص معاہدے پر چرائی والی بکریاں تھیں جن کو عامر بن قہیرہ چرایا کرتے تھے، رات کے وقت ان بکریوں کو ان حضرات کے پاس لاتے تھے اور وہ دو دوہ لیتے تھے، جب صبح ہو جاتی تھی تو لوگوں کے ساتھ چلے جاتے تھے؛

عائشہؓ نے کہا کہ ہم نے دونوں حضرات کے لیے پینیدہ ترسانا سفر تیار کیا ایک توشہ دان میں توشہ تیار کیا۔ اسما بنت ابی بکر نے اپنی اور طہنی کا ایک ٹکڑا کاٹا اور اس سے انھوں نے توشہ دان کا منہ بند کیا، دوسرا ٹکڑا کاٹا اور اس سے مشکینہ کے منہ کی روک بنایا اسی وجہ سے ان کا نام ذات اللطافین (دو اور طہنی والی) رکھ دیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکرؓ غار میں تین شب رہے۔ ان دونوں کے پاس عبد اللہ بن ابی بکرؓ آتے تھے، ابو بکرؓ نے نبی الدل کے ایک شخص کو جن کا نام عبد اللہ بن اریقہ تھا ہادی اور خفیہ راستوں کے رہبر کی حیثیت سے اجرت پر رکھ لیا، حالانکہ وہ دین کفر تھے مگر ان سے اطمینان تھا، ان دونوں حضرات کے ساتھ عامر بن قہیرہ بھی تھے، ابن اریقہ دونوں حضرات کے ساتھ رجز خوانی کرتے رہے قریش کو پتہ بھی نہ لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف لے گئے یہاں تک کہ انھوں نے اسفل مکہ سے ایک جن کی آواز سنی جو نظر نہ آتا تھا۔

رفیقین قالوا خیمتہ ام عبد

جنری اللہ رب الناس خیر ائد

(اللہ جو تمام لوگوں کا پالنے والا ہے ان دونوں رفیقوں کو اپنی بہترین جزا دے جنہوں نے ام عبد کے خیمے میں دوپہر کو آرام فرمایا۔)

ہما نزلوا بالبر واعتلوا بابه فقد فاز من امسى رفیق شکر  
یہ دونوں نشکی میں اترے اور وہاں سے گزر گئے، وہ شخص کامیاب رہا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق ہو گیا (یعنی حضرت محدث)۔

ابن عبد الخزاعی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تو آپ اور ابو بکرؓ اور مولائے ابوبکر عالم ابن نہیرہؓ تھے، ان حضرات کے رہبر عبد اللہ بن اریقط اللیثی تھے یہ حضرات ام عبد خزاعیہ کے خیمہ پر گزرے جو قوی و دلیر تھیں، وہ اپنے خیمے کے آگے میدان میں چادر اوڑھ کر بیٹھی رہتی تھیں اور کھلاتی پلاتی تھیں چنانچہ ان حضرات نے ان سے کبجور یا گوشت کو دریافت کیا کہ خریدیں مگر ان میں سے کوئی چیز بھی ان کے پاس نہ پائی!

اتفاق سے زوراہ ختم ہو چکا تھا اور یہ سب قحط کی حالت میں تھے، ام عبد نے کہا کہ واللہ اگر ہمارے پاس کچھ ہوتا تو مہانداری ہی آپ کو کسی چیز کا محتاج نہ کرتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بکری پر نظر پڑی جو خیمے کے ایک حصے سے بندھی تھی آپ نے فرمایا کہ اے ام عبد یہ بکری کیسی ہے انہوں نے کہا کہ یہ وہ بکری ہے جس کو تھکن نے بکریوں سے پیچھے کر دیا ہے (جس کی وجہ سے اور بکریاں چرنے گئیں اور یہ رہ گئی) فرمایا اس کے کچھ دودھ بھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ (اس بکری کے لیے دودھ دینا) اس سے (یعنی جنگل جانے سے) بھی زیادہ دشوار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم مجھے اجازت دیتی ہو کہ میں اس کا دودھ دو ہوں۔ انہوں نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قداہوں۔ ہاں اگر آپ اس کے دودھ دیکھیں (تو وہ لیجئے)۔



آپ نے بسم اللہ کہہ کر اس کے ٹخن پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ اے اللہ  
ام معبد کو ان کی بکری میں برکت دے، اس بکری نے ٹانگیں پھیلا دیں،  
کثرت سے دودھ دیا اور فرمانبردار ہو گئی،

آپ نے ان کا وہ برتن مانگا جو ساری قوم کو سیراب کر دے، اس میں  
آپ نے دودھ کو سیلاب کی طرح دوہا یہاں تک کہ کف اس کے اوپر  
آگیا، آپ نے اسے پلایا، ام معبد نے یہاں تک کہ وہ بھی سیراب ہو گئی  
اور آپ نے اپنے اصحاب کو پلایا، وہ بھی سیراب ہو گئے، سب سے آخر  
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نوش فرمایا اور فرمایا کہ قوم کے ساقی کو  
سب کے آخر میں پینا چاہئے،

سب نے ایک بار پینے کے بعد دوبارہ پیا اور خوب سیر ہو گئے  
پھر آپ نے اسی برتن میں ابتدائی طریقے پر دوبارہ دوہا اور اس کو ام معبد  
کے پاس چھوڑ دیا۔

کچھ ہی دیر گزری تھی کہ ام معبد کے شوہر ابو معبد اپنی بکریاں منگلتے  
ہوئے آئے جو ایسی بیلاد یعنی گابھن نہ ہونے والی اور دلی تلی تھیں کہ اچھی  
طرح چل نہ سکتی تھیں، ان کا منتر بہت کم تھا ان میں ذرا سی بھی جرنی نہ تھی،  
ابو معبد نے دودھ دیکھا تو تعجب کیا اور کہا کہ تم لوگوں کو کہاں سے  
مل گیا حالانکہ بکریاں دور چرنے لگی ہوئی تھیں، اور گھر میں کوئی دودھ والی  
بکری نہ تھی۔

ام معبد نے کہا: واللہ اس کے سوا کچھ نہیں ہوا کہ ہمارے پاس ایک بارکت  
بزرگ گذرے جن کی یہ یہ باتیں تھیں ابو معبد نے کہا کہ میں انہیں قریش کا  
وہی ساتھی خیال کرتا ہوں جن کی تلاش کی جا رہی ہے۔ اے ام معبد  
مجھ سے ان کی صفت تو بیان کرو۔

ام معبد نے کہا کہ میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جن کی صفائی و  
پاکیزگی بہت صاف اور کھلی ہوئی ہے، چہرہ نہایت روشن و نورانی ہے،  
اخلاق نہایت اچھے ہیں ان میں پیٹ بڑا ہونے کا عیب نہیں ہے

ندان میں کوتاہ گردن اور چھوٹا سر ہونے کی خرابی ہے، وہ حین و جمیل ہیں، آنکھوں میں کافی سیاہی ہے، پلک کے بال خوب گھنے ہیں؛ آواز میں بلندی ہے، آنکھ میں سیاہی کی جگہ سیاہی کی جگہ سفیدی خوب تیز ہے؛ ابرو میں باریک ہیں اور آپس میں ملی ہوئی ہیں؛ بالوں کی سیاہی بھی خوب تیز ہے؛ گردن میں بلندی اور ڈاڑھی میں گھنا پن ہے؛ جب خاموش ہوتے ہیں تو ان پر وقار چھا جاتا ہے اور جب بولتے ہیں تو حسن کا غلبہ ہوتا ہے، گفتگو ایسے نگینوں کی لڑی ہوتی ہے جو گزرے ہوں وہ شیریں گفتار میں قول فعیل کہنے والے ہیں ایسے کم گو نہیں جس سے مقصد نہ ادا ہوا، فضول گو نہیں، دور سے دیکھو تو سب سے زیادہ بارعب و حین ہیں، قریب سے سب سے زیادہ شیریں گفتار و جمیل ہیں؛ ایسے متوسط اندام ہیں کہ تم درازی قد کا ان کو عیب نہ لگاؤ گے اور نہ کوئی آنکھ کوتاہ قدر ہونے لگی وجہ سے انھیں حقیر جانے لگی۔ وہ دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ تھے (یعنی دور فقیق ان کے ساتھ اور بھی تھے) دیکھنے میں وہ تینوں میں سب سے زیادہ بار و ترقی اور سب سے زیادہ مقدار میں حین تھے، ان کے رفقا ایسے تھے جو انھیں بگیرے رہتے تھے، جب وہ کچھ فرماتے تھے تو لوگ اچھی طرح آپ کا کلام سنتے تھے اگر کوئی حکم دیتے تھے تو سب کے سب ان کے حکم کی طرف دوڑتے تھے، وہ مخدوم تھے اور ایسے تھے جن کے پاس خدمت آکے لیے لوگ دوڑتے تھے۔ نہ وہ ترش رو تھے نہ زیادہ گو تھے۔

ابو معبد نے کہا کہ وائشہ تو قریش کے وہی ساتھی تھے جن کا ہم سے تذکرہ کیا گیا ہے۔ اے ام معبد اگر میں ان کے وقت میں آجاتا تو ضرور درخواست کرتا کہ آپ کی صحبت میں رہوں۔ اگر تم اس کا موقع پانا تو ضرور ضرور ایسا ہی کرنا۔  
صبح کے وقت کے میں آسمان و زمین کے درمیان ایک بلند آواز ظاہر ہوئی جس کو لوگ سنتے تھے اور آواز والے کو نہیں دیکھتے تھے، وہ کتنا تھا۔

جزی اللہ رب الناس خیر لہ  
رفیقین جلا خیمتہ ام عبد

اللہ جو پروردگار ہے تمام لوگوں کا اپنی بہترین جزا دے۔ ان دونوں رفیقوں کو جو ام عبد کے خیموں میں اترے۔

ہما نزل الابلہ اسر تحلا بید  
فا فلع من امی فریقہ لہ

وہ دونوں اس خشکی میں اترے اور وہاں سے چلے بھی گئے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رفیق بن گئے وہ کامیاب ہو گئے۔ (یعنی حضرت صدیق)

فیال قصی مازوی اللہ عنکم  
بدن فعال لایجازی وسود

اے قبیلہ نضضی تم کو کیا ہو گیا ہے، اللہ نے تمہیں ایسے کام اور ایسی سرداری کی توفیق نہیں دی جس کی جزا مل سکے۔

سلوا اختکم عن شاتھا واناھا  
فانکر ان تسأوا الشاة تشہل

اپنی بدن سے انہی بکری اور برتن میں دودھ بھر جانے کا حال پوچھو۔ اگر تم بکری سے پوچھو گے تو وہ بھی شہادت دے گی۔

لہ بصح حصرۃ الشاة منجد  
لعاھا بشاة حائل فحلبت

ایسی بکری تھی جو بالکل دبلی اور بے دودھ کے تھی، مگر وہی بکری خالص دودھ دینے لگی جس میں روغن اور کف بھرا تھا۔

فغارہنا لایھا لالحالب  
تدریھا فی صدرہ ثم موہب

حضرت نے یہ بکری وہیں چھوڑ دی کہ آنے جانے والے اس کے دودھ سے سہڑیوں یہ قوم صبح کو اپنے بنی کو تلاش کر رہی تھی، ام عبد کے خیموں کو گھیر لیا تھا یہاں تک کہ یہ لوگ بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے، حسان بن ثابت نے



اسی غیبی آواز کے جواب میں اشعار ذیل کہے۔

لقد خاب قوم زال عنهم بنیم  
وقد س من یس الیہم یعتدی  
وہ قوم نقصان میں رہی جس سے ان کے نبی چلے گئے + اور وہ قوم مقدس ہے جس کی  
طرف وہ نبی صبح و شام چلتے ہیں۔

ترحل عن قوم فرالت عقولہم  
وحل علی قوم بنو سجد  
ایک قوم سے انہوں نے کوچ کیا تو ان لوگوں کی عقلیں جاتی ہیں + اور ایک دوسری قوم کے  
پاس تازہ و تازہ نور کے ساتھ اترے۔

وہل لستوی ضلال قوم تسلعوا  
حما و ہذا لہم ہتدون بہمتد  
اور کیا وہ گمراہ قوم جنہوں نے بوجہ نانیانی انکار کیا + اور وہ ہدایت پانے والے جو ہدایت یافتہ  
سے ہدایت پاتے ہیں برابر ہیں؟

نبی میری مالامیری الناس حولہ  
وہ ایسے نبی ہیں جو اپنے گروہ دیکھتے ہیں جو اور لوگ نہیں دیکھتے + اور ہر شہید میں کتاب اللہ  
کی تلاوت کرتے ہیں۔

فان قال فی یوم مقالہ غائب  
فتصدیقہا فی ضحوة الیوم او غل  
اگر وہ دن میں کوئی بات غائب کی سی کہتے ہیں (یعنی شیکونی) تو اس کی تصدیق اسی روز دن چڑھ  
یا دوسرے دن ہو جاتی ہے۔

لتھن ابابکر سعادتہ جلد  
بصحبۃ من یسعد اللہ یسعد  
ابوبکر کو اپنے نصیب کی سعادت جو بوجہ صحبت آنحضرت انہیں حاصل ہوئی مبارک ہو + جس کو  
اللہ سعادت دیتا ہے وہی سعید ہوتا ہے۔

وہیں نبی کعب مکان فتنائکم  
 اور نبی کعب کو بھی اپنی خاتون کا مرتبہ مبارک ہو، جنگی نشتر گاہ مسلمانوں کی جائے پناہ ہے  
 عبد الملک نے کہا ہمیں معلوم ہوا کہ ام مہجد نے بھی نبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے پاس ہجرت کی اور اسلام لائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غار سے روانگی شب دوشنبہ ہر  
 ربیع الاول کو ہوئی، سہ شنبہ کو قید میں آپ نے قیلو لفرمایا جب وہاں سے روز ہوئے  
 تو سراقہ بن مالک بن جشم نے جو اپنے گھوڑے پر سوار تھے ان لوگوں کو روکا  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بد دعا دی جس سے ان کے گھوڑے  
 کے پاؤں دھنس گئے، انہوں نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ میرے گھوڑے کو ربا کر دے، میں آپ کے پاس سے  
 پلٹ جاؤں گا، جو لوگ میرے پیچھے آپ کی تلاش میں ہیں انہیں بھی  
 واپس کروں گا، آپ نے دعا کی اور وہ ربا کر دیا گیا، وہ واپس گئے،  
 انہوں نے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں پایا تو کہا کہ  
 لوٹ چلو، میں تمہاری برات چاہ لوں گا کہ یہاں کوئی نہیں، تم لوگ  
 نقش قدم میں میری ہمارت کو جانتے ہی ہو، وہ سب لوٹ گئے۔

عمیر بن اسحاق سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 روانہ ہوئے اور آپ کے ہمراہ ابو بکر بھی تھے، ان دونوں حضرات کو سراقہ  
 ابن جشم نے روکا تو ان کا گھوڑا دھنس گیا، انہوں نے کہا کہ آپ دونوں  
 میرے لیے اللہ سے دعا کیجئے، میں آپ کے لیے کروں گا کہ اب  
 نہ سمجھا کروں گا، دونوں نے اللہ سے دعا کی مگر وہ دوبارہ پلٹے تو ان کا گھوڑا  
 دھنس گیا، انہوں نے کہا کہ اللہ سے دعا کیجئے اور میں آپ کے لیے یہ کروں گا  
 کہ پھر نہ پلٹوں گا، انہوں نے دونوں حضرات کے سامنے توشہ اور سواری  
 پیش کی دونوں نے فرمایا کہ ہم کو تمہیں کافی ہو تو انہوں نے کہا کہ میں اس کا  
 بھی آپ کے لئے ذمہ لیتا ہوں۔

(عود بیوے مضمون حدیث اول -)  
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرار کے درمیان چلے آپ شفقۃ المرء  
 سے آگے بڑھے، لقف سے چل کے مد لہ لقف سے گذر گئے، مد لہ لہج مجاج  
 کے اندر سے گزرے، مرج مجاج میں پہنچے، بطن مرج میں گئے، بطن ذات  
 کشد میں پہنچے، حد اند کو طے کیا، اذخر اور بعدہ، بطن ریح سے گزر فرمایا  
 وہیں نماز مغرب پڑھی۔ پھر ذی سلم، پھر مد لہج کو چھوڑ دیا، پھر العنابینہ  
 چلے پھر بطن القحاح سے گذر گئے، پھر عرج میں اترے  
 پھر جدادات میں پھر غا بر میں رکوبہ کی داہنی طرف  
 سے چلے، پھر بطن العقیق میں اترے یہاں تک  
 کہ الجحباتہ پہنچ گئے، فرمایا کہ ہمیں بنی عمرو  
 بن عوف تک جانے کا راستہ کون بتائے گا  
 آپ مدینے کے قریب نہ تھے۔ پھر آپ انطبی کے  
 راستے پر چلے یہاں تک کہ انصیہ پر نکلے۔

جاہرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے پاس تشریف  
 لانے کے منتظر تھے وہ لوگ تلہ حرہ العصبۃ تک انصار کے ہمراہ صبح گویا  
 کرتے تھے، دن چڑھے تک آپ کی تشریف آوری کے منتظر رہتے تھے  
 جب سورج انھیں جلا دیتا تھا تو اپنے اپنے مکانات واپس چلے جاتے تھے،  
 جب وہ دن آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے

اور وہ ۲ ربیع الاول روز روشن تھا، اور کہا جاتا ہے کہ مارہوں  
 ۱۵۸ ربیع الاول تھی، تو لوگ جس طرح انتظار میں بیٹھا کرتے تھے، منہ گئے  
 جب سورج کی تپش و تمازت بڑھی تو اپنے اپنے مکانات کو چلے گئے۔  
 اتفاق سے ایک یہودی اپنے قلعہ پر بلند آواز سے چلا رہا تھا کہ  
 اے بنی قیل یہ تمہارے ساتھی (دوست) آگئے، سب لوگ نکلے تو  
 اتفاق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے شیعوں اصحاب  
 تھے، بنی عمرو بن عوف میں ایک شور اور تکبیر کی آواز سنائی گئی، مسلمان



ہتھیار باندھنے لگے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبا پہنچ گئے تو آنحضرت بیٹھ گئے اور ابو بکر کو بلے ہو کر لوگوں کو نصیحت کرتے لگے، مسلمان آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے لگے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلثوم بن الہذم کے پاس اترے اور ہمارے نزدیک یہی درست ہے آپ اسعد بن خثیمہ کے مکان میں اپنے اصحاب سے باتیں کیا کرتے تھے، اس مکان کا نام منزل العزب تھا، اسی لیے کہہ یا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن خثیمہ کے پاس اترے۔

انس سے مروی ہے کہ مکے و مدینے کے درمیان ابو بکر صدیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رذیف (اونٹ پر آب کے سچھے بیٹھے ہوئے) تھے حضرت ابو بکر کی ملک شام کی آبرو رفت رہا کرتی تھی اس لیے وہ پہچانے جاتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نہیں پہچانتا تھا (راستے کے) لوگ کہتے تھے کہ اے ابو بکر یہ (وہ کا جو تھمارے آٹھے) (اونٹ پر) ہے کون ہے۔ ابو بکر کہتے یہ مجھے راستہ بتاتے ہیں۔

جب یہ دونوں حضرات مدینے کے نزدیک آگئے تو حجرہ میں اترے، آپ نے انصار کو بلا بھیجا، وہ لوگ آئے اور کہا کہ آپ دونوں حضرات امن و اطمینان سے اٹھئے، انس نے کہا کہ جس روز سے آپ مدینے میں داخل ہوئے میں آپ کے پاس حاضر رہا، میں نے کبھی کوئی دن اس روز سے جس روز آپ ہمارے پاس تشریف لائے زیادہ نورانی و جین نہیں دیکھا، جس روز آپ کی وفات ہوئی میں آپ کے پاس حاضر تھا، اس روز سے زیادہ میں نے کوئی دن بُرا اور تارک نہیں دیکھا۔

ابو وہب مولائے ابی ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سفر ہجرت میں) اس طرح سوار ہوئے کہ آپ اپنی اونٹنی پر

ابو بکر کے پیچھے تھے، جب کوئی آدمی انھیں (ابو بکر کو) ملتا تھا تو کہتا تھا کہ  
آپ کون ہیں؟ وہ کہتے تھے کہ میں طالب ہوں طلب کرتا ہوں وہ کہتا تھا  
کہ یہ آپ کے پیچھے کون ہیں، تو وہ کہتے تھے کہ یہ راستہ بتانے والے  
ہیں جو پیچھے راستہ بتاتے ہیں۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ جب وہ دن آیا  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں داخل ہوئے تو مدینے کی ہر شے  
منور و روشن ہو گئی۔

البراء سے مروی ہے کہ ہجرت کے سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
مدینہ تشریف لائے، میں نے اہل مدینہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے  
زیادہ کسی چیز سے خوش ہوتے نہیں دیکھا، یہاں تک کہ میں نے عورتوں  
اور بچوں اور گنہگاروں تک کو کہتے سنا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
میں جو تشریف لے آئے ہیں۔

البراء سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں  
سے سب سے پہلے ہمارے پاس مصعب بن عمیر و ابن ام مکتوم آئے  
یہ دونوں لوگوں کو قرآن پڑھانے لگے، پھر عمار و بلال و سعد آئے، اس کے  
بعد بیس اصحاب کے ساتھ عمرو بن الخطاب آئے، تب رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم تشریف لائے۔

میں نے لوگوں کو کبھی کسی چیز سے اتنا خوش ہونے نہیں دیکھا جتنا وہ آپ سے خوش ہوئے،  
حتیٰ کہ میں نے غلاموں اور بچوں کو کہتے ہوئے سنا کہ یہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں  
جو تشریف لے آئے۔ یہاں تک کہ میں نے "سبح اللہ ربك الاعلیٰ"  
اور مفصل میں سے چند سورتیں پڑھیں (مفصل وہ حصہ قرآن ہے جن کا نماز  
میں پڑھنا مسنون ہے، وہ سورہ حجرات سے آخر تک ہے) اس میں  
بھی تین حصے ہیں، طوال، وسط، قصار۔

زرارہ بن ادقی سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن سلام نے کہا: جب  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگ آپ کی طرف دوڑے

کہا جائے لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، میں بھی لوگوں کے ساتھ گیا تاکہ آپ کو دیکھوں۔ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھا تو ایسا نظر آیا جو کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا، سب سے پہلا کلام جو میں نے آپ سے سنا یہ تھا کہ اے لوگو! اسلام کی اشاعت کرو، کھانا کھلا یا کرو، قرابتوں کے ساتھ احسان کیا کرو، اس وقت نماز پڑھا کرو جب سب لوگ سوتے ہوں، اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو مدینے کے بلند حصے کے ایک محلے میں جو بنی عمرو بن عوف کہلاتا تھا اترے آپ جو وہ شب مقم رہے پھر آپ نے بنی النجار کے ایک گروہ کو بلا بھیجا، وہ لوگ اپنی تلواریں لڑکائے ہوئے آئے، وہ منظر میری آنکھوں میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، ابو بکر آپ کے عم نشین تھے، اور بنی النجار کا گروہ آپ کے گرد تھا یہاں تک کہ ابو یوب کا بیرونی میدان آپ کے دل میں لگا۔ انس بن مالک سے مروی ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح مدینہ تشریف لائے کہ آپ اپنی اونٹنی پر ابو بکر کو بھیجے بٹھائے ہوئے تھے، ابو بکر بوڑھے تھے اور ان سے جان پہچان تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ان تھے، اب کو کوئی پہچانتا نہ تھا، لوگ ابو بکر سے ملتے تھے اور کہتے تھے کہ اے ابو بکر! یہ کون شخص ہے جو آپ کے آگے ہیں وہ کہتے تھے کہ یہ مجھے راستہ بتاتے ہیں۔

گمان کرنے والا یہ گمان کرتا تھا کہ آنحضرت ان کو زمین کی راہ بتاتے ہیں، حالانکہ ان کی مراد صرف راہ خیر کی تھی، ابو بکر مڑے تو اتفاق سے انھیں ایک سوار نظر آیا جو ان حضرات سے آگے تھا، انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ سوار ہے جو ہم سے آگے ہے، بنی صلی اللہ علیہ وسلم مڑے اور فرمایا کہ اے اللہ! اس کو پھٹا ڈو، اس کے گھوڑے نے اسے پھٹا دیا، پھر کھڑا ہو کر ہنہناتا رہا۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں، آپ نے فرمایا کہ تم اپنی جگہ پر رک جاؤ اور ہرگز کسی کو ہم سے ملنے نہ دو۔



وہ (سوار) شروع دوپہر میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف  
کوشاں تھے اور دوپہر کے آخر میں آپ کے لیے مسلح تھے تاکہ کسی کو  
آنے نہ دیتے،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم الحترہ کی ایک جانب اترے اور انصار  
کو بلا بھیجا، وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ کو اور  
ابوبکر کو سلام کیا اور کہا کہ آپ دونوں حضرات امن و اطمینان سے  
مخدوم و مطاع بن کر سوار ہو جائیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر سوار ہوئے، انصار نے  
دونوں حضرات کو ہتھیاروں سے گھیر لیا، دینے میں کہا جانے لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے لوگ نظریں پھاڑ پھاڑ کے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کو دیکھنے لگے اور کہتے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
آگے آئے آپ چلتے رہے یہاں تک کہ ابویوب کے مکان کے  
پہلو میں اترے،

۱۶۰

جب عبد اللہ بن سلام نے آپ کی خبر سنی تو آپ اپنے متعلقین  
سے باتیں کر رہے تھے، عبد اللہ بن سلام اپنے متعلقین کے گہجور کے باغ  
میں ان کے لیے گہجوریں چن رہے تھے، وہ جس چیز میں چن رہے تھے،  
انہوں نے اس کے رکھنے میں جلدی کی اور اس (توکری) کو اپنے  
سمراہ لیے ہوئے آئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی پھر اپنے  
متعلقین کے پاس واپس گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے متعلقین کا  
کوئی مکان زیادہ قریب ہے، ابویوب نے کہا: یا رسول اللہ یہ  
میرا مکان ہے اور یہ میرا دروازہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ اور  
ہمارے لیے قیلو لہ کی جگہ درست کرو، وہ گئے۔ اور انہوں نے دونوں  
حضرات کے لیے قیلو لہ کی جگہ ٹھیک کی، پھر آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ  
میں نے آپ دونوں حضرات کے لیے قیلو لہ کی جگہ ٹھیک کر دی، اللہ  
کی برکت پر اٹھیے اور آرام فرمائیے۔

(عود بسو کے مضمون حدیث اول)

اہل علم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی عمرو بن عوف میں دو شنبہ وراثتہ و چہار شنبہ و پنج شنبہ تک رہے، جمعہ کے دن نکلے اور نبی سالم میں آپ نے نماز جمعہ پڑھائی، کہا جاتا ہے کہ آپ نبی عمرو بن عوف میں چودہ شب تک مقیم رہے، جمعہ کو آفتاب بلند ہوا تو آپ نے اپنی سواری منگائی، مسلمان بھی جمع ہونے اور ہتھیار پہننے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی تصور پر سوار ہوئے، لوگ واسنے اور بامیں آپ کے ہمراہ تھے انصار نے آپ کو اس طرح روکا کہ آپ ان کے کسی گھر پر نہ گزرتے تھے جو یہ نہ کہتے ہو کہ یا رسول اللہ! ہر قوت و ثروت و حفاظت کے سامان میں تشریف لائے، آپ ان سے کلمہ خیر فرماتے تھے، ان کے لیے دعا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس اونٹنی کو تنجائب اللہ حکم دے دیا گیا ہے، سب نے اس کا راستہ چھوڑ دیا، جب آپ مسجد نبی سالم میں آئے تو مسلمانوں کو جو آپ کے ہمراہ تھے نماز جمعہ پڑھائی اور وہ سنا تھے۔

شہر جبیل بن سعد سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائے (مدینہ) منتقل ہونے کا ارادہ کیا تو آپ کو نبی سالم نے روکا، آپ کی اونٹنی کی نکیل کیڑی اور کہا: یا رسول اللہ! ہر کافری تعداد و تیار اور ہتھیار اور حفاظت میں تشریف لائے، آپ نے فرمایا کہ اس کا راستہ چھوڑ دو کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔

پھر نبی الحارث بن الخزرج نے آپ کو روکا اور آپ سے اسی طرح کہا، آپ نے انھیں اسی طرح جواب دیا۔

نبی عدی نے روکا اور آپ سے اسی طرح کہا، آپ نے بھی اسی طرح انھیں جواب دیا، یہاں تک کہ وہ وہیں رُک گئی جہاں



اللہ نے اسے حکم دیا تھا۔

و عود بسو سے مضمون حدیث اول) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے، آپ نے راستے کا ماہنامہ رخ اختیار کیا، یہاں تک کہ آپ بنی الجلبلی میں آئے، آپ روانہ ہوئے مسجد کعبہ پہنچ گئے (اونٹنی) مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بڑگ گئی، لوگ اپنے اپنے یہاں اترنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگے

ابو ایوب خالد بن زید بن کلیب آئے انہوں نے آپ کا کجاوہ اتارا اور آپ کو اپنے مکان میں لے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ آدمی اپنے کجاوے کے ساتھ ہے!

اسعد بن زرارہ آئے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لی، وہ ان کے یہاں رہی، اور یہی درست ہے۔ زید بن ثابت نے کہا کہ پھر وہ سب سے پہلا ہدیہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابو ایوب کے مکان پر گیا وہ تھا جو میں نے پہنچایا، ایک بہت بڑا پیالہ خرید کا تھا جس میں روٹی گھی اور دو حصہ تھا میں نے کہا کہ یہ پیالہ میری والدہ نے بھیجا ہے، آپ نے فرمایا کہ اللہ تمہیں برکت دے!

آپ نے اپنے اصحاب کو بلا یا سب لے کھایا، میں دروازے سے ٹٹنے بھی نہ پایا تھا کہ سعد بن عبادہ کا پیالہ خرید اور گوشت کا آیا، کوئی شب ایسی نہ ہوتی تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر تین چار آدمی کھانا لاتے ہوں، جس کی انہوں نے باری مقرر کر لی تھی، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو ایوب کے مکان سے منتقل ہو گئے۔

وہاں آپ کا قیام سات مہینے رہا۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ایوب ہی کے مکان سے



زید بن حارثہ والوراثہ کو کے بھیجا، ان دونوں کو دو اونٹ اور پانسو درہم دیے، یہ دونوں آپ کے پاس فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی زوجہ سوڈہ بنت زمعہ اور اسامہ بن زید کو آپ کے پاس لائے، یہ تین بنی ہاشم بن عبد مناف بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن كلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدنیہ بن عدنان بن آدم بن نوح علیہ السلام کو اس کے قبل ان کے شوہر عثمان بن عفان (ملک حبشہ) ہجرت کرا چکے تھے، ابو العاص بن الربیع نے اپنی بیوی زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر لیا، زید بن حارثہ نے اپنی بیوی ام امینہ کو زوجہ ان کے فرزند اسامہ بن زید کے سوار کر لیا، عبد اللہ بن ابی بکر بھی ابوبکر کے عیال کو لے کر انھیں لوگوں کے ہمراہ روانہ ہوئے، ان میں عائشہؓ بھی تھیں، چنانچہ یہ سب لوگ مدینے آئے تو آپ نے ان سب کو حارثہ ابن النعمان کے مکان پر اتارا۔

ت

# تصحیحات

## طبقات ابن سعد جزو اول

| صحیح                | غلط         | سطر   | نہجہ | صحیح         | غلط     | سطر | نہجہ |
|---------------------|-------------|-------|------|--------------|---------|-----|------|
| ۴                   | ۳           | ۲     | ۱    | ۴            | ۳       | ۲   | ۱    |
| پیل                 | یل          | ۶     | ۳۱   | تلیحات       |         |     |      |
| لوگوں               | لوکوں       | ۱۵    | ۳۵   | قدرے حسب ذیل | حسب ذیل | ۱   | ۱    |
| سیلاب               | سیاب        | ۱۸    | ۳۵   | الترام       | النزام  | ۱   | ۱    |
| جس میں ایک          | جس میں کوئی | حاشیہ | ۴۸   | الہی         | آہی     | ۱۸  | ۳    |
| پیغمبر کے بعد دوسرے | پیغمبر      | ۱ سطر |      | المستمان     | المسغان | ۲۵  | ۵    |
| پینبر               |             |       |      | کہ           | کے      | ۱   | ۴    |
| نضر                 | نقر         | ۹     | ۵۱   | اصناف        | اصنافہ  | ۸   | ۴    |
| ان                  | ان          | ۲۳    | ۵۲   | وابد         | والبد   | ۲۴  | ۴    |
| مگر                 | گر          | ۲۲    | ۵۴   | طبقات        | طنقات   | ۱۲  | ۹    |
| ناجاٹز              | ناجاٹز      | ۲۳    | ۵۶   | مخزہ         | مخزہ    | ۲   | ۱۰   |
| ہر                  | خز          | ۸     | ۶۱   | مافات        | مافات   | ۲۱  | ۱۹   |
| کیشہ                | کیشہ        | ۱۵    | ۶۳   | ہے           | ہے      | ۹   | ۲۱   |

| صحیح                          | غلط         | سطر     | صفحہ | صحیح        | غلط         | سطر         | صفحہ |
|-------------------------------|-------------|---------|------|-------------|-------------|-------------|------|
| ۴                             | ۳           | ۲       | ۱    | ۴           | ۳           | ۲           | ۱    |
| (ایک شعر کا ترجمہ ہونا چاہیے) |             | ۱۸      | ۱۸۶  | شہادت       | شہادت       | ۱۸          | ۸۸   |
| معرف                          | ممعرف       | ۴       | ۱۸۷  | حارث        | حارث        | ۷           | ۹۷   |
| ٹھیک                          | ٹھیک        | ۲       | ۱۸۸  | صوت         | صورت        | حاشیہ سطر ۲ | ۹۷   |
| منیہ                          | منیہ        | ۴       | ۱۹۲  | انہدم       | انہدم       | ۸           | ۱۱۳  |
| پیکس                          | پیکس        | ۵       | ۱۹۲  | غیدا تا تقد | غیدا تا تقد |             |      |
| بہشت                          | ہشت         | ۹       | ۲۱۰  | حجاجا       | حجاجا       | ۷           | ۱۲۹  |
| (گرگہن)                       | (گرگہن)     | ۱۲      | ۲۱۳  | ہے          | ے           | ۲۴          | ۱۳۲  |
| گرگہن                         | گرگہن       | ۱۵      | ۲۱۳  | بدھان       | بدھان       | ۱۳          | ۱۳۳  |
| پہچاننے                       | پہچاننے     | ۱۰      | ۲۱۵  | امرعی       | ارعی        | ۱۶          | ۱۳۵  |
| رلے تلے                       | رلے تلے     | ۱۲      | ۲۲۵  | X           | مابین       | ۱۸          | ۱۳۳  |
| بن عبیدہ                      | بن عبیدہ    | ۹       | ۲۲۷  | حجر         | حجر         | ۹           | ۱۳۵  |
| متغیر                         | متغیر       | ۲۴      | "    | المہد       | المہد       | ۲۱          | ۱۳۵  |
| دین                           | دیں         | حاشیہ ۴ | ۲۳۰  | حجر         | حجر         | حاشیہ       | "    |
| کی                            | کے          | ۲       | ۲۳۱  | ابو ہریرہ   | ابو ہریرہ   | ۶           | ۱۳۹  |
| نبوی                          | نبوی        | حاشیہ ۴ | "    | محلوف       | محلوف       | "           | "    |
| رونا                          | رذا         | ۲۳      | ۲۳۹  | ثوبیہ       | ثوبیہ       | ۱۸          | ۱۵۲  |
| انجام کار                     | انجام کا    | ۱۳      | ۲۴۶  | شان         | شان         | ۶           | ۱۵۶  |
| اصل                           | اصل اصل     | حاشیہ ۴ | ۲۴۷  | بتا دیا     | بتا دیا     | ۸           | "    |
| یذوق لقا                      | یذوق لقا    | ۱       | ۲۵۶  | اس          | اس          | ۲           | ۱۵۹  |
| وضینہا                        | وضینہا      |         |      | میں میں     | میں میں     | ۱۹          | ۱۷۶  |
| (مجزات) میں                   | (مجزات) میں | ۱۶      | ۲۵۳  | نصیحت       | نصیحت       | ۲۲          | ۱۷۸  |
|                               |             |         |      | بھیجتے      | بھیجتے      | حاشیہ ۷     | ۱۸۵  |

الکتب الخیر



| صفحہ    | غلط    | سطر | صفحہ | غلط     | سطر     | صفحہ | غلط |
|---------|--------|-----|------|---------|---------|------|-----|
| ۳       | ۳      | ۲   | ۱    | ۲       | ۳       | ۲    | ۱   |
| تیبیلہ  | تیبیلہ | ۱۹  | ۲۲۳  | لتعجل   | لتعجل   | ۴    | ۲۹۹ |
| آنحضرتؐ | آنحضرت | ۲۲  | ۳۲۵  | باندھیں | باندھیں | ۹    | ۳۱۰ |
| عویم    | عویم   | ۱۶  | ۳۲۸  | آگئیں   | آگئیں   | ۱۱   | ۳۱۲ |
| کپڑلی   | کپڑلی  | ۱۹  | ۳۵۲  | فتنے    | فتنے    | ۲    | ۳۲۲ |

www.KitaboSunnat.com